دشتِ حیات

شفا احمد

NOVEL HUT

All rights are reserved by the author , you can't copy or

steal any of the scenes written in this novel .

If you do so, serious action will be taken .

JazakAllah

NOVEL HUT

وہ جن کے پاس دیکھنے کے لیے" آنکھیں اور سننے کے لیے کان ہوں، اپنے آپ کو قائل کر لیں کہ کوئی بشر راز نہیں رکھ سکتا ۔ اگر اس کے ہونٹ خاموش ہیں تو وہ اپنی انگلیوں سے بولے گا۔ بے وفائی اس کے ہر چھید سے باہر نکلتی ہے ۔ (سگمنڈ فرائیڈ)

قسط 1 تا 3

رات کے پہر وہ انجان اور سنسان سڑک پر اپنا پیر گھسیٹا جا رہا تھا۔زخموں سے چور اور خون میں نہایا ہوا لگ تھا مگر اسے جیسے کسی کی پرواہ نہیں وہ اپنا پیر مشکل سے گھسیٹا بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا کہیں کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا تھا وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا وہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا تھا سکون لینا چاہتا تھا مگر وہ ان سب چیزوں کی پرواہ کیے بغیر بھاگ رہا تھا اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جس پر چاند اپنی پوری چمک دمک سے جلگما رہا تھا اس نے آسمان کو ایسے دیکھا جیسے آسمان کے بنانے والے سے مدد مانگ رہا تھا اچانک اس کی آنکھوں میں تیز روشنی پڑی وہ دیکھنے سے بے قاصر ہوگیا۔اور جھٹکے سے

گر گیا پہلے ہی وہ مشکل سے چل رہا تھا اوپر سے گاڑی سے ٹکرانے سے اس کی بچی کچی ہمت بھی خیر آباد ہونے لگی۔ درد اور تکلیف سے وہ سڑک پر پڑا کراہ رہا تھا اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔اچانک ہی اس نے اپنی طرف بھاگتا ہوا کوئی وجود محسوس کیا۔

'ہیلو,ہیلو'کیا تم ٹھیک ہو۔ وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے اس کا چہرے تھپتھپا رہی تھی ہائے اللہ مر ور تو نہیں گیا میری جو دو نمبر نوکری ہے وہ بھی چلی جانی ہے اور اوپر سے پولیس اور کورٹ کے چکر الگ سے لگانے پڑے گئے میرا تو کریر تباہ ہوجائے گا تمہیں میری ہی گاڑی ملی تھی ٹکرانے کے لیے زلیل انسان ۔۔ویسے اتنی گہری چوٹ میری گاڑی کے ٹکرانے سے تو نہیں لگی تم تو پہلے ہی مرے ہوئے لگ رہے تھے وہ یہ ساری باتیں اس شخص کے منہ پر بغیر کسی پچھتاوے کے بولی جارہی تھی جو اس کی وجہ سے ابھی اپنی آخری سانسیں لے

رہا تھا۔۔جب اس شخص نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے سر اٹھا کر اردگرد دیکھا اسے دور دور تک کوئی دیکھائی نہ دیا

۔۔میں چلی جاتی ہوں یہاں سے ویسے بھی کون سا کسی نے دیکھا ہے اور اتنی اندھیری رات میں کون سا کسی کو کچھ نظر آیا ہوگیا۔وہ یہ سب سوچ کے اٹھ کر جانے ہی والے ہی تھی کہ اس شخص نے اس کا بازو پکڑ لیا

Please save me,I don't want to die"

I wanna live. please save me Please

,...."وہ جو درد سے کراہ رہا تھا اس کی منت کررہا تھا اور اس بے رحم سے مدد کی امید رکھ رہا تھا جو ابھی اسے چھوڑکر جانے والی تھی

"مجھے انگلش نہیں آتی میں خالص پاکستان ہوں" وہ فخر سے کہتی پھر سے اٹھنے لگی۔۔مجھے بچاؤ خدا کے لیے ۔۔پلیززززمیں تمہیں بہت دعائیں دوں گا ۔۔وہ

درد اور تکلیف سے کراہتا اس کی منت سماجت کرنے لگا واہ بھئی باتیں سنو ان کی۔۔۔ اپنا کچومر نکلا ہوا ہے اور مجھے دعائیں دے گا فل حال تو تمہیں دعاؤں کی ضرورت ہے جیسے ہی اس نے کہا اس نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہو گیا۔اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ناک کے نزدیک کیا جب کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے اپنا کان اس کے سینے پر رکھ دیا کر اس کے دل کی دھڑکنیں محسوس کی وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی اس نے سکون کا سانس لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی اُو ہو... موٹے سانڈ کیا کھاتے ہوں تم ۔۔۔۔ وہ گبرو جوان شخص جس کے قہر سے اک دنیا سہم جاتی تھی۔ آج وہ اک ایسی لڑکی کے بھروسہ تھا جو اسے کہیں بھی چھوڑ کر جا سکتی تھی۔۔

2005 ماہ اکتوبر ~٤

دروازے پر اتنی زور وشور سے دستک ہورہی تھی کہ مانو اس کا دروازہ توڑنے کا پورا ارادہ ہے۔دستک ابھی جاری تھی کہ ایک بوڑھی عورت نے غصے سے دو پھاڑ کرکے دروازہ کھولا ۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا ۔اس کا سارا غصہ بھانپ کی مانند اڑ گیا اماں اندر نہیں آنے دے گئی یا پھر یہی سے واپس چلا جاؤں ۔ اس نے اپنی ماں کو مسکراتے ہوئے گلے لگایا جو اس کے گلے لگتے ہی زور وقطار سے رونے لگی بیٹے کو اتنے عرصے کے بعد دیکھنے پر ان کا دل بھر آیا تھا۔۔۔"اچھا اب ایسا کریں گی تو میں چلا جاؤں گا وہ ان کی کمر کو سہلاتا رہا تھوڑی دیر بعد جب وہ آہستہ آہستہ سے

ہچکیاں لینے لگی تو اس نے اپنی ماں کا ماتھا چوما۔۔۔جیسے ہی اس نے اپنی ماں کے پیچھے دیکھا وہاں اندھیرے میں اسے اک اور وجود نظر آیا جو گا ہے بگا ہے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تو وہ بھی بھاگتی ہوئی اس کے گلے لگ گئی اور اس نے بھی زور سے اسے گلے لگایا۔۔۔

مجھے اندر تو آنے دوں یا آپ دونوں ماں بیٹی یہی سے پیار نچھاور کر کے رخصت کردوں گئی۔۔وہ دانت دیکھا کر بولا

آو اندر آو بیٹھو آرام سے۔۔۔ماں بولتی اسے رستہ دیتی بولی اب وہ چھوٹے سے ٹی وی لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے

یہ لوں پانی پیوں سب۔جیسے ہی سب بیٹھے اس کے بہنوئی نے سب کو پانی کے گلاس پیش کیے۔۔" تھینک یو برو۔۔۔تم سے ہی امید تھی نہیں تو ان عورتوں نے آنسو ہی پلانے تھے ۔۔۔وہ گلاس پکڑتے بولا اس نے گلاس کو منہ لگایا تھا کہ اس نے بہن بولی

پی لیا پانی ۔۔۔ اب اٹھو اور سوؤں جا کے رات کو آکر نیند خراب کردی ابھی خنان کو سلا کر لیٹی تھی کہ تم آگئے۔۔۔۔وہ تھکی ہوئی آواز میں واسی جمائی لیتے بولی ۔۔۔"واہ میں نے تو سنا تھا بہنیں بھائیوں کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیتی ہیں اور تم سے نیند قربان نہیں ہورہی ۔۔۔ منہ بنا کر بولتے اس نے اپنی بہن کو گھورا ۔۔۔

"بھاڑ میں جاؤ تم ویسے بھی رات کو شریف لوگ سوتے ہیں خیر تمہارا تو شرافت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے تمہیں کیا پتا" وہ اسے چڑاتی اٹھ کر کمرے کی طرف چل دی۔۔وہ اسے جاتا دیکھ کر اپنے بہنوئی کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو ایسے گلے لگی تھی جیسے بڑا مِس کیا اس نے کیا اسے پرسنیلٹی ڈیسوڈر ہے۔۔وہ آواز کی پچ کو دھیمی کرتے بولا۔۔۔ کوئی نہیں نیند پوری نہ ہونے سے چڑچڑی ہوگئی ہے صبح دیکھنا کیسے تمہاری خاطر مدارت میں لگتی۔۔ابراق نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا اچھا آرام کرو سب

اماں آپ بھی آرام کریں اور سب نیند پوری کرو۔ اپنی ماں کو پیار سے کہنے کے بعد وہ آخر پر چلا کر بولا۔۔۔آہستہ بولو خنان جاگ گئی تو اس نے یہ نہیں دیکھنا کہ تم کتنے تھکے ہارے آئے ہوں۔۔یا کتنی مسافتیں طے کر کے آئیں ہوں اس نے تمہیں اس وقت تک جاگئے رکھنا ہے جب تک خنان سونی جانی سمجھے برخوردار ابراق کی اتنی لمبی چوڑی دھمکی پر اس نے معصوم شکل بنا کر ماں کو دیکھا جو اب مسکرا رہی تھی اچھا ٹھیک ہے اب پھر آرام کرو سویٹ ڈریمز۔۔اب کی بار وہ آہستگی سے سرگوشی کی مانند بولا جس پر اس کی ماں اور ابراق دانت اندر دبائے ہنسے لگے

NOVEL HUT

ڈاکٹر ماہین کیا آپ کو لگتا ہے آپ یہ کیس ہینڈل کر سکتی ہے وہ اس وقت ایک مینٹل ہسپتال میں تھی اس کا آج یہاں ٹرانسفر ہوا تھا اس کا مقصد اس کیس کی گتھی سلجھانے تھی جو کئی سالوں سے یوں ہی بند پڑا ہوا تھا وہ اپنے ہسپتال کے ٹرسٹ کی سب سے ماہر اور قابل فارنزک سائیکاٹریسٹ تھی"مجھ میں قابلیت ہے کہ میں اس کیس کو ہینڈل کر سکوں"وہ پر اعتماد ہوئے اپنے سامنے بیٹھے ہیڈ ڈائریکٹر سے مخاطب تھی"نہیں یہ تھوڑا پیچیدہ ہے اور یہ پیشنٹ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتا ہے صحیح معنوں میں جنگلی قسم کا بندہ ہے""میں سنبھال لوں گی سر ۔صرف میں ہی ہوں جو اس تہہ خانے کے اندر چھپے راز کو کھوج سکتی ہوں آپ مجھ پر بھروسہ کریں """آئی لائیک یور کانفیڈینس ۔ آل دا بیسٹ۔ وہ جوش سے بولے "پھر ملیں گے اللہ حافظ" وہ مسکرائی وہ کمرے سے باہر نکل کر اب کوری ڈور میں چل رہی تھی کہ ایک میل نرس اسے ہدایات دینے کے لیے پیچھے چل پڑا وہ اسے تھراپی روم کی طرف لے کر جارہا تھا وہ

اسے اس شخص کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا اسے اس شخص کے بارے میں ہدایات سننے کی کیا ضرورت تھی وہ تو اس شخص کو اور اس کی ذاتی زندگی کو اچھے طریقے سے جانتی تھی۔۔لیکن وہ پھر بھی اسے ہدایات دے رہا تھا مگر وہ اس کی سن کہاں رہی تھی وہ تو اپنی ہی سوچوں میں گم تھی آخر وہ شخص یہاں پہنچا کیسے ۔اس نے تو اپنی مرضی اور خوشی سے ماہ جبین سے شادی کی تھی ماہ جبین بھی وہ لڑکی جس پر پوری دنیا مرتی تھی۔وہ لاکھوں کروڑوں کی فین فالونگ رکھنے والی اداکارہ اور ماڈل تھی۔نیویارک میں ان کی شادی ہوئی تھی وہ تو اک ساوان کپل کےنام سے مشہور تھے پھر ایسا کیا ہوا کہ اس شخص نے اتنی سفاکی اور بےرحمی سے اپنی بیوی کو قتل کر دیا وہ جو کبھی دنیا کے سامنے اک ہیپی فیملی مانی جاتی تھی آج وہ اپنی بیوی کا سفاک قاتل مانا جاتا ہے اور اب ان اندھیری بھول بھلیوں میں کھو گیا ہے وہ اپنی سوچوں سے نکلی جب نرس میل نے اسے بتایا کہ وہ تھراپی روم پہنچ گئے ہیں اس نے

بس اثبات میں سر ہلایا اور کمرے میں چلی گئی کمرے کی حالت دیکھ کر وہ حیران رہ گئی جگہ جگہ دیواروں سے پینٹ اترا ہوا تھا اسکی جگہ زنگ نے لے رکھی تھی دیوار پر اک چھوٹی کی کھڑکی تھی جو روشن دان کا بھی کام کررہی تھی صرف دو کرسیاں تھی ایک کرسی کے ساتھ اک چھوٹی سی ٹیبل تھی اس ہسپتال میں مریضوں نے بیمار ہی ہونا ہے کوئی صحت مند فرد یہاں دو منٹ نہیں گزار سکتا یہ تو پھر بھی بیمار لوگ ہے وہ سوچتی رہ گی جب اسے دروازے پر کھڑے فرد کی آہٹ محسوس ہوئی اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا جیسے ہی اس نے اس شخص کو دیکھا وہ حیران رہ گئی اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھی جسم کمزور لگ رہا تھا اور چہرہ زرد تھا اس کے منہ سے دوائیوں کے خمار آلودہ ہونے کی وجہ سے رال جمع تھی اس نے نظریں اٹھا کر ماہین کو نہیں دیکھا تھا۔۔ جبکہ ماہین اس کی ایسی حالت پر ششد رہ گئی وہ جو خود کو ماسٹر مائنڈ سمجھتا تھا آج اپنے حواس کھوئے بیٹھا ہے وہ جو کہتا تھا قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو اس کی زبان میں

نہیں اس لیے ایسی کتاب کو پڑھنا وقت کا ضائع ہے ہے اور آج خود گمراہیوں کی راہ میں بھٹکا پڑا ہے وہ جو دنیا بھر میں اپنی پینٹنگز اور سکلپچر آرٹ کی وجہ اپنے فین میں legendary Deimos کے نام سے جانا جاتا تھا آج اس کے فین اس کو اک سفاک قاتل کی نگاہ سے دیکھتے ہیں نرس میل نے اسے بازو سے پکڑتے کرسی پر بیٹھایا اور خود اس کے پیچھا جا کر کھڑا ہوگیا۔آپ جا سکتے ہیں وہ نرس میل سے مخاطب ہوئی۔۔

"نہیں یہ بڑا خطرناک بندہ ہے میں آپ کو اس کے ساتھ اکیلا نہیں چھوڑ سکتا ہے مجھے پیچھے سے آڈر ہے وہ عالیان کے پیچھے کھڑا ہو کر بولا

مجھے بھی پیچھے سے آڈر ہے اس کیس کو سالو کرنے کے۔۔۔تو پلیز اپنا اور میرا ٹائم بچائے جائیں یہاں سے اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا اگر آپ کو زیادہ پرواہ ہے تو دروازہ تھوڑا سا کھولا چھوڑ دیجیئے گا ٹھیک ہے اب جائیں۔۔وہ آرام سے بولتی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔ "ٹھیک ہے پھر جو بھی ہوگا

اس کا ذمہ دار میں نہیں وہ ناک چڑھاتا کمرے سے نکل گیا جیسے ہی وہ باہر گیا وہ فوراً اس شخص کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی اور خاموشی سے ہی اس کی طرف دیکھنے لگی جو اپنے اردگرد سے لاپرواہ ہوئے بلی کی مانند کرسی پر بیٹھے خاموش اور سرد آنکھوں سے بس اپنا انگوٹھے کا ناخن چپا رہا تھا۔۔ماہین کو اچانک ہی اس پر ترس آیا۔۔ وہ بھی اسی کی طرح اس کی خاموشیوں میں اس کا ساتھ دیتے چپ کر کے بیٹھی رہی وہ گھنٹوں ایسے ہی اک دوسرے کی خاموشیوں میں چھپے جملوں کو سن رہے تھے پھر جب سیشن کا وقت ختم ہوا تو ویسے ہی خاموشی سے اللہ خافظ کہتی کمرے سے نکل گئی وہ پیچھے ایسے ہی بت بنا کھڑکی کو دیکھ رہا تھا اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی پن لگے سکارف کا بکسل اسے چب رہا تھا وہ جلدی سے اپنے روم میں چلی گئی یہاں تک وہ کیسے آئی صرف وہ جانتی تھی آنسو سے بھرے چہرے کے ساتھ وہ فرش پر سمٹ کے بیٹھی ہوئی تھی۔

رات کو ہی وہ اسے اپنے دوست کے کلینک لے آئی پہلے تو اس نے منع کردیا کیونکہ جیسی اس کی حالت تھی اسے ہسپتال لے کر جانا ہی بہتر ہے مگر یہ بات اس کی دوست کو کون سمجھائے جو اپنا کریر بچانے کے لیے اس کی جان کو داؤ پر لگا رہی تھی جب وہ مسلسل منع کر رہا تھا تو اس نے اسے بلیک میل کیا کہ میں نے تمہیں اک فیور دی تھی آج تمہاری باری ہیں تو تم پھر منع نہیں سکتے فلاں فلاں کہہ کے منا ہی لیا تھا اب وہ صبح اس کے کلینک حاضر ہوئی۔

"یاور کیا وہ ٹھیک ہے مرور تو نہیں گیا دیکھو مجھے پہلے ہی پتا دوں ابھی وہ بات جاری رکھے ہوئی تھی کہ یاور نے اسے ٹونکا۔"آفرین ہے تم پر لڑکی ایک تو تم آدھی رات آدھی صبح ہوئے(وہ تہجد ٹائم کو کہہ رہا تھا) اک ادھ مرے آدمی کو میرے کلینک چھوڑ جاتی ہوں پھر ایسے رفوچکر ہوئی کہ فون کر کر میرا برا حال

ہوگیا اور اک تم ہو کہ فون اٹھانے تک کی زحمت نہیں کی۔اب دوپہر کے بارہ بجے تم آکر مجھ سے اس کا حال چال پوچھ رہی ہوں جیسے بڑی کوئی مسیحائی دل رکھے ہوئے ہوں تم۔۔۔۔۔وہ اس کی اچھی خاصی کلاس لینے کے موڈ میں تھا۔۔۔اس کی اتنی لمبی کلاس پر وہ اکتا کر بولی اچھا اچھا دماغ نہ کھاؤ میرے پہلے ہی سر میں درد ہورہا ہے آہ بیچارہ کتنا چلتا ہے ۔۔۔۔وہ ایک ٹھنڈی آہ بھرتی اس سے مخاطب ہوئی ۔۔۔۔۔زبان میں درد نہیں ہوتا جو ہر وقت چلتی رہتی ہے ۔۔وہ بھی اس سے کھار کھاتے ہوئے بولا۔۔۔۔اس کے کہتے ہی اس نے اسے غصے سے گھورا پھر کچھ یاد آتے ہی مسکرانے لگی۔۔ "اچھا چھوڑو سب۔یہ بتاؤ ٹھیک تو ہےنا وہ ۔۔۔۔۔اک آدمی کو تم انسانوں کی بجائے جانوروں کے کلینک چھوڑ کر چلی جاتی ہوں اور خود کو انسانیت کا مسیحا سمجھتی ہوں تو لعنت ہے ایسی انسانیت پر۔۔۔وہ اچھا خاصا تپا ہوا تھا اک تو ساری رات سویا نہیں اور اوپر سے مہربانی صاحبہ اپنی نیند پوری کرنے کے

لیے ایسے غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ وہ صحیح غصے سے تپ کر بولے جارہا تھا کہ عنائیہ نے اس کی بات کاٹی

"Man Is a Social Animal" ارسطو دا لیجینڈری گریک فلاسفر نے کہا ہے وہ چہکتے ہوئے بولی ۔۔۔

بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہارے لیجینڈری گریک فلاسفر اور وہ کمرے میں سویا پڑا ہے وہ چلا کر بولا اس لڑکی پر اسے اپنی کہیں اک بات کا کوئی اثر دیکھائی نہ دیا تو پھر آرام سے بولا صبح اک بار ہوش آئی تھی اسے میں نے سب پتا دیا کہاں اور کیسے لے کر آئی تم اسے پھر پین کِلر دی تو سو گیا جاؤ دیکھ لو ۔۔۔اس کے کہتے ہی وہ سیڑھیوں کے نیچے والے کمرے کی طرف بڑھی اس نے دروازہ کھولا تو سامنے والا جیسے اسکا ہی منتظر تھا وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا اک ٹانگ اس کی بستر سے تھوڑی اوپر تھی سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس کے سارے بال ماتھے

پر آئیں ہوئے تھے دائیں ہاتھ پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی دروازے کھولتے ہی
اس شخص نے اس کی طرف ہی دیکھا۔۔۔
"تم ٹھیک ہو گیا"۔۔۔وہ دنیا جہاں کی فکر لہجے میں سمائے اس کے بیڈ کے
قریب کرسی پر بیٹھ گئی
نہیں میں ٹھیک نہیں ہوں میں یہاں کیسے آیا رات کو کیا ہوا میرے ساتھ مجھے
کچھ بھی یاد نہیں۔۔اس کے پوچھتے ہی وہ بوکھلائے اپنی داستان بیان کر رہا
تھا۔۔انفیکٹ مجھے یہ نہیں پتا میں ہوں کون۔۔۔مجھے لگتا میں اپنی یاداشت کھو
بیٹھا ہو۔۔۔وہ جو غور سے کان لگائیں اسکی باتیں سن رہی تھی یاداشت کھو
بیٹھا ہوں کا جملہ اس کے کانوں میں سائیں سائیں کرتا گونجا وہ سن ہو گئی وہ جو یہ
سوچے بیٹھا تھا کہ اسے افسوس ہو رہا ہوگا کہ اس کی وجہ وہ یادداشت کھو بیٹھا
ہے وہ چہکتی فورا اسکی جانب متوجہ ہوئی یا اللہ سچ میں اف اف تمہیں کچھ بھی
یاد نہیں مطلب کچھ بھی نہیں۔ تمہیں نہیں یاد تم یہاں کیسے آئیں کیسے تمہاری ٹکر

NOVEL HUT

او میرا مطلب کیسے بے ہوش ہوئے ---وہ جوشیلی ہوئی اگلے کے ایکسپریشن کو جانچے بغیر خود میں ہی مگن بولی جارہی تھی--"یہاں مجھے میرا نام وام نہیں پتا اور تم رات کے واقعہ کا پوچھ رہی تھی مجھے میرے گھر والے یاد نہیں ---میری یاداشت چلی گئی ہے اور تم خوش ہو رہی ہوں لڑکی وہ حیرت اور افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا--"نہیں"---"نہیں" مجھے افسوس ہورہا ہے مجھے سچ میں افسوس ہورہا ہے

اک دم وہ اپنی ٹون تبدیل کرتی آرام سے بولی ساری غلطی یاور کی ہے نہیں تو کسی قابل اور ماہر ڈاکٹر سے غلطی ہو بھی نہیں سکتی وہ ساری غلطی یاور پر ڈالتے خود بری الزاماں ہوگئی---پتا نہیں میں کہاں کا شہزادہ ہوگا میں----کہاں جانوروں میں پھنس گیا-- اب کہاں جاؤ گا---آآآآ---- وہ بچوں کی طرح برتاؤ کرنے لگا---وہ اسے دیکھ کر حیران تھی جس شخص کی یادداشت چلی جائیں وہ انسان شاک میں چلا جاتا ہے اور اک یہ ہے اس کی زبان ہی

نہیں رک رہی۔۔۔۔ "جس حالت میں ملے تھے گلی کے آوارہ چھپری لگ رہے تھے" اس نے دل میں کہا پھر اس کی طرف دیکھ کر آرام سے بولی "تم میری ذمہ داری ہو یاور خیال رکھے گا تمہارا"اس نے بے حد فکر مندی کی اداکاری کرتے کہا۔۔۔ماشاءاللہ آپ کی پہلے ہی بڑی کرم نوازی ہے جو مجھ جیسے انسان کو جانور بنا دیا۔۔۔اس نے اسے گھورا۔۔۔

ارسطو دا لیجینڈری گریک فلاسفر نے کہا کہ ہر انسان سماجی حیوان ہوتا ہے اب کی بار وہ تھوڑا سا شرمندہ ہوئی ویسے میں تمہیں کہاں ملا تھا اور میں یہاں کیسے آیا اب بار وہ نارمل ہوتے بولا۔۔ہاں۔۔۔اس نے سوچنے کے لیے اک لمحہ لیا اور پھر بولی۔۔۔ میں اصل میں بڑے بڑے دل والی ہوں لوگوں کو تکلیف میں دیکھ کر مجھ سے رہا نہیں جاتا ان فیکٹ میرا اک شیلٹر ہوم بھی ہے۔۔میں بڑی فلاحی ہوں تمہیں سڑک پر بے ہوش زخموں میں چور اور خون میں لت پت دیکھا تو انسانیت کے ناطے مجھے تم سے ہمدردی ہوئی اور میں

تمہیں یہاں لے آئی وہ جو خود کو ماہان مانتے ہوئے جتلاتے اور اتراتے ہوۓ کہہ رہی تھی "انسانیت کے ناطے تم مجھے جانوروں کے کلینک لے آئی ہوں آفرین ہے تم پر لڑکی"۔۔۔وہ جو اس کی شوخیوں کو مات دینے کا سوچ رہا تھا اس کے اگلے جواب پر حیرت انگیزطور پر اسے دیکھنے لگا۔۔۔ہر انسان ایک سماجی حیوان ہوتا ہے اور یہ تھی شہہ مات۔۔۔مجھے تم نے ٹکر ماری تھی ناں۔۔۔وہ اسے شرمندہ کرنا چاہتا تھا آخر وہ اسے کیسے جانوروں کے کلینک لے کر آسکتی ہے اس کی کوئی سیلف ریسپکٹ ہے نہیں تو۔۔میری گاڑی کے ٹکرانے سے پہلے ہی تم کسی اور چیز سے ٹھوکر کھا کر گر چکے تھے میری گاڑی تو ابھی بہت دور تھی۔۔۔آاا چھا۔۔وہ زور دیتے بولا۔۔۔۔۔۔۔ ہمدردی صرف انسانوں سے ہی نہیں جانوروں سے بھی کریں اب وہ دیوار پر لگے پوسٹر کی ریڈلائن پڑھ رہا تھا۔۔۔"اور کتنی ہمدردی کریں 6 فٹ کے مرد کو جانور ہی بنا دیا" اس نے منہ بسورتے اس لڑکی کی طرف دیکھا جو بے شرموں کی طرح

صرف مسکرا رہی تھی ۔۔۔"ویسے جتنے تم بھاری تھے ناں کسی گوریلا سے کم وزن نہیں لگا تمہارا۔۔۔عنذئیہ نے تمسخر سے کہا

وہ حقارت سے ہنسا ۔۔۔"مجھ جیسے ڈیشنگ مرد کو گوریلا سے ملا رہی ہوں" سامنے شیشے میں مجھے اپنا چہرہ اچھا اور خوش شکل دیکھائی دے رہا ہے اور اک تم ہوں تمہیں انسانوں اور جانوروں کا فرق نہیں پتا لڑکی اب کی بار اس نے پہلے سامنے شیشے کی طرف اشارہ کرکے اس کی طرف کھا جانے والی آنکھوں سے دیکھتے زور سے کہا تو اس کے سر میں درد ہونے لگا تم ریسٹ کرو یہ جانور نامہ پھر کسی دن ڈیسکس کرے گئے اور میں کوشش کرتی ہوں کہ تمہارے بارے میں کچھ معلوم ہو جائیں اسے پرواہ نہیں تھی وہ کیا کہہ رہی تھی وہ روٹھی ہوئی دولہن کی طرح منہ سجائے کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا

آپ نے ایسا کیوں کیا بچے آپ ایک اچھے بچے ہیں ناں ۔اس نے اپنے سکول میں کسی بچے کے پپی کے سر پر اینٹ مار مار کر اس کے سر کا کچومر نکال دیا جو وہ سکول ٹیچرز سے چھپا کر کسی کو دیکھانے کے لیے لے کر آیا تھا جب اس سے بھی اس کا دل نہ بھرا تو اس نے اس کے پیٹ کو پھاڑ کر اس کو اور اذیت دینے لگا وہ اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا جیسے ہی ان کے سکول کے ٹیچر کو پتا چلا۔تو انھوں نے اس بچے کے پیرنٹ کو بلوا کر ساری بات بتا دی ۔اورانھیں ایک سائیکالوجسٹ کا مشورہ دیا آج وہ اسے وہی لے کر آئے تھے کیونکہ سائیکالوجسٹ نے بچے کے ساتھ اکیلے بات کرنے کا کہا تھا اس لیے ابھی اس کے پیرنٹ باہر انتظار کر رہے تھے وہ بچوں کی تھراپی کے روم میں تھا جس کی دیواروں پر کہیں طرح کے کارٹونز، سٹیکرز اور کہیں جگھوں پر بچوں کی پینٹنگز لگی ہوئی تھی کمرے کے ایک طرف بچوں کے کھیلنے کا سارا سامان سیٹ

کیا ہوا تھا جیسے چھوٹا سا کینڈر گاڈر ہو وہ اس کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھا اس کے ساتھ سائیکالوجسٹ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کب سے اس سے طرح طرح کے سوال کر رہی تھی مگر وہ مسلسل اپنے دائیں بازو کو کھریدنے پرلگا ہواتھا وہ بار بار اسے ایسا کرنے سے ٹوکتی مگر وہ پھر سے کرنے لگتا۔۔یہاں تک کے اس کے بازو سے خون رسنے لگا۔ وہ خاموش اور سرد آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔۔ "تم نے اس پپی کو کیوں مارا وہ تو بڑا کیوٹ تھا آپ کو وہ اچھا نہیں لگا کیا ہمم"۔۔وہ نرم لہجے قائم رکھے ہوئے اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔"وہ اچھاپپی نہیں تھا اس نے میری بہن کو کاٹا تھا کیا کیوٹ پپی ایسا کرتے ہیں نہیں۔۔۔وہ ایسا نہیں کرتے۔پہلی بار وہ نرم لہجے میں بولا مگر اس کی آنکھوں میں سفاکی تھی وہ دس سال کا تھا تقریباً۔

"How dare he hurt my sister میں بھی اسے تکلیف دینا چاہتا تھا میں اسے regret ۔میں دیکھنا چاہتا تھا اس نے اپنے بازو پر پہلے سے زیادہ زور سے خارش شروع کر دی ۔"کیا تمہیں ایسا کرنے سے تکلیف نہیں ہورہی"۔۔۔ اب کی بار سائیکا لوجسٹ نے اسے روکنے کی بجائے صرف اس کے بازو کی طرف اشارہ کیا ۔مجھے فرسٹریشن ہورہی ہے اور میں کسی کو بلا وجہ تکلیف نہیں دینا چاہتا ۔وہ اسی طرح بولا۔۔۔یہاں تم کس کو تکلیف پہنچا سکتے ہوتے ہوں اس نے اردگرد دیکھا۔۔۔ آپ کو اس نے اس کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔۔آپ بہت جھوٹی ہے آپ نے شروع میں کہا تھا اس کمرے کی بات کمرے کے اندر تک رہے تھی مگر آپ میری اور اپنی کنورسیشن میرے پیرنٹ کو ضرور بتائیں گئی آخر انھوں نے آپ کو پیسے دیئے ہیں مجھے ایسے لوگوں سے نفرت ہے جو اپنی کمیٹمنٹ پوری نہیں کرتے۔وہ حیرت اور خوف لیے

اس بچے کو دیکھ رہی تھی جو سفاکی اور سرد پن سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا وہ اپنی بات مکمل کرتے کرسی سے اٹھ کر چلا گیا

رات اپنے ساتھ اندھیرا لاتی ہے اندھیرا خوف میں مبتلا کرتا ہے اور خوف سے دشت آتی ہے دشت تباہی کی طرف دھکیلتی ہے وہ بھی ایسی کی تباہی کی طرف دھکیلی جارہی تھی ہسپتال کے کوری ڈور میں وہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہی تھی وہ خوف سے کانپتی ہانپتی بھاگے جاری تھی یکدم اس کے قدم آٹوسپی روم کے آگے روکے وہ بغیر کچھ سوچے اندر چلی گئی سامنے ٹیبل پر اک وجود سفید چادر میں لیٹا ہوا تھا وہ اتنی زیادہ ڈری ہوئی تھی کہ اسے اس میز پر پڑے مردہ وجود سے ڈر نہیں لگا وہ چھپنے کی غرض سے جلدی سے میز پر چڑھ

گئی اور اس مردہ حالت میں پڑے وجود کے ساتھ لینے ہی لگی مگر جب اس نے اس چادر میں لپٹے وجود کو دیکھا اس کے چہرے پر جگہ جگہ زخم کے نشان تھے اسے ایک لمحہ لگا وہ اس وجود کو پہچان گئی اسے

پہچانتے ہی وہ بلکل سن اور ساکن ہوگئی اس کی چلتی ہوئی سانسیں مانوں رک سی گئی ہو اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی اس کا سانس اکھڑ رہا تھا اسے لگا جیسے وہ مر رہی ہے وہ کرڑ رہی تھی اس کو اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہوا ایک زور دار چیخ کے ساتھ اس کی آنکھ کھولی یکدم ہی کی آنکھ کھولی۔۔۔۔وہ آج بھی ایسے ڈراؤنے خوابوں کے زیر اثر جاگی تھی کمرہ گھپ اندھیرے میں گھیرا ہوا تھا اس کو سانس نہیں آرہی تھی آج بھی وہ دن اس کے رونگھٹے کھڑے کر دیتا تھا اس کا چہرہ پسینے میں شرابور تھا خوف اور دہشت سے اس کے ماتھے کے سامنے بال ایسے بھیگے ہوئے تھے جیسے منہ دھو کر آئی ہوں۔اس نے لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیے اور اپنے دائیں ہاتھ کا مکا بنا

کر زور زور سے دل پر مارنے لگی کچھ دیر ہی ایسا کرنے کے بعد جب وہ نارمل ہوئی تو اٹھ کر اس نے پردے پیچھے کیے جس سے اس کے اندھیرے کمرے میں روشنی کی کرنیں ابھری جو اس کے کمرے کے چاروں کونوں کو روشن کر گئی سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی سامنے ایک عورت ہنس ہنس کر کسی سے فون پر بات کر رہی تھی ۔اس کی وجہ سے اس کی راتوں کی نیند اڑی ہوئی ہے وہ کیسے یوں کسی کی زندگی برباد کرنے کے بعد مسکرا سکتی ہے یہ سوچتے ہی اس نے کوفت سے پردے آگے جھڑکے ۔وہ واشروم میں گھس گئی۔باہر نکلی تو اس نے نئے کپڑے پہن رکھے تھے جیسے کہیں جانے کا منصوبہ بنا کر آئی ہوں ۔مگر اسے کیا پتا یہ منصوبہ اس کی زندگی میں کتنی تبدیلیاں لے کر آنے والا ہے اس نے گاڑی کی چابیاں اٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گئی وہ لان میں پہنچی تو وہ عورت اسے اس وقت تیار ہوتے باہر جاتے دیکھ کر حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔۔

"کہاں جارہی ہوں اس وقت تم" ۔اس نے فون بند کرتے اس سے پوچھا ۔۔۔"آپ سے مطلب جہاں بھی جاؤ۔۔۔۔ وہ کہتی رکی نہیں اور گاڑی میں بیٹھ گئی اسے اچھے سے معلوم تھا کسے کے خوشگوار موڈ کو کیسے برباد کرنا ہے

یا اللہ کیا کرو میں اس لڑکی کا۔ مگر کیا کر سکتے ہیں ماں نے اچھی تربیت جو نہیں دی وہ بھی کہتے اندر کی طرف چلی گئی

تم اتنی جلدی صبح جاگ گئے وہ کیچن میں اپنے لیے چائے بنا رہا تھا کہ زرتاشہ نے اسے پیچھے سے کہا وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا میں نے سوچا میں کیوں کسی کو ڈِسٹرب کرو نیند میں خلل نہ پڑ جائے ویسے بھی کوئی بھی میرے آنے سے خوش نہیں ہیں سب کو صرف نیندپیاری ہے وہ اسے رات والی

بات پر اسے ٹونٹ مار رہا تھا واہ بھئی تم بھی اچھی سوچ رکھتے ہو۔اچھی بات ہے ویسے بھی کسی کو گہری نیند سے جاگنا گناہ کرنے کے برابر ہے وہ فریزر سے دودھ نکال رہی تھی ناشتہ مل جائے گا مجھ غریب کو یا وہ بھی خود بنا لوں اس نے معصوم بننے کی اداکاری کی کیونکہ میں اب اٹھ چکی ہوں تو یہ تکلف آپ نہ کریں تم جاؤ ابراق کو جگاؤ مگر دھیان سے خنان نہ جاگے پلیز اور آنا کو میں خود جگا دوں گئ پھر کچھ سوچتے اس نے اسے پھر کہنا شروع کیا جس کی نظر اپنی ابلتی چائے پر ہی تھی ۔اک کام کرو آنا کو بھی تم ہی جاگا دوں اور اس سے مل بھی لینا صحیح ۔۔۔جاؤ اب شاباش۔۔۔۔اس نے اس کے کندھے پر تھپکی دی میری چائے جیسے ہی اس نے کہا زرتاشہ نے سارا دودھ اس کی چائے میں ملا دیا۔یہ کیا کیا تم نے وہ چلا کر بولا اب اک ہی بار سب کے ساتھ زیادہ والی چائے پینا تم بہت بکواس چائے بناتی ہوں قسم سے اسی لیے میں صبح صبح جاگا تاکہ تمہاری ہاتھ کی چائے نہ پینی پڑے یہ کون سی تعریف ہے

NOVEL HUT

بھئی۔ اچھے لفظوں میں کروں ۔چلو جاؤ اب ۔۔۔چمٹا پکڑتے زرتاشہ نے اس کی جانب کیا۔۔

جارہا ہوں وہ منہ پھلائے کیچن سے چلا گیا

وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں بہت کم اور صرف کام کا فرنیچر کا تھا دسمبر کے شروع میں سردی اپنا زور پکڑ رہی تھی ریڈی ایٹر خراب ہونے کی وجہ سے پورا کمرہ منجمند تھا اسے میل نرس نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی اسے ٹھیک کروا دے گا وہ فائلوں میں گھسی کسی بھی شے کی پرواہ کیے ہوئے تھی۔اس کے پاس عالیان کے کیس کی پوری رپورٹ فائلز پڑی ہوئی تھی یہ جاننے کے لیے وہ کس چیز کا سامنا کرنے جارہی تھی اسے اس بارے میں معلومات

حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔اسے معلوم نہیں تھا وہ جس شخص کے لیے سجدوں میں گرے ہدایت مانگتی تھی خدا نے اسے ہی اس کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیا ہے پروفیسر غیاث منور نے اسے یہ فائلز مہیا کی تھی تاکہ اسے ان سے کچھ مدد مل سکے لیکن جتنا ڈیٹا اس کے پاس فائلز میں تھا وہ سارا کا سارا آئن لائن ڈیٹا پر مبنی تھا۔کوئی خود سے ذاتی

کاروائی یا تفتیش نہیں کی گئی۔لیکن پھر بھی اس نے پروفیسر غیاث کے لکھے گئے نوٹس کو ایک بار پڑھنے کا سوچا تھا اس میں زیادہ تر نفسیاتی تجزیہ کو نظر انداز کر کے،صرف نرسریوں اور عملے کی طرف سے نوٹ کیے گئے رویوں کے بارے میں رپورٹس میں لکھا ہوا تھا اسے ان میں سے کسی میں بھی کوئی حقائق ،تفصیل اور کیلکولیشن درست نہیں لگی تھی۔۔۔۔فائل میں بہت کم انکشافات تھے ۔جب وہ پہلی بار ہسپتال داخل ہوا تھا تو اس نے کئی بار خود کی کلائیوں کو کاٹ کر مرنے کی کوشش کی تھی یہاں تک کہ خود کو نقصان پہنچانے

کے لیے وہ جو کر سکتا تھا اس نے کیا اسی وجہ سے پہلے 6 ماہ اسے ٹو آن ون آبزرویشن میں رکھا گیا دو نرس میل ہر وقت اس کی ہر وقت نگرانی میں لگے رہتے تھے جو آخر کار ون ٹو ون آبزرویشن کے فارمولے تک پہنچ گیا عالیان نے باقی مریضوں اور یہاں کے عملے سے کوئی تعلق بنانے کی کوشش نہیں کی۔بلکہ وہ ان سے بلکل الگ اورکنارہ کش ہو گیا تھا ۔وہ اپنا زیادہ تر وقت تنہائی میں گزارتا تھا۔جب آپ کسی انسان سے تعلق بنانا نہیں چاہتے تو سب سے پہلے آپ اس سے بات چیت ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب آپ کسی کو جواب نہیں دیتے۔ بولنا پسند نہیں کرتے تو آپ خود بخود غائب ہونے لگتے ہیں لوگ آپ کو بھولنے لگتے ہیں ۔آپ کے موجود ہونے یا نہ ہونے سے پھر کسی کو فرق نہیں پڑتا عالیان بھی تیزی سے نظروں سے پوشیدہ اور اوجھل ہوتا جارہا تھا اب تک ایسی کوئی بات اس کے ہاتھ نہیں لگی جو اس کی دلچسپی اپنی طرف کھینچ سکے اچانک ایک ایسے واقعے نے اس کی توجہ اپنی طرف

مبذول کی ۔اس میں لکھا ہوا تھا کہ عالیان نے ایک مریض جس کا نام امام دین تھا اس پر تشدد کیا تھا اسے اتنی بری طرح پیٹا تھا کہ وہ ایک ہفتہ انڈر آبزرویشن رہا

وہ یہ جان کر زیادہ حیران ہوئی تھی کہ امام دین سب سے چھپ کر عالیان کے کمرے میں آیا تھا عالیان کے کمرے میں چیخوں و پکار سن کر جب تک سٹاف پہنچا تو عالیان وحشیوں کی طرح امام دین کے کندھے کو اک ہاتھ سے پکڑے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑے بغیر کسی وقفے کے دیوار پر مارے جارہا تھا امام دین کے سر سے خون کے فوارے بہنے لگے وہ درد اور تکلیف سے چلا رہا تھا خود کو بچانے کے لیے اس نے عالیان کے دونوں بازوؤں کو اپنے نوکیلے ناخنوں سے زور سے کھریدا اس کے بازو پر خارشوں کی موٹی اور باریک لکیریں ابھری مگر اسے جیسے کوئی اثر نہ ہوا ہوں وہ جنگلیوں کی طرح اس کا سر مارے ہی جارہا تھا یہاں تک کہ امام دین بے ہوش

ہوگیا ۔سٹاف نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ ان سے سنبھل نہ رہا تھا وہ قابو سے باہر ہوگیا تھا ان میں سے کسی ایک نے انجیکشن کی سوئی اس کی گردن میں گھسا دی ۔وہ وہی ڈھے ہوئے زمین پر گر گیا۔اس واقعے کے بعد عالیان کو باقی سارے مریضوں سے الگ رکھا جاتا تھا۔ دوسرے مریض بھی اس سے خوف کھاتے تھے ۔اس نے ایک دراز سے اک پوکٹ نوٹ بک نکالی اور اس پر امام دین سے ملاقات لکھ کر وہ کاغذ پھاڑ کر اب اس کے نیچے پوائینٹس نوٹ کرنے لگی۔اس نے

اپنے خیالات اور اہدافات کو لکھتے ہوئے عمل کا منصوبہ بنانے کی کوشش کی اگر اسے تہہ خانے کے راز تک جانا ہے۔۔۔تو اسے عالیان کے بارے میں سب کچھ جاننے کی ضرورت ہے وہ اسے ذاتی طور پر جانتی تھی مگر اس کی ذاتی زندگی کو اچھے طریقے سے نہیں جانتی تھی سب سے پہلے اسے عالیان اور ماہ جبین کے تعلق کو لکھا جس کو سمجھنے کی ضرورت تھی کہ آیا وہ ایک دوسرے سے واقع ہی

محبت کرتے ہیں یا صرف ظاہری شہرت کے لیے اپنا تعلق بنایا جو بھی تھا ان کا تعلق خوبصورت تھا جس کا اختتام انتہائی بھیانک تھا ان کا تعلق اک پہیلی بن گیا تھا وہ خود بھی اک پہیلی کی طرح کا سوال بن گیا تھا جو اپنی بیوی کو دردناک موت دینے کے بعد یوں ہونٹ سیئے بیٹھا ہے جیسے بولنا بھول گیا ہے دوسرے نمبر پر اس نے اس کی انوکھی پینٹنگ لکھی جس کا نام "ٹارٹاس" تھا یہ وہ پینٹنگ تھی جو اس نے قتل والی رات سے پہلے مکمل کی تھی۔ اس کی آرٹ گیلری میں ہونے والی ایگزیبیشن کا ماسٹر پیس ۔تیسرے نمبر پر اس نے لفظ بچپن لکھا۔وہ اس کے بچپن اور ماضی بعید کے رازوں کو کھوجنے کا سوچ رہی تھی اس کے خونی طیش ، قاتلانہ غصے کا اس کے ماضی سے ضرور کوئی تعلق ہے صرف چند منٹوں میں اس نے اپنی محبوب بیوی کو گولی مار دی۔ اور جب اس سے بھی سکون نہ ملا تو اس کے چہرے پر چاقو گرم کر کے نشان بنائے مقصد اسے مزید تکلیف پہنچانا تھا ۔ اس کی تکلیف کا انداز کرتے ہوئے ماہین کی روح

کانپ گی۔وہ اس کے بچپن کی بھیانک شکل دیکھنا چاہتی تھی اگر عالیان یہ راز خود نہیں اگل سکتا تو اسے ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اس کے بہت قریب ہو۔ قریب کا سوچتے ہی اس نے فائل کے صفحے آگے پیچھے کیے تو اس نے اس کے رشتے داروں اور اس کے ویزٹرز کی لسٹ دیکھی ان میں صرف نتاشہ صوفیان اور اس کے دادا برہان غازیان کا نام درج تھا مگر ان میں سے کوئی بھی اس سے کبھی نہیں ملنے آیا۔اس کا باپ جب اس کی عمر13,14 سال تھی ایک حادثے کا شکار ہو گئے اور

وفات پا گئے اس حادثے کا شکار عالیان بھی تھا مگر قسمت سے وہ بچ گیا تھا اس نے اس حادثے کے بارے میں سنا ہوا تھا مگر کبھی اس میں زیادہ دلچسپی نہ لی۔دوسرا رابطہ عالیان کی وکیل آئزل حسین شاہ کا نام تھا حیرت کی بات تھی اس نے ایک عورت کو اتنی بے دردی سے قتل کر دیا اور دوسری عورت اس کا دفع کر رہی تھی۔خیر اس نے سب سے پہلے اس کے خاندان والوں سے ملنے

کا فیصلہ کیا ۔باقی وہ سب بعد میں دیکھ لوں گی سوچتے ہی۔اس نے جلدی سے ایڈریس نوٹ کیا اور کاغذ پھاڑے کمرے سے نکل گئی

ہاں تو کیا پلان ہے تمہارے ،کتنے دن رہو گئے وہ آنا کی پیلٹ میں پراٹھا رکھتی ہوئی اپنے سامنے بیٹھے شخص سے مخاطب تھی جو چائے میں پراٹھا ڈبو ڈبو کے مزے سے کھا رہا تھا ۔واپس نہیں جاؤں گا استعفیٰ دے چکا ہوں میں نوکری سے۔۔۔۔ اپنا کاروبار شروع کرو گا۔اس کی بات سن کر سب نے حیرت اور تعجب سے اسے دیکھا اس نے نظر اٹھا کر کسی کی طرف نہ دیکھا اسے جیسے سب کے ردعمل کا پہلے سے ہی معلوم تھا وہ جو آگ بگولا ہوئے اس سے کچھ پوچھنے لگی تھی اس کے شوہر نے اسے تحمل کا مظاہرہ اختیار کرنے کا اشارہ کیا کیسا کاروبار ۔کیا یہ پہلے سے پلان تھا تمہارا۔۔۔۔تم کیا آنے سے پہلے ساری

منصوبہ بندی کر کے آئے تھے۔۔۔۔۔وہ آرام اور تحمل سے ایک ایک کر کے اس سے سوال پوچھ رہا تھا ۔جی ہاں کار ورک شاپ ۔سب پہلے سے ہی طے کر کے آیا ہوں اپنے اک دوست کے ساتھ شروع کروں گا اس کا لہجہ بھی نارمل ہی تھا

یعنی تم فوج کے کمانڈو کی نوکری چھوڑ کر مکینک بنوں گے۔زرتاشہ جو کب سے غصہ دبائے ہوئے تھی چلا کر بولی ابراق نے آنا کے کانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور اسے اٹھا کر لے گیا۔

"زری" اس نے آرام سے کہا

"آپی" اس نے ناگواری سے اس دیکھا

""آپی" وجی نے چبا کر کہا

NOVEL HUT

آپی میرا وہاں دل نہیں لگتا مجھے بے سکونی ہوتی ہے میرا دم گھٹتا ہے میں وہاں واپس نہیں جاؤں گا مجھے پلیز یہاں رہنا ہے مُجھے آپ لوگوں کے ساتھ رہنا ہے وہ کہتے کہتے رو دینے کو آگیا۔

یعنی اتنا عرصہ نوکری کرنے کے بعد اب تمہیں لگ رہا ہے کہ تم ہمارے بغیر نہیں رہ سکتے تم تو گھر تک نہیں آتے اپنے دوستوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے ہم تمہاری شکل دیکھنے کو ترس جاتے تھے تم تو بڑے جوش سے کہتے تھے کرنل بن کر ہی آؤں گا میں ابا جی کا خواب پورا کروگا اب کہہ رہے ہوں نوکری چھوڑ آیا ہوں واپس نہیں جاؤں گا ورک شاپ کھولو گا عقل چلان کر آئے ہو کیا وہ غصے سے پھنکاری۔۔۔

" ہاں کرآیا ہو چلان ۔مہنگی بِک رہی تھی سوچا اس غریبی میں چار پیسے ہاتھ آجائیں گے" وہ ہنوز سا مسکرا رہا تھا وجی بکواس نہ کرو۔تم ایسے میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے۔تم تو کہتے تھے۔تم ہارنے والی بازی کبھی نہیں کھیلتے۔تم

اب میدان سے پیٹھ دیکھا کر بھاگ رہے ہوں تم اپنے فریضے سے دھوکا کررہے ہوں۔ وہ اسے اب کی بار تھوڑے آرام سے سمجھا رہی تھی

میں نے کبھی پیٹھ نہیں دکھائی ۔وہ بھی چلا اٹھا۔اللہ کی قسم آپی میں نے ہمیشہ اپنی ہمت اور جرت سے بڑھ کر اپنے فریضے کے لیے کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس فریضے کے لیے نہیں بنا ۔ میرا اپنے لیے کیا گیا انتخاب غلط ثابت ہوا اگر آپ کو میرا آنا اتنا برا لگ رہا ہے تو میں اپنا کہیں اور بندوبست کر لوں گا۔۔۔۔وہ کرسی سے اٹھتا بولا ۔۔۔۔ ویسے بھی آپ بہت annoying ہے۔جب کوئی آپ کو چھوڑتا ہے تو آپ غصہ کرتی ہے جب کوئی آپ کے قریب آپ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو آپ غصہ کرتی ہے آخر آپ چاہتی کیا ہے۔۔وہ غصے سے بغیر کچھ سوچ سمجھے بولتے جاریا تھا جب اسے سمجھ آیا وہ کیا بول گیا ہے تو خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔وہ پیچھے دم باندھے بیٹھی رہی اب کھانے کی میز پر کوئی نہیں تھا سب چلے گئے تھے وہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔آنسو

اس کی آنکھوں سے بے اختیار بہنا شروع ہو گے ہلکی ہلکی ہچکیاں اس خالی ڈائنگ ٹیبل پر گونج رہی تھی اسے اپنے آپ کے پیدا ہونے پر۔۔۔۔اپنے ماضی میں کی گئی اپنی غلطیوں پر غصہ اور افسوس ہورہا تھا لوگ اسے آج بھی اس بارے میں طعنے دیتے تھے اس کے غلط انتخاب پر اس کے کیے گئے غلط فیصلوں پر وہ چاہے جتنا بھولنے کی کوشش کرتی آگے بڑھنے کی کوشش کرتی لوگ اسے واپس پیچھے دھکیل ہی دیتے تھے۔اسے ہمیشہ وہ سب بار آور کروانے کی کوشش کروائی جاتی جو اس نے ماضی میں کیا

بڑے سے ہال میں وہ صوفے پر ادب و احترام سے بیٹھی ہر شے کو غور سے دیکھ رہی تھی ہال کی ہر شے بڑی نفاست اور خوبصورتی سے سجائی گئی تھی جیسے

اس گھر میں رہنے والے کو آرٹ کی بڑی پرکھ ہے کھڑکیوں پر ہلکے جامنی رنگ کے پردے جس میں سفید رنگ کی کلیاں بنی ہوئی تھی دیوار پر ایک بڑا سا عمدہ اور خوبصورت شیشہ لگا ہوا ۔میز کے اوپر ایک واس پڑا ہوا تھا جو بڑا منفرد قسم تھا وہ اس طرح کا بنا ہوا تھا کہ اس کی طرف صرف دیکھ کر ہی کہ لوگ کھنچے چلے جاتے تھے وہ بھی اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔اچانک اسے اپنے پیچھے کھڑے وجود کی آہٹ کا احساس ہوا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہ حیرت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی

"کون ہو تم لڑکی میں نے تو آج تک تمہارا ذکر نہیں سنا"۔۔۔وہ عورت یہ کہہ کر اندر داخل ہوئی تھی وہ نتاشہ یعنی عالیان کی سوتیلی ماں کی کسی دوست کی بیٹی کا کہہ کر آئی اندر داخل ہوئی تھی ہے جو ان سے کوئی فیور مانگنے آئی ہے ۔"جی وہ میں ایک ڈاکٹر ہوں" وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی اچھی بات ہے مجھ سے کیا چاہتی ہوں وہ پروقار رعب و دبدبہ رکھنے والی عورت تھی یہ بات اس

کے لہجے سے ہی نظر آرہی تھی۔۔۔۔ نہیں وہ اصل میں ۔میں ایک تھراپسٹ ہوں وہ ہچکچا رہی۔۔"بی بی مقصد بتاؤ ۔۔۔۔میرے پاس سارا دن نہیں ہے ۔۔۔اب کی بار اس کے لہجے میں گرج تھی ۔۔۔جی نہیں ایسا نہیں ہے میں اصل میں عالیان کی تھراپسٹ ہوں اس کی ریکوری کے لیے مجھے کچھ معلومات چاہیے وہ ابھی اپنی بات جاری کر رہی تھی کہ نتاشہ عالیان کا نام سن ہی طیش میں آگئی۔کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا اس گھٹیا ،جنگلی انسان سے، کلموہا کہیں کا ،اپنی ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ مر گیا میرا شوہر بھی مار دیا اور پھر اپنی بیوی کو بھی قتل کر دیا ظالم انسان ۔میرے دل میں ایسے شخص کے لیے کوئی ہمدردی نہیں ۔جس نے صرف ظلم ہی ڈھائے ہو۔میں تو چاہتی ہوں وہ ہمیشہ انھی اندھیروں میں رہے اور وہی مر جائے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔اس کے حوالے سے بتانے کے لیے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے تم جا سکتی ہوں۔۔نتاشہ اسے جھڑکتی باہر کا رستہ دیکھایا۔ آپ میری بات سمجھ

نہیں رہی ہے وہ ابھی کہہ رہی تھی کہ زکیہ۔۔۔۔۔۔۔ زکیہ۔۔۔۔ نتاشہ نے چلا کر اپنی میڈ کو بلایا جو دوسری آواز پر ہی حاضر ہوگی۔جی میڈم ۔۔زکیہ مؤدب سی ہوکر بولی ۔۔۔اس لڑکی کو لے جاؤ اور آئندہ کسی کو بھی میری اجازت کے بغیر گھر میں آنے نہ دینا۔۔۔۔وہ جاہ و جلال سے کہتی وہاں سے چلی گئی ماہین کا دماغ یکدم بند ہوگیا۔۔۔۔۔اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کریں لیکن جیسے ہی زکیہ نے اسے پکارا اس کے دماغ کی بتی جلی اس نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ زکیہ کو دیکھا آخر مالکوں کے راز نوکروں سے زیادہ بہتر طریقے سے کون جان سکتا ہے۔آپ مجھے مسٹر غازیان کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے مجھے لگتا ہے انہیں کسی نے پھنسایا ہے وہ ایسا شخص بلکل نہیں لگتا جو کسی کو قتل کریں۔۔۔وہ بھی مؤدب سی ہوکر زکیہ کی طرف دیکھتی بولی۔۔۔آپ اپنا وقت مجھ جیسی ایماندار پر ضائع کررہی ہے میں کچھ نہیں پتاؤ

گئی۔۔۔زکیہ ہاتھ دیکھاتی بولی۔۔۔ایماندار ماہین نے سوچتے ہوئے اپنے.بیگ سے 5000 کا نوٹ نکال کر دیا اس کو دیکھا دیا

جسے اس نے میسنا سا مسکرا کر پکڑتے بولی۔۔خیر اب کسی کی بھلائی ہوں اس میں تو کیا کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔عالیان صاحب تو بڑے پر سکون تربیت کے مالک تھے لوگوں سے گھلنا ملنا اتنا پسند نہیں کرتے تھے مگر اچھی تربیت کے مالک تھے شروع میں ہی ماں سے علیحدہ ہونے کے بعد اکیلے رہتے تھے سارا سارا دن رات روتے رہتے تھے چونکہ کوئی پیار دلاسا دینے والا نہیں تھا خود ہی تھک ہار کر چپ ہوجاتے تھی صاحب بھی رات کو لیٹ آتے تھے وہ سیدھا اپنے کمرے میں ہی چلے جاتے تھے میڈم نے خاص طور پر ہم نوکروں کو تلقین کی تھی کہ اس سے دور رہے بس ہم دور رہ گئے وہ اپنے باپ سے بہت نفرت کرتے تھے ان کے خیال میں ان کے باپ کی وجہ سے ان کی ماں ان سے الگ ہوئی تھی ہائے اللہ جی سچ میں وہ قیامت برپا کردینے والا تھا ہرطرف رونا

دھونا چیخ و پکار تھی دیکھ کر کسی ظالم کا دل کا بھی نرم پڑ جائیں پر برہان آغا صاحب تو مانو پتھر رکھے ہوئے ہیں۔۔۔۔ "تم یہی تھی اس دن جب یہ سب ہوا" زکیہ ایسے بولی جا رہی تھی جیسے کوئی رٹا رٹایا سبق سنا رہی ہو ماہین کے ٹوکنے پر منہ بسورتی اس کی طرف ناگواری سے دیکھا ماہین آگے سے مسکرا دی نہیں نہیں میں تو بہت بعد میں آئی یہ بس تو ادھر اُدھر سے معلومات اکھٹی کی اس نے بھی اکتا کر کہا ڈرامے تو ایسے کر رہی تھی کہ جیسے یہی تھی اور یہ سب آنکھوں سے اس وقت دیکھا ڈرامے باز نہ ہو تو اُور ایکٹینگ کی دکان نہ ہو تو وہ اسے گھورتے ہوئے سوچ رہی تھی ۔۔۔اچھا تو ان کی ماں سے ان سے رابطہ کبھی نہیں ہوا کیا۔عالیان کے بابا ان کا تعلق عالیان کے ساتھ کیسا تھا اور ان کی موت کے حوالے سے تمہیں کچھ معلوم ہے کیا۔۔۔۔وہ ابھی اور سوال پوچھنے والی تھی کہ زکیہ نے ایک ہاتھ کھڑا کر دیا جیسے کہہ رہی ہوں بس ۔۔اور پھر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی آگے کی ماہین نے اسے چونک کر دیکھا پھر

کوفت سے 1000 کا نوٹ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو وہ بھی بولنا شروع ہوئی۔۔۔۔پھر کیا ۔ماہ جبین صاحبہ سے شادی ہوگی بڑے خوش تھے آہستہ آہستہ زندگی معمول پر آنے لگی ماہ جبین صاحبہ اپنے کام میں مصروف ہونے لگی سارا سارا دن گھر سے باہر رہنا پھر رات گئے نشے میں دھند گھر آنا ۔عالیان سر شروع شروع میں تو انتظار ہی کرتے رہتے تھے انہیں ان کے کام سے مسئلہ نہیں تھا بس رات کو لیٹ آنے سے مسئلہ تھا۔۔۔۔اک منٹ میں نے تم کچھ اور پوچھا ہے تم مجھے کچھ اور بتا رہی ہوں تم اپنی مرضی سے ایسے کچھ بھی نہیں بتا سکتی۔۔وہ جو اپنی ہی دھن ہی رٹی رٹائی کہانی پھر سے سنا رہی رہی تھی یکدم خاموش ہو گئی اب کی بار اس نے پھر ناگواری سے ماہین کو دیکھا اور ہیلو باجی۔۔۔ زکیہ پیسوں کے لیے کچھ نہیں کرتی ۔جو کرتی ہے اپنی مرضی سے کرتی ہے اور آپ کے یہ دو نمبر نوٹ مجھے چاہیئے بھی نہیں ۔مگر یہ جو میں نے اپنی انرجی ویسٹ کی ہے ناں تو بولنے پر۔۔۔ وہ بھی تو پوری کرنی ہے

آپ نے بھی تو اپنی مرضی سے 5000 سے سیدھے 1000 کا نوٹ پکڑا دیا ہے میں نے کچھ کہا آپ کو ۔۔نہیں نہ ۔۔۔تو میری بھی مرضی ۔۔۔جیسے مرضی سناؤ۔۔۔آپ کو کیا۔۔۔اب مجھے روکنا نہ میں برا مان جاتی ہوں زکیہ سہی معنوں میں ماہین کو جھاڑتے ہوئے بولی وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کے مزاج مہربانیوں والوں اور کام نوکرانیوں والے تھے۔۔۔۔آئی بڑی عمر حیات کی دارز سے مانگوائی گئی فیک کاپی ۔۔۔اس نے بھی طنزیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔تو میں کہا تھی کچھ سوچتے زکیہ نے دوبارہ اپنی بات جاری کی بس پھر دن رات ان کی لڑائیاں شروع ہوگئی محبت نفرت میں بدلتی گئی اور کبھی کبھی اتنا ایک دوسرے سے ناراض اور غصہ ہوتے کہ ایک دوسرے کو قتل کردے گے اب پھر دیکھے ان میں کوئی ایک مر ہی گیا ناں تو دوسرا سانسیں لیتا ہوا مردہ حالت میں ہے۔۔۔وہ دکھی آتمہ کی طرح اداکاری کرتے بولی۔۔ مگر میں نے سنا ہے کہ عالیان خود بھی لیٹ نائٹنگ کرتا تھا تو پھر

اسے ماہ جبین سے کیوں مسئلہ تھا ۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی یہ تو شادی سے پہلے ہی کی بات تھی شادی کے بعد تو عالیان صاحب بلکل بدل گے نشہ چھوڑ دیا غصہ پر بھی قابو پانے لگے ہر بری عادت چھوڑ دی۔۔۔زکیہ فٹیک سے بولی۔۔۔ ہمم تو اس نے ماہ جبین کی صحبت میں میں خود بدلنے کی کوشش کی وہ سوچتے ہوئے آہستگی سے بھڑ بھڑا رہی تھی جسے زکیہ نے سن لیا تھا نہیں ۔۔نہیں ماہ جبین تو خود یہ سب خوشی سے کرتی تھی اور عالیان صاحب کو کہیں بار اپنے ساتھ لے کر جانے کی کوشش کی کرتی تھی مگر وہ خود ہی منع کر دیتے تھے اس نے سرگوشی سے کہا جیسے یہ کوئی بڑا قیمتی راز تھا

تو عالیان کے اندر شادی کے بعد مثبت عادتیں آئی تھی ۔ تمہیں پکا پتا یہ سب شادی کے بعد ہوا تھا مجھے نہیں پتا یہ تو میں نے ادھر اُدھر سے سنا ہے

تمہیں کچھ خود سے ذاتی طور پتا بھی ہے یا نہیں۔۔۔۔ایک تو تم اندر اندر سے باتیں نکال کرپتا رہی تھی جن کا کوئی سر پیر نہیں نہیں مل رہا اوپر سے کتنی مکاری سے پیسے مار لیے تم نے مجھ سے وہ اس کی بیکار کی باتوں سے اکتا چکی تھی وہ چلا کر بولی ابھی زکیہ کچھ کہنے لگی تھی کہ وہاں اک اور میڈ آگئی وہ ماہین کے چلانے کی آواز سن کر وہاں آئی تھی اس کو دیکھتے ہی دونوں بھیگی بلی بن کے ادھر اُدھر دیکھنے لگی گی۔زکیہ اسے بازو سے کھینچتے وہاں سے اپنے ساتھ باہر لے گی وہ ابھی باہر دروازے پر پہنچی تھی کہ زکیہ نے اسے پیچھے آواز دی۔۔۔"سنیے میڈم"۔۔۔اگر آپ کو عالیان صاحب کے بارے میں زیادہ معلوم کرنا ہے تو ان کی وکیل صاحبہ سے رابطہ کریں انھیں اس کیس کے بارے میں مجھ سے زیادہ اورپکی خبریں ہوگئی انھوں نے ہی یہ کیس بند کروانے پر زیادہ زور دیا تھا سچ میں یہ کیس عالیان کی وکیل نے بند کروایا تھا مگر کیوں ۔اگر اسے یہ کیس لڑنا نہیں تھا تو پھر لیا ہی کیوں تھا اس نے۔۔۔ وہ یہی سوچ رہی کہ چوکیدار

نے اسے آواز دی میڈم جلدی جائیں مجھے دروازہ بھی بند کرنا ہے ۔کیا ہے یہاں سب اتنے عجیب کیوں ہے۔۔۔۔ اب سمجھ آئی عالیان پاگل کیسے ہوا وہ افسوس سے چوکیدار کو دیکھتے دروازے سے نکل گی

چھوٹے سے مستطیل نما کمرہ جو مکمل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا جیسے ہی دروازہ کھولا باہر کی روشنی سے کمرہ تھوڑی حدود تک روشن ہوگیا ایک شخص جس نے کالے بوٹ اور کالے رنگ کا ہی لمبا سا کوٹ پہن رکھا تھا جو اس کے ٹخنوں تک اسے کور کیے ہوئے تھا ہاتھ میں ٹارچ پکڑے وہ اندر داخل ہوا ۔ ٹارچ کا رخ سامنے دیوار کی طرف تھا دیوار پر جگہ جگہ تصویریں لگی ہوئی تھی وہ بڑی

خوفناک تصویریں تھی جیسے کسی کو بےدردی سے قتل کرنے کے بعد لی گئ ہو۔ اس شخص نے دیوار پر لگی تصویروں میں سے ایک تصویر اتاری ہر تصویر نمبر اور تاریخ لکھی ہوئ تھی وہ تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا وہ ایک عورت کی تصویر تھی جس کو گولی مارنے کے بعد اس کے چہرے پر گرم چاقو سے نشان بنائے ہوئے تھے کچھ سوچتے اس نے تصویر کو واپس لگایا اور دروازہ بند کرتا واپس چلا گیا کمرہ پھر سے اندھیروں میں ڈوب گیا

ہوا میں چاروں طرف گولیوں کی آوازیں گونج رہی تھی فوجی ایک ایک کرکے دہشت گردوں کو مارتے آگئے بڑھ رہے تھے۔۔۔جبکہ دوسری طرف سے فائرنگ جاری تھی کچھ ان کی گولیوں سے زخمی اور کچھ شہید ہو رہے تھے زمین

پر چاروں طرف لاشیں پڑی ہوئی تھی۔۔۔۔تھوڑی دیر میں دو فوجی معائنہ کرنے کے لیے آئیں"بس اتنے ہی تھے ناں "چاروں طرف لاشوں کو دیکھتے اس نوجوان نے پوچھا جو منہ پر ماسک چڑھائے ہوئے تھا۔"جی کمانڈو' اس نے احترام سے کہا ۔۔"چلو دیکھتے ہیں سکندر لوگوں کی ٹیم کہاں تک پہنچی ہے"۔۔۔وہ آگے بڑھ گیا ۔اس کا ساتھی اس کا ساتھ دیتے ہوئے اس سے پیچھے ہاتھ میں بندوق پکڑے چوکنا ہو کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔دوسری جانب دو نوجوان آرمی کا لباس پہنے سگریٹ پی رہے تھے اور ساتھ ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔۔۔ "ماشاءاللہ آج میں نے آپ سے زیادہ دہشت گرد مارے ہیں گنتی کرے گے تو بھول جائے گے"۔۔۔ وہ نوجوان کوئی بائیس تئیس سال کا تھا جو ہنس ہنس کر اپنے کیپٹن کو اپنے کارنامے پتا رہا تھا۔۔۔آج تمہاری قسمت اچھی ہے۔۔وہ مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔کہاں اچھی ہے اگر اچھی ہوتی تو شہید ہوتا۔۔۔اس نے بوجھے

ہوئے دل سے کہا۔۔۔شہادت کا رتبہ اعلیٰ ہے مگر غازی بھی اپنا الگ مقام ومرتبہ رکھتے ہیں اس نے مسکراتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا جی آپ نے صحیح کہا۔۔اس نے شرمندگی سے کہتے سامنے بلڈنگ کی طرف دیکھا جو کئی سالوں سے ویران اور بیاباں میں رہنے کی وجہ سے اپنی خوبصورتی کھو بیٹھی تھی جس کے سامنے اور اندر باہر لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی تھی اچھا میں کمانڈر کی خیر خبر لے کر آتا ہوں۔

یاد رکھنا بچے آج تمہاری قسمت اچھی ہے پیچھے سے کیپٹن نے چلا کر کہا تو اس نے دور سے سلیوٹ بھیجا۔وہ اندر پہنچا تو کمرے میں جگہ جگہ لاشیں پڑی ہوئی تھی دیکھنے سے وہ کوئی دہشت گرد نہیں لگ رہے تھے وہ عام شہری لگ رہے تھے جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا گولی کی آواز کمرے میں گونجی۔ایک عورت زمین پر گری۔۔۔گولی اس کے سر پر لگی تھی۔اس کے ساتھ ہی ایک مرد تھا اس کو بھی گولی سر پر ماری گئی تھی وہ دونوں زمین پر گرے پڑے تھے یہ منظر

دیکھ کر وہ خوف اور دہشت سے اپنے کمانڈر کو دیکھ رہا تھا جس نے ان دو معصوم اور عام شہریوں کو اپنی درندگی کا نشانہ بنایا تھا ۔سر یہ سب ۔۔۔ ابھی وہ لب بیچے بول رہا تھا ۔کہ اس کا ساتھی کیپٹن جس کو وہ باہر چھوڑ کر آیا تھا اسے اس کی آواز سنائی دی ۔۔۔ ارے تمہیں ہمارے تہہ خانے میں چھپا راز معلوم ہوگیا ۔۔۔۔تم صحیح جگہ پر غلط وقت پر پہنچے ہوں برخوردار ۔ مگر تہہ خانے کے راز تہہ خانے میں ہی رہے تو سب کے لیے اچھا ہے اس نے اپنی بندوق نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھی ۔وہ سانس روکے اپنے سامنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا جو اس کے اچھے برے وقتوں کا ساتھی تھا ۔میں نے کہا تھا ناں بچے تمہاری قسمت آج اچھی ہے ۔وہ بھیانک چہرے پر شیطانی مسکراہٹ لیے اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے خوف سے دور کھڑے کمانڈر کو دیکھا وہ بھی پاگلوں کی طرح بس مسکرائے جارہا تھا جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تمہارا دن آج ہی ہے خدا نے آج کے دن ہی تمہارے لیے شہادت کا درجہ چنا ہے

کہتے ہی اس نے ٹریگر دبایا کمرے میں ڈھاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی آواز چاروں کونوں سے ٹکرائی وہ نوجوان ادھر ہی زمین پر ڈھے گیا۔۔گولی کی آواز سن کے دو اور نوجوان کمرے میں بھاگتے ہوئے آئے۔سامنے کمرے میں لاشوں کا ڈھیر دیکھ کر وہ دونوں سکتے میں آگے۔۔الیاس کیا رپورٹ میں عام شہریوں کا ذکر تھا۔

نہیں سر اس نے فوراً جواب دیا۔

اس نے طیش بھری نظروں سے اپنے ساتھ کھڑے الیاس کو اور پھر ان دونوں کو دیکھا جو پہلے سے ہی کمرے میں موجود تھے۔۔وجی یہ عام شہری نہیں ہے یہ بہروپیے ہے جو عام شہریوں کے روپ میں ساری واردات کرتے تھے اگر شہری ہوتے تو رپورٹ میں لکھا ہوتا ۔۔ہمیں پہلے ہی بتا دیا جاتا۔۔۔اس نے سمجھاتے ہوئے اپنے ساتھی کو دیکھا جو ابھی بھی صرف مسکرائے جا رہا

تھا اب کی بار اس کا رخ وجی کی طرف تھا جو غصے کو ذبت کیے اسے ہی گھور رہا تھا

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب بھی تم لوگ میرے ساتھ ہوتے ہوں ہمارے کمانڈ میں کسی شہری کی رپورٹ نہیں ہوتی ہاں۔۔۔لیکن آخر میں وہ مردہ ملتے ہیں ۔۔۔اس نے غصہ دبائے لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ایسا نہیں ہے یار تم زیادہ سوچ رہے ہوں چلو سکندر ہم چلتے ہیں رپورٹ بھی دینی ہے سکندر ایسے ہی پاگلوں کی طرح مسکراتا اس کے ساتھ چلا گیا۔سر اب ہم کیا کرے گے ۔۔پیچھے اس کے ساتھ رہ جانے والی نوجوان ساتھی نے کہا

مجھے نہیں پتا۔۔۔۔وہ ساتھی کی لاش پر بیٹھے اس کی آنکھیں بند کر رہا تھا۔

کمرے میں ہر کوئی آج کی واردات پر مقدمہ لیے بیٹھے تھے کمرے کے اندر ہی ایک چھوٹا سا جیل خانہ بنا ہوا تھا جس کے اندر سکندر بیٹھا ہوا تھا دوسری طرف آرمی چیف ،جنرل ڈائریکٹر،اٹارنی چیف سیکرٹری بیٹھے ہوئے تھے جن کے سامنے ایک پروسیکیوٹر لائیر کھڑا تھا جبکہ ان کے سامنے وجدان ذوالفقار فوج کی وردی پہنے ہوئے کٹھرے میں کھڑا تھا اس کے پیچھے اس کے ساتھی دوست تھے جو مشن سے بچ گئے تھے۔۔۔۔"تو کیا آپ بتائے گئے وہاں کیا ہوا تھا آپ کے مشن کے دوران معصوم شہری بری طرح مردہ حالت میں ملے ہے۔۔۔ کیا وہ وہاں پہلے سے ہی موجود تھے یا پھر یہ سب اس شخص کی کارستانی ہے جو اس وقت جیل میں بیٹھا ہوا ہے ۔۔۔کمرے میں صرف پروسیکیوٹر لائیر کی بھاری اور مردانا آواز گونج رہی تھی اس نے جیل میں بیٹھے سکندر کی طرف اشارہ کیا جو ابھی بھی پاگلوں کی طرح مسکرائے جارہا تھا وجدان خاموش رہا وہ سوچ رہا تھا کیا کہے اس کے ذہن پر بار بار سکندر اور اس

کے ساتھ جڑی یادیں دستک دے رہی تھی وہ سوچ رہا تھا کیا کریں۔۔۔ کیا کہے۔۔۔ پروسیکیوٹر اب اس کے سر پر کھڑا چلا رہا تھا کمرے میں باقی لوگ خاموش تھا۔۔۔۔نہیں ہمیں اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔۔۔۔ہمارے پاس ان کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں تھی۔۔۔ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی وہ سارے شہری ہلاک ہو چکے تھے ان شہریوں کو دہشت گردوں نے ہی ہلاک کیا تھا جیسے ہی اس نے کہا اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ اس کی آواز ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے پر کیوں کیا سکندر اسے اپنی قوم سے زیادہ عزیز ہے کیا۔۔۔ان کی دوستی جیت گئی اور اس سے اپنی قوم سے محبت ہار گئی۔کمرے میں چاروں طرف خاموشی چھا گئی ججوں نے سکندر کے حق میں فیصلہ دیا۔۔۔۔پراسکیوٹر لائیر نے وجی کو افسوس سے دیکھا۔۔۔۔

سکندر تم نے ایسا کیوں کیا تم ہمیشہ ایسا کیوں کرتے ہوں تمہیں مشن کے وقت ہو کیا جاتا ہے جیسے تم سکندر نہیں کوئی اور ہی مخلوق بن جاتے ہوں وہ اب دونوں اپنے کمروں میں اکیلے تھے انھیں چھٹیاں ہوگئی تھی تو وہ دونوں پیکنگ کررہے تھے

اب کی بار کہاں جانے کا منصوبہ بنایا وجی ۔۔۔ سکندر اس کی بات کو نظر انداز کیے مسکرا کر بولا اس کی بار اس کی مسکراہٹ ڈراؤنی نہیں تھی وہ نارمل مسکان تھی میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں سکندر اس نے اسے پکڑ کر زور سے دیوار سے لگایا ۔

میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں سکندر وہ چلا کر بولا ۔۔۔"تم ابھی تک اسی بات پر ہوں میں نے نہیں مارا اسے" ۔۔۔۔وجی نے غصے سے اسے تھوڑا اور دیوار کی طرف دھکیلا ۔۔تم نے دیکھا ۔۔ نہیں ناں ۔۔ تو مسئلہ کیا ہے تمہارا

۔۔ویسے بھی وہ تمہارے رشتے دار یا عزیز تھوڑے تھے جو تمہیں ان کی اتنی تکلیف ہورہی ہے چِل کرو یار۔ مشنز پر ایسا ہو جاتا ہے اب ہر بار ہم سب کو نہیں بچا سکتے ۔۔ہم خدا نہیں ہے سکندر نے بھی زور سے اس کا ہاتھ پکڑ کر پرا دھکیلا اور واپس پیکنگ کرنے لگا۔۔۔تمہاری بھابھی تمہیں یاد کررہی تھی کہہ رہی تھی وجی کو ضرور لے کر آوں چلو گئے میرے ساتھ ۔۔۔وہ وجی کو آئبرو اچکائے پھیکی مسکراہٹ سے دیکھ رہا تھا میں تمہارے پاگل پن سے تنگ آگیا ہوں وجی نے سکندر کے ہاتھ سے کپڑے کھینچ کر بستر پر پٹخے "تم ایسے کیوں ہوں سکندر ہاں تم نے ایسا کیوں کیا جواب دو۔ہم۔خدا نہیں ہے سکندر ہم کسی کی یوں جان نہیں لے سکتے ۔وہ اس سے نارمل لہجے میں بات کرنے کی کوشش کررہا تھا جبکہ سکندر اسے اور اس کی باتوں کو مکمل طور پر نظر انداز کیے صرف پیکنگ کررہا تھا تم نے میرے سر میں درد کر رکھا ہے تمہارے ساتھ رہنے سے اب مجھے گھٹن ہوتی ہے۔۔۔تمہاری وجہ سے میں نے اپنے فریضے کو دھوکا

دیا ۔تم نے مُجھے دھوکا دیا ۔ وہ غصے سے اس طرح پھنکارا اس کے دماغ کی نسیں واضح ہوگئی مانوں یوں ہی پھڈ جائیں گی ۔ سکندر اب بھی اسے اسے مسکرائے دیکھ رہا تھا جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔میں نے تم سے کہا تھا میرے ساتھ رہنا کچھ غلط نہ کرنا مگر نہیں تمہیں تو وہی کرنا ہے جو تمہیں آتا ہے وائلینس وجی نے چبا کر کہا تو سکندر نے اس بار اسے ناگواری سے دیکھا۔ تم ایک درندے ہوں وحشی ہوں جانور ہوں تم۔ یہ فریضہ کیوں چنا تم نے ہاں۔ وجی نے اس کو دھکا دیا ۔ کیا ملتا ہے تمہیں معصوم لوگوں کو مار کر۔۔۔اس کی چیخوں و پکار پورے کمرے میں گونج رہی تھی وہ بغیر سانس لیے ایک ساتھ ہی اتنا کچھ کہہ دیا اس نے سانس لینے کے لیے وقفے لیا تم نے کیوں چنا یہ فریضہ کیا ملا تمہیں یہ چن کر ۔آخر کما کیا لیا تم نے اس سے۔ سکندر نے سرد لہجے سے آنکھوں میں اک پاگل پن لیے کہا۔۔۔میں نے کیوں چنا ہاں۔ جب میں اپنے

ملک یا اپنی قوم کے لیے کوئی فریضہ انجام دیتا ہوں تو مجھے خوشی ملتی ہے سکون ملتا ہے مجھے۔۔۔۔وجی آرام سے بولا

مجھے بھی سکون ملتا ہے جب میں کسی کو مارتا ہوں جب وہ چیختے ہیں چلاتے ہیں روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں منتیں کرتے ہیں۔میں نے اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کو مارا ہے پھر مجھے میرے دوست نے مشورہ دیا کہ فوج میں چلے جاؤ۔اپنے اس جنون کو اپنی قوم کی خدمت میں گواوں۔میں نے بہت سے برے لوگوں کو مارا ہے میں ہمیشہ کمانڈ کی پہلی فرست میں پہلے نمبر پر ہوتا تھا وہ لوگ میری آنکھوں میں دیکھتے ہی ڈر جاتے تھے۔پر مجھے مزہ

نہیں آتا سکون تو ملتا تھا۔۔سکون لینے میں اور مزے اور لطف لینے میں فرق ہوتا ہے پتا ہے ناں۔۔۔وجی سانسیں روکے اور جامد آنکھوں سے اسے سن اور دیکھ رہا تھا جو ایسے بات کررہا تھا جیسے بڑا کوئی مارکہ ماررہا تھا۔۔۔۔جب کوئی انسان بھوکا ہوں اور اسے کچھ کھانے کو مل جائے تو تو اسے تسکین ملتی

ہے سکون ملتا ہے مگر اگر وہی کھانے کی چیز بدذائقہ ہو تو اسے کھانے سے لطف نہیں آتا۔میرے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔یہ میری خوراک ہے جب تک میں کسی معصوم کو نہ مار لوں مجھے مزہ نہیں آتا۔۔وہ روتے نہیں تھے گڑگڑاتے نہیں تھے۔مجھے اس کام سے سکونت نہیں بیزاری ہورہی تھی پھر میں نے ایک مشن پر عام شہری کو مارا کو۔۔۔آ۔۔۔۔اس نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔تمہیں لگتا ہے میں نے یہ فریضہ قوم کی خدمت کے لیے اپنایا ہے مگر حقیقت میں نے یہ لوگوں کو مارنے کے لیے چنا تھا۔اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور کمرے سے نکل گیا۔۔۔

پیچھے وجی کو سانس نہیں آرہی تھی اس نے لمبے لمبے سانس لینے شروع کردیے اور دراز سے ایک پیپر نکال کر اس پر اس نے اپنا Resignation letter لکھنا شروع کر دیا۔وہ اب اور اس فریضے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اس نے نظریں اٹھا کر دیوار پر لگے شیشہ میں اپنا عکس دیکھا اس کی آنکھیں کی سرخی اس

کے آنکھوں میں موجود غصے اور دکھ سے بھرے ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔اس نے سیدھا مکا شیشہ کو دے مارا اور زور سے چلایا اس پر دھاڑیں پڑ گئی اس کے پپوٹوں سے خون رسنے لگا۔وہ اپنی آنکھوں سے آنکھیں نہیں ملا رہا تھا اسے دکھ ہورہا تھا کہ اس نے سکندر جیسے انسان کے ساتھ دوستی کیوں کی۔اس نے فیصلہ کر لیا تھا وہ اب یہ نوکری نہیں کریں گا وہ اور لوگوں کا خون اپنے اوپر نہیں لے سکتا وہ اس فریضے کے قابل نہیں ۔۔وہ جنونیوں کی طرح کاغذ پر بس لکھتا جارہا تھا

NOVEL HUT

کھانا لگ گیا ہے اس کی ماں نے کیچن سے اسے آواز لگائی۔تو نو دس سال کا بچہ خاموشی سے دروازے سے نمودار ہو کر فوراً ہی کرسی پر بیٹھ گیا "باقی سب کہاں ہے" اس نے چمچ کو پلیٹ میں موجود کھانے کے اردگرد گھمایا۔

وہ باہر گھومنے پھرنے گئے ہیں عاشر کی طبیعت خراب تھی ناں۔

میں جان بوجھ کر نہیں کرتا وہ اب خود ہی ہو جاتا ہے۔اس نے افسردگی سے کہا۔(اس نے اپنے کزن کو اپنا اک راز رکھنے کے لیے وعدہ کیا تھا مگر اس نے وعدہ توڑا اور اس نے جھوٹ بولا کہ اس نے نہیں بتا۔تو اس نے چھری گرم کرکے اس کے بازو پر رکھ دی اس کی چیخوں سے پورا گھر جاگ گیا جو اس کی حرکتوں کے آگے آنکھیں بند کیے سوئے پڑے تھے۔)

میں جانتی ہوں۔تم آرام سے کھاؤ۔ وہ مسکرائی نہیں وہ بہت غور سے اپنے سامنے بیٹھے بچے کو دیکھ رہی تھی اک درد اور تکلیف اس کی ماں کی آنکھوں سے جھلک رہا تھا

آپ بہت اچھا کھانا بناتی ہے وہ مسکرایا

اسی لیے آج میں نے خاص تمہارے لیے تمہاری پسند کا کھانا تیار کیا ہے ۔ وہ زبردستی مسکرائی ۔۔۔وہ کبھی مسکراتا اپنی ماں کو دیکھتا تو کبھی کھانا کھانے لگتا۔کھاتے کھاتے ہی اسے نیند آگئی تھی۔ماما میں سونے جارہا ہوں مجھے بہت نیند آرہی ہے۔ اس نے اپنی ماں کو بیٹھے بیٹھے فلائنگ کس پاس کی اور اٹھ کر چلا گیا ۔۔

وہ کمرے میں آیا تو سیدھا بستر پر لیٹ گیا اک سکون سا اس کے اندر اترا۔اس نے آنکھیں بند کر کے اس سکون کو محسوس کرنا چاہا۔۔۔۔اچانک اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ کوئی اس کی گردن دبا رہا تھا ۔وہ غنودگی کی حالت میں تھا۔اس کی آنکھیں آدھی کھولی اور آدھی بند تھی۔۔۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اور جس کا چہرہ اس نے دیکھا وہ اس کی ماں کا چہرہ تھا۔ وہ رو رہی تھی ۔۔۔۔گردن کی پکڑ مضبوط تھی۔۔۔ اس نے دیکھا

وہ اس کی ماں تھی ۔۔۔۔۔آخر وہ اسے کیوں مار رہی ہے وہ اسے کیسے مار سکتی ہے مائیں تو اپنے بچوں کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتی ہے پھر اس کی ماں نے ایسا کیوں کیا۔۔۔۔ وہ سوچتا رہ گیا۔۔۔ماما آپ کیا کررہی ہے ۔چھوڑے مجھے ۔وہ ان سے اپنی گردن

چھڑوانے کی کوشش کررہا تھا

تم مرجاؤ تمہارا مرنا ہی ہم سب کے لیے بہتر ہے اس نے گردن پر پکڑ اور مضبوط کی اور اسے زور سے دبایا۔۔۔

ماما چھوڑے مجھے کیوں کررہی ہے آپ۔۔۔۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کررہا تھا۔اس کی ہمت نہیں بن رہی تھی اس کا جسم اس کا ساتھ چھوڑ رہا تھا ۔تم جیسے مونسٹر کوپیدا ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔تم مرجاؤ۔۔۔مرو۔۔۔۔غصے اور دکھ کی ملی جلی کیفیت سے کہتی وہ اس کی گردن کو زور سے دبوچ رہی تھی۔ کہ اچانک کسی نے اس کی ماں کو زور سے کھینچا وہ اس سے دور ہوئی وہ اس

کے بستر سے دور ٹیبل سے ٹکرائی جو اس کے بیڈ کے نزدیک تھا۔میز کی نوک

اس کی ماں کے سر پر لگی ۔۔۔۔چوٹ گہری ہونے کی وجہ سے اس کی ماں کے

سر سے خون رسنا شروع ہو گیا وہ وہی بے ہوش ہوگی۔اس بچے نے مشکل

سے آنکھیں کھولتے اس شخص کی طرف کی دیکھا جو کالی ہڈی پہنے اپنے چہرے

کو چھپائے کھڑا تھا وہ جیسے آیا تھا ویسے ہی چلا گیا۔اس کے ساتھ ہی بچے نے

اپنی آنکھیں موندلی اور نیند کی گہرائیوں میں چلا گیا۔

NOVEL HUT

"تمہیں پکا یقین ہے یہ وہ شخص ہے یہ فوٹو میں زیادہ ہینڈسم نہیں لگ رہا" عنائیہ

نے فوٹو کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔وہ ابھی یاور کے کلینک میں صوفے پر

مہربانیوں کی طرح بیٹھی ہوئی اس شخص کی تصویر دیکھ رہی تھی جس پر اس

نے ترس کھا کر جانور کے ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے لایا تھا اس کے سامنے والے صوفے پر یاور بیٹھا ہوا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے اُس شخص کے بارے میں معلومات نکالنے کے لیے کہا تھا۔۔۔ جو اس کی وجہ سے یاداشت بھولا بیٹھا ہے کیونکہ یاور کا بھائی ایک ڈیٹکٹیو ہے اس لیے یاور نے وہاں کے ڈیپارٹمنٹ سے مدد لی اور جلد از جلد اس بندے کے بارے میں معلومات حاصل کی۔۔۔۔

"فلٹر کا کمال ہے ۔"اس نے منہ چڑھائے کہا۔یاور کو برا لگا اس کی یوں تعریف اس طرح اس بندے کی تعریف سننا۔ہونگے ایچ ڈی کیمرہ ہے موبائل سے ایسی پیکچر نہیں آتی۔عنائیہ نے اسے جھاڑتے ہوئے تصویر اس کے ہاتھ سے کھینچ لی۔

ہاں۔۔۔۔اگر میں بھی اتنا امیر ہوں تو ہینڈسم میں بھی لگو۔۔۔۔۔کیا یہ بہت امیر ہے اس نے دلچسپی سے سوال کیا ہاں رائیس کنسٹرکشن بیورو کمپنی کا اکلوتا

وراث ہے اور ان کے بہت سے ریستوران اور ہوٹل بھی ہے۔ اور اس بندے کے نام پر فلاحی ادارے بھی ہیں ۔وہ بھی مزے لے لے کر اسے بتا رہا تھا ۔

ہمممم۔تو کافی ریچ اور رائیس ہے وہ مزے سے بولی تو یاور بھی اسے دیکھ کر مسکرایا ۔

وہ ہمیں اس کی مدد اور جان بچانے کا انعام دے گا ناں۔۔۔۔یاور اس کی چال سمجھتے ہوئے بول کر ہنوز سا مسکرایا ۔اس کے کہتے ہی کچھ یاد آنے عنائیہ کی مسکراہٹ سمٹی۔

ویسے تمہیں یہ سب انفاریشن کیوں چاہیے تھی تم خود بھی اس سے پوچھ سکتی تھی۔

کیسے پوچھتی وہ صاحب یاداشت گوائے بیٹھے ہے اس نے ہتھیلی گال کے نیچے رکھے افسردگی سے کہا۔

نہ کروں ابھی تو میری صبح اس سے بات ہوئی تھی اور اس کی ساری رپیورٹس بھی نارمل تھی۔

تمہیں کیا پتا اس کی رپیورٹس کا وہ انسان ہے اور تم رہے جانوروں کے ڈاکٹر۔

تم اور تمہارا ارسطو ہی کہتا ہے ہر انسان سماجی حیوان ہوتا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ڈاکٹر انسانوں کا ہوں یا جانوروں کا ۔اس نے عنائیہ کے بگڑتے ہوئے آثار کا مزہ لیتے ہوئے کہا۔

مذاق نہ کرو یار میں سنجیدہ ہوں۔اس نے منہ بناتے کہا ہاں مجھے پتا ہے میں کمال کا ہوں وہ اور جوشیلا ہوا۔ یار بکواس نہ کرو ۔میں ڈیم سیریس ہوں وہ روندے ہوئے لہجے میں بولی۔ اس نے معصوم بچوں کی طرح شکل بناتے یاور کو دیکھا۔

میں پریگننٹ ہوں اس نے منہ کے آگے ہاتھ کیے شرماتے ہوئے کہا۔

اس نے پاس پڑا کشن یاور کی طرف پھینکا جو اس نے کیچ کر لیا۔

کیوں ٹینشن لیتی ہوں یار میں ہوں ناں۔۔۔۔ میں نے اس کی رپورٹس پاکستان کے سب سے بہتر نیرو سرجن سے چیک کروائی۔

کون سا بہترین سرجن ۔اسے سمجھ تو آگئی کہ وہ کس کے بارے میں بات کررہا ہے مگر وہ کنفرم کرنا چاہتی تھی ۔

کیا میں اس سے مل سکتی ہوں ۔میں خود اسے رپورٹس چیک کروانی چاہتی ہوں۔

تمہیں مجھ پر یقین نہیں ۔آخر سمجھ کیا رکھا ہے تم نے مجھے۔۔۔۔۔ نہیں میں رہ چلتے پر بھروسہ کروں گی مگر تم پر نہیں سوری۔۔۔۔۔۔وہ ابھی کچھ بولنے لگا کہ کچھ سوچتے چپ کرگیا۔تو کیا تم اس سے ہسپتال میں ملنے جاؤں گی

نہیں ،نہیں بونگے ۔تم اسے یہ کہہ کر بلوانا کہ وہ جو مریض ہے ناں اس کی طبیعت وغیرہ خراب ہوگئی ہے فلاں فلاں آگے کچھ بھی بول دینا۔وہ ہاتھ ہلا ہلا کر آگے پیچھے کرکے بات کرتی تھی

میں نے اسے ایسے ہی بول دینا ہے فلاں فلاں ۔۔اس نے بھی ہاتھ گھما کر کہا۔۔۔

اگر مجھے تمہارے بھائی کا خیال نہ ہوتا تو ابھی تمہیں جان سے مار دیتی ۔اس نے ماتھے پر دو انگلیاں باری باری دباتے ہوئے کہا

تم کبھی بھی مجھے نہیں مار سکوں گی کیونکہ میں بہت کام کا آدمی ہوں اور تم میرے جیسا کام کا بندہ گنوانا افوڈ نہیں کر سکتی۔۔۔۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے یاور ۔یہ نہ ہو میں سچ میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔اس نے قریب پڑے چاقو کو پکڑتے اس کو دکھاتے کہا۔۔۔یہ میرا کلینک ہے محترمہ ۔بہتر ہوگا آپ اپنے پیروں کو تھوڑی زخمت دے اور یہاں سے تشریف لے جائیں۔ اس پر جیسے اس دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا ہو۔یاور نے بتی سی دیکھائے عنائیہ کی طرف دیکھتے کہا ۔جو طیش سے بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی پیر پٹختی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی ۔۔۔

ایک شخص اپنی بیوی جو دو جڑواں کو اپنی گود میں لیے بیٹھی تھی ۔وہ شخص اپنے خاندان کی عدالت میں آج ایک مجرم کے طور پر پیش ہوا تھا جس کا جرم اپنی پسند کی شادی کرنا تھا جبکہ بچپن میں ہی اس کا اپنی چچا زادی سے نکاح ہو چکا تھا ۔جو اس کی شادی کی خبر سنے ایسی رنج و الم کی کیفیت سے گزری کہ ابھی وہ آدھ موا ہوئے ہسپتال کے بستر پر پڑی ہوئی تھی ۔برہان آغا سے اپنی بھتیجی کی حالت دیکھی نہ گئی جس کے باپ نے مرنے سے پہلے انھیں اس کا گاڈئین بنایا تھا ۔ اس شخص نے پچھلے پانچ ،چھ سالوں سے اپنی شادی بیوی

بچے اب اپنے خاندان والوں سے چھپا کر رکھا تھا اس نے ہر طرح کی احتیاط برتی تھی ۔پھر کیسے ان کو معلوم ہوگیا ۔وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا ۔

مسلسل چند دنوں سے وہ ایسے ہی خاموشی سے بیٹھے اس کی خاموشیوں میں چھپی الفاظ کو تراش رہی تھی۔آج وہ سوچ کر آئی تھی کہ وہ اس کی خاموشی کو توڑے گی۔۔۔۔وہ ان دونوں کے درمیان اس خاموش کو توڑنے میں پہل کرے گی ۔وہ جھجکتے ہوتے کرسی پر سیدھی ہوکر بیٹھ گئی اس کا رخ اب سیدھا اس کی جانب تھی بولنے سے پہلے اس نے تھوڑا سا گلا کھنگارا ۔وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا وہ جب بھی کمرے میں اس کے ساتھ ہوتا تھا وہ کھڑکی سے

آتی شعاعوں کو بس دیکھتا رہتا تھا۔"میں یہاں تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں ۔میں تمہیں یہاں سے نکالوں گی۔میں تمہیں یہاں سے بچاؤں گی ۔مجھے اپنی مدد کرنے دوں"۔وہ جو نرمی سے کہہ رہی تھی اس کی سبز آنکھوں میں اس شخص کے لیے خدا ترسی تھی ۔اس نے جیسے ہی کہا۔عالیان کی آنکھوں میں طیش ابھرا۔وہ ان کالی آنکھوں میں اٹھتے طیش کو دیکھ کر گھبرا گی۔ابھی وہ کچھ کرتی کہ عالیان نے غصے سے کرسی سے اٹھتے درمیان رکھے ٹیبل کو زور سے دور پٹخا ۔ٹیبل سے ساری چیزیں فرش پر جا گری۔۔۔۔جن میں اس کے کیس کی فائل اور چند بال پوائنٹر تھے ۔اس نے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر اپنی مضبوط ہاتھوں سے گرفت باندھی۔۔وہ سیدھی کرسی سے نیچے گری۔ وہ اب اس کے اوپر چڑھے اسے غصے سے گھورتا زور سے اس کی گردن دبا رہا تھا۔شور کی آواز سن کر کمرے سے باہر کھڑا میل نرس فوراً اندر آیا ۔اندر آتے ہی جو اس نے منظر دیکھا وہ کچھ یوں تھا کہ ماہین فرش پر گری اپنی گردن چھڑوانے کی

کوشش کررہی تھی جبکہ عالیان اس کے اوپر چڑھے اس کی گردن دبوچ رہا تھا ۔اس نے عالیان کو اس سے دور کرنے کی کوشش کی جو ٹس سے مس نہ ہورہا تھا ماہین جو خود کو چھڑوانے کی کوشش کررہی تھی۔اس نے اپنے قریب ہی بال پوائنٹر گرے ہوئے دیکھے وہ انھیں پکڑنے کی کوشش کررہی تھی ۔اس نے جھٹکے سے اک بال پوائنٹ پکڑا اور اس کی گردن پر زور سے چبا دیا۔۔۔وہ جھٹکے سے پیچھے ہوا تو اتنی دیر میں دو،تین اور میل نرس کمرے میں آگے تھے اور انھوں نے آگے بڑھ کر عالیان کو پکڑ لیا تھا ۔جیسے وہ پیچھے ہٹا ماہین فورا اٹھ گی اور اس سے دور کھڑی ہوئی لمبے لمبے سانس لینے لگی وہ اسے پکڑتے وہاں سے لے کر جارہے تھے ۔وہ گردن پر ہاتھ رکھے غصے سے ماہین کو گھورے جا رہا تھا۔۔۔کیا آپ ٹھیک ہے وہاں پیچھے رہ جانے اک نرس میل نرس نے فکر مندی سے پوچھا ۔اس نے اثبات میں سرہلایا۔۔۔اور سیوٹی پن اس کی گردن میں کھمب سا گیا تھا۔۔۔وہ اپنے کمرے کی طرف تیز قدم لیتی چل پڑی۔۔۔

ایک بہت بڑا کھولے سے گودام میں جگہ جگہ آٹا پیسنے والی مشینیں پڑی ہوئی تھی وہاں دو شخص کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے جن میں صرف ایک ہی بولے جارہا تھا اس کی آواز پورے گودام میں گونج رہی تھی گودام کے دروازے کے باہر چند آدمی پہرے کے لیے کھڑے تھے۔۔۔ "میں تم سے بات کررہا ہوں سکندر تم کچھ بول کیوں نہیں رہے کب سے میں ہی بولے جارہا ہوں"۔وہ جو اونچی آواز میں بولا ۔سکندر نے جھٹکے سے بندوق نکال کر اس کے سر پر گولی دے ماری ۔گولی کی آواز سن کر باہر کھڑے افراد بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ دیکھ کیا رہے ہوں اٹھاو اس گندگی کو اور باہر پھینکو ۔ چینخ چینخ کر دماغ خراب کردیا ۔۔

اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی جو بت بنے کھڑے تھے کہ اچانک ان میں سے کسی نے بندوق نکال کر سکندر کا نشانہ باندھا۔ابھی وہ ٹریگر دبانے لگا تھا کہ گولی کی آواز گودام کے چاروں کونوں میں گونجی ۔سکندر نے چونک کر دیکھا تو سامنے اک آدمی جس نے سکندر پر نشانہ باندھا تھا زمین پر

گرا پڑا تھا۔اس کے ساتھ کھڑے اک اور آدمی کے ہاتھ میں بندوق تھی جس کی نوک سے تازہ دھواں نکل رہا تھا۔وہاں سب کھڑے افراد حیران اور مسحورکن آنکھوں سے اس آدمی کو دیکھ رہے تھے جو بوکھلائے ہوئے انداز میں نیچے زمین پر پڑے اپنی ساتھی کو دیکھ رہا تھا جو الٹا مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد خون ہی خون تھا وہ دونوں اس شخص کے آدمی تھے جس کو سکندر نے گولی ماری تھی۔اس نے اندر داخل ہوتے اپنے بوس کو زمین پر پڑے دیکھا تو سکندر کو مارنے کی غرض سے بندوق نکالی تھی ۔جبکہ اس کے ساتھی نے اسے دھوکا دیا اور گولی اسے ہی دے ماری۔سکندر کے چہرے پر بھیانک سی

مسکراہٹ تھی جیسے کسی شیطان کے منہ پر ہوتی ہے۔۔۔کیوں کیا تم نے ایسا وجہ جان سکتا ہوں وہ آگے بڑھ کر بلکل اس آدمی کے سامنے کھڑا ہوگیا۔میں اس دنیا میں اب تک صرف اپنے بوس کو طاقتور دیکھا

ہے لیکن آپ نے انھیں مار دیا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ماہان نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان سے زیادہ ماہان۔اس سے ڈرتے ہوئے کہا۔

سکندر مسکرایا اسے اپنی تعریف پسند آئی اس کے ساتھ اس کے ساتھ بھی اک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔۔۔اس دنیا میں جو صرف طاقتور ہے وہی زندہ بچ سکتا ہے اور آپ اب تک میرے نے جتنے باسسز کے ساتھ کام کیا آپ مجھے ان سب سے زیادہ ہمت اور جرات والے لگے۔۔۔میں ادنیٰ سا غلام آپ کی خدمت میں خود کو خاضر کرنا چاہتا ہوں۔اس بار اس کا لہجہ پہلے کی نسبت زیادہ تعظیم سے بھرا پراعتماد تھا

سکندر اس کی بات سن کر مسکرایا تھا جس سے اسے ہمت ملی تھی۔۔

مجھ سے پہلے کتنے لوگوں کو یہ نوسیکھیائی باتیں کہہ چکے ہوں اس آدمی نے چونک کر دیکھا جیسے لگا تھا اس کا جادو اس پر چل گیا ہے اس آدمی کی آنکھیں خوف سے گھیر گئی تھی وہی سکندر کی آنکھوں میں اک پاگل پن تھا اسے نفرت تھی ۔ایسے لوگوں سے جو چابلوسی کرتے تھے اسے چابلوسی کرنے والے پسند نہیں تھے کیونکہ وہ کام چور ہوتے ہیں اور کام چور اس دنیا پر صرف بوجھ ہوتے ہیں اور وہ اس دنیا سے ایسے لوگوں کو ختم کر کے اس دنیا پر احسان کرتا تھا مجھے پسند آئی تمہاری یوں میری تعریف کرنا ۔لیکن میں دوستی میں دھوکا دینے والوں کو معاف نہیں کرتا۔کہتے اس نے ٹریگر دبایا اور وہ آدمی بھی زمین پر ڈھے گیا تو سب تیار ہے شکار کا وقت ہوا جاتا ہے" اس نے اپنے سامنے آدمی کھڑے آدمی سے کہا جو اپنے ساتھ والے آدمی سے کچھ کہہ رہا وہ دونوں جڑواں بھائی تھے۔ایک کا نام اصغر اور دوسرے کا نام اکبر تھا۔انھی کے ساتھ

کھڑے شخص کا نام ضمار تھا یہ تینوں سکندر کے ساتھ بچپن سے اور فوج میں بھی تھے چوتھے کھڑے شخص کا نام الیاس ابراہیم تھا۔۔۔۔

نہیں میں تیار نہیں ہوں وجی سر ہماری فیملی کا حصہ ہے میں اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا کہہ کر وہ روکا نہیں ابھی وہ جانے لگا کہ سکندر بولا

تمہیں اپنی فیملی عزیز نہیں ہے کیا

تم مجھے دھمکی دے رہے ہوں

میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں

دیکھو الیاس وجدان نے ہمیں خود چھوڑا ہے اور جو حصہ اک بار کٹ جائیں وہ دوبارہ جڑتا نہیں۔ اور اس کے لیے اپنا تعلق ہم سے خراب مت کرو۔ ضمار نے الیاس کو سمجھاتے ہوئے تحمل سے کہا۔

تم کہہ رہے ہوں میں وجی سر کو دھوکا دوں۔

اس نے ہمیں دھوکا دیا دیکھا نہیں ہمیں کیسے نکال دیا انھوں نے ۔اب تمہارے پاس اس کی وجہ سے کوئی نوکری نہیں ہے۔ ضمار نے اپنا داؤں کھیلنا شروع کیا اس نے سکندر کی فیملی ختم کردی ۔وجی نے اس کی بیوی کو اس کی آنکھوں کے سامنے مار دیا۔اور تم چاہتے ہوں یہ اس کی فیملی کی پرواہ کریں۔

میں نہیں مانتا۔۔۔کیا وجی تمہیں تمہاری فیملی سے زیادہ عزیز ہے الیاس نے سکندر نے کہا تو الیاس نے سکندر کو غصے سے گھورا اور اب کی باریہ دھمکی ہی ہے۔۔سکندر کا لہجہ اتنا سرد اور دہشت زدہ تھا کہ الیاس کو نا چاہتے ہوئے بھی اس کی بات ماننی پڑی ۔۔۔

NOVEL HUT

سڑک پر ٹریفک نے ہر شے کو منجمد کر رکھا تھا۔اس کی زندگی بھی اس ٹریفک کی طرح جامد پڑی ہوئی تھی اس کی گردن پر ابھی بھی درد ہو رہا تھا ۔وہ نقاب کیے

گاڑی میں بیٹھی سڑک کو دیکھ رہی تھی۔اس کی سبز آنکھوں میں افسردگی چھائی ہوئی تھی سڑک سے کچھ سٹوڈینٹ گزر رہے تھے شاید انھیں چھٹی ہوگی تھی وہ اپنے خیالوں میں گم بیٹھی تھی۔۔۔۔ "کیا وہ مجھے مارنا چاہتا تھا ۔کیوں؟ ۔۔۔میں کیوں ۔۔میں نے اس کے ساتھ کیا کیا۔۔۔میری نیت تو مدد کی تھی ۔میں نے ہمیشہ اس کا اچھا سوچا پھر وہ میرے بارے میں کچھ اچھا کیوں نہیں سوچتا"۔۔۔۔۔۔

آنسو اڈ اڈ کر اس کی گال پر گر رہے تھے۔سیفٹی پن عالیان کے دبانے سے اس کی گردن میں دھنس گیا تھا جو بڑی مشکل سے نکلا تھا اب اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ آنسو اس درد کی تکلیف کی وجہ سے ہے یا اس قلب رقیب کی وجہ سے ہے۔۔۔۔۔وہ پہلے بھی اس کے وجود کو یوں نظر انداز کرتا تھا کہ جیسے وہ وہاں موجود ہی نہیں وہ اس دنیا میں ایگزیزٹس ہی نہیں کرتی اب تو وہ بھی اس

دنیا میں نہیں ہے پھر بھی میں اس کی زندگی میں کہیں نہیں۔اچانک سامنے سے
اک لڑکا اور لڑکی ہنستے ہوئے
گزرتے دیکھائی دیئے شاید لڑکے نے کچھ کہا تھا جس پر وہ اب ہنستے ہوئے
بھونے ہوئے چنے کھا رہی تھی۔

اک خوبصورت یاد نے اس کے ذہن پر دستک دی وہ واحد دن تھا جس دن
عالیان نے کھل کر اس سے بات کی تھی۔۔۔۔۔۔اس کے وجود کو تسلیم کیا
تھا

اس دن اس کی گاڑی خراب ہوگی تھی ڈرائیور نے کہا تھا کہ وہ انتظار کرے وہ
کچھ دیر میں گاڑی ٹھیک کروا کر آتا ہے۔اس نے کچھ دیر انتظار کیا۔مگر جب
زیادہ دیر ہوئی تو اس نے بس سے جانے کا فیصلہ کیا اسے کیب میں جانے سے
ڈر لگ رہا تھا بس میں اور بھی لوگ ہوتے ہیں اس لیے اس نے سوچا وہ

سیف آپشن ہے۔۔۔۔بس اسٹیشن اس کے کالج سے تھوڑا دور تھا۔مگر وہ یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔

وہ کالج سٹوڈینٹ تھی اُس وقت اس نے نقاب نہیں شروع کیا تھا وہ بس حجاب کرتی تھی۔۔ اپنے منہ دھیان وہ سڑک پر کڑکتی دھوپ میں چل رہی تھی آج ٹمپریچر عام دنوں سے زیادہ تھا۔

ارے میڈم اتنی کڑکتی دھوپ میں اکیلی جارہی تھی آپ کی بیوٹی خراب ہو جائے گی دو افراد موٹر سائیکل پر بیٹھے ہوئے تھے صحیح قسم کے آوراہ اور لفنگے لگ رہے تھے۔وہ خاموشی سے بس چل رہی تھی وہ ان کو اور ان کی باتوں کو نظر انداز کر رہی تھی۔اس نے اپنے حجاب کے ایک کونے کو پکڑ کر اپنے چہرے کو اس طرح چھپا لیا کہ صرف ایک آنکھ ہی نظر آرہی تھی۔ ارے میڈم ہمیں غلط نہ سمجھے۔ہم مظلوم اور بیچارے لوگوں کو اس دھوپ میں فری میں لیفٹ دیتے ہیں۔تاکہ ان کی نازک ٹانگوں میں درد نہ ہوں۔ان میں سے

صرف اگلا جو بائیک ڈرائیو کر رہا تھا وہ بول رہا تھا جبکہ پچھلا صرف اس کی باتوں پر ہنستا جارہا تھا۔انھوں نے اپنی بائیک ماہین کے بلکل آگے روکی ماہین کو ان کی حرکت دیکھ کر تیوری چڑھ گئی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہیں سے کوئی اینٹ مل جائیں اور وہ ان کے سر پر دے مارے۔اس کے پاس اپنا بیگ تھا مگر وہ اپنا برینڈڈ بیگ ان پر ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ابھی وہ ان کو کسی شے مارنے کی منصوبہ بندی کر رہی تھی کہ اگلے لڑکے نے جھٹکے سے اس کی کلائی پکڑ لی۔اس نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔بھاڑ میں جائیں برینڈڈ بیگ اس نے سوچا اور زور سے اس کے سر پر دے مارا وہ اپنا بیلنس برقرار نہ رکھ سکا اور موٹر سائیکل الٹ گی جس سے دونوں لڑکے اک ساتھ نیچے گرے۔۔۔۔ سمجھ کیا رکھا ہے ہاں۔۔۔جانتے بھی ہوں۔۔ڈسٹریک اٹارنی کی پوتی اور میرا باپ وہ اتنا پاورفل ہے کہ تم لوگوں کی

دس نسلیں اپنی غلطی کا کفارہ بھرے پھر بھی ان کا غضب ختم نہیں ہوگا۔وہ تم لوگوں کی نسل کو ہی ختم کردے گے سمجھے۔اس نے کچھ کڑک اور رعب سے کہا کہ اک لڑکا جو پیچھے بیٹھا تھا اس پر خوف طاری ہو گیا۔چھوڑ بھائی چل چلتے ہیں۔

اچھا اگر تو اتنی ہی اٹارنی کی پوتی ہے تو یوں سڑک پر کیوں چل رہی ہوں تم لوگ تو مہنگی مہنگی گاڑیوں میں بیٹھتے ہو۔تمہارے باپ اور دادا نے تمہیں نہیں دی کیا۔

فرنٹ والے لڑکے نے تمسخرانہ کہا تو وہ سوچ میں پڑھ گی۔۔۔۔اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو کر کے دیکھ لوں تم لوگوں کی مائیں،بہینں ساری زندگی روتی رہے گی تم جیسا بیٹا اور بھائی ہونے پر اب کی بار لہجے میں رعب ویسا ہی تھا بس کڑک ختم ہو گئی وہ کنفیوڈ لگ رہی تھی فرنٹ لڑکا آگے بڑھ رہا تھا اس کے یوں آگے بڑھنے سے ماہین کو ڈر لگ گیا۔اک تو سڑک بھی سنسان تھی دوسرا وہ تھی بھی

اکیلی۔جیسے اس ایرے میں لوگ رہتے ہی نہیں کوئی اک آدھ بھی نہیں نظر آرہا تھا۔۔۔۔کیا کررہا ہے چل چھوڑ چلے ہمیں کیا لگے کسی اٹارنی کی پوتی ہوں یا جنرل کی ۔اس کے ساتھی نے اسے پیچھے سے پکارا جس کی وہ نہیں سن رہا تھا۔۔اور وہ قدم آگئے بڑھا رہا تھا سڑک ساری سنسان تھی۔وہ چیختی چلاتی بھی کوئی مدد کےلیے نہ آتا۔اس نے اپنی آنکھیں میچ لی اور بس خدا کو یاد کیا ۔لڑکے نے اس کے نقاب کو ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اک زور دار مکا اس کے منہ پڑا۔اس لڑکے کو سمجھ ہی نہ آیا ہو کیا رہا ہے وہ پھدک کر نیچے گرا۔۔۔ماہین نے آنکھیں کھولی تو وہاں سڑک پر عالیان اس لڑکے کے منہ پر پے در پے مکے مار رہا تھا وہ درد سے کراہ رہا تھا اسے خود کے دفاع کرنے کا موقع ہی نہ ملا کیونکہ عالیان نے آناً فاناً اس پر مکوں کی بارش کردی۔۔۔۔

میں تمہیں جان سے ماردوں گئی۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی جانتے بھی کون ہے وہ ۔وہ غصے سے ایک ہی جملہ بولے اس کو مکے مارے جارہا تھا۔وہ حیران

NOVEL HUT

پریشان بس عالیان کو دیکھ رہی تھی یہ یہاں کیسے ،کیوں،یہ کیا وہ وغیرہ سوچ رہی تھی ۔وہ شخص وہ عالیان لگ ہی نہیں رہا تھا ۔جسے وہ جانتی تھی وہ جس عالیان کو جانتی وہ تو بہت پرسکون اور خاموش طبعیت رکھنے والا تھا۔ تو بھائی اس لیے اس کے ٹیمپر کا اتنا خیال رکھتے ہیں اسے ابھی سمجھ آیا۔پھر یہ اس کا وحشیوں والا روپ آج وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر مورتی بنے کھڑے وہ اسے دیکھتی رہی جب اس کے دوسرے دوست کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو وہ ہوش میں آئی جو عالیان کو اس سے دور ہٹنے کا کہہ رہا تھا وہ اس کی طرف بھاگی جو زمین پر گرے فرد پر چڑھے وحشیوں کی طرح اسے مارے جارہا تھا

عالیان چھوڑو اسے ،تم اسے مار دوں گے وہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے الگ کرنے کی کوشش کرتی چلا رہی تھی ۔مگر وہ جیسے بہرہ ہوگیا تھا اس کی اتنی اونچی اونچی چینخیں اسے سنائی نہیں دے رہی تھی۔عالیان۔اس نے بیگ

سے کتاب نکال کر اس کے سر پر دے دو تین دفع زور دے ماری ۔اس نے

چونک کر ماہین کی طرف دیکھا ۔

جیسے ہی وہ ماہین کی طرف متوجہ ہوا ۔اس کے دوست نے اسے سر کا کر وہاں

سے نکالا۔اور بائیک پر سوار ہو کر نو دو گیارہ ہوئے ۔

کیا پاگل واگل ہوگی ہوں ۔تم ہوں کس کی طرف۔اس نے اٹھتے ہی اسے

جھاڑا ۔

وہ۔۔۔وہ۔۔اس کے یوں جھاڑنے سے وہ بوکھلا گئ

کیا وہ وہ ہاں۔وہ اب بھی ویسا ہی تھا

تم اسے مار دیتے اگر میں تمہیں بروقت نہ بچاتی تو تم جیل چلے جاتے میری وجہ

سے تمہارا کریر ختم ہو جاتا۔اس نے اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے افسردگی سے

کہا۔۔۔کیوں ڈسٹرکٹ اٹارنی مجھے اپنی پوتی کو بچانے کے انعام میں جیل جانے

سے بچا نہیں سکتے۔اب کی بار اس کا لہجہ نارمل اور طنزیہ تھا

ہاہا۔۔بہت فنی جوک مارا زرا سی ہنسی بھی آئی ۔میرے دادا کب کے ریٹائرڈ ہوچکے ہیں۔۔۔۔پکڑو ۔اس نے بیگ سے چند ٹشو نکال کر اس کی طرف بڑھائے

ان کا میں کیا کرو ۔ اس نے لاپرواہی سے کہا

ہاتھ پر رکھو ۔دیکھو کیسے خون سے بھرا ہوا ہے

یہ میرا خون نہیں ہے یہ اس لڑکے کا ہے ۔

جانتی ہوں پر تمہارا ہاتھ بھی تو زخمی ہوا ہے رکھ لو ۔۔بہت گندا لگ رہا ہے ۔

عالیان نے تعجب سے اسے دیکھا کہ تمہیں اس بات کی فکر نہیں کہ میرا ہاتھ زخمی ہوا ہے مگر اس بات سے کوفت ضرور ہے کہ ہاتھ گندا لگ رہا ہے اس نے فوراً جان لیا ۔وہ کیا سوچ رہا تھا اچانک اس نے فکر مندی سے کہا" نہیں وہ انفیکشن بھی ہوسکتا ہے ناں۔"

عالیان نے سر جھٹک کر اس سے ٹشو پکڑے اور اپنا ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ماہین خاموشی سے عالیان کو ہی دیکھ رہی تھی جو ٹشو سے اپنا ہاتھ صاف رکھ رہا تھا جیسے ہی اس نے ماہین کی طرف دیکھا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔وہ اس کی اس حرکت پر لب بیچے مسکرا دیا

ویسے تم یہاں کیا کر رہے تھے۔۔

میں۔۔۔ہاں میں وہ سوچنے لگا۔۔۔میں یہاں کے ابلے ہوئے چنے کھانے آیا ہوں۔اس ایرے کے چنے بہت لذیذ ہوتے ہیں اچھا ۔۔۔اسے حیرت ہوئی۔یعنی اتنی دور کڑکتی دھوپ میں صرف ابلے ہوئے چنے کھانے آیا۔ وہ سوچتی رہ گئی۔یہاں کے ابلے چنوں میں کون سی خاص بات ہے۔وہ کتابوں کو بیگ میں رکھ رہی تھی بس ہے اک خاص بات، تم کھاؤ گی میرے ساتھ۔

نہیں میں لیٹ ہو رہی ہوں۔اب گھر جاؤ گی

خیریت،ویسے آج آپ کی گاڑی کہاں ہے

وہ گاڑی خراب ہوگی ڈرائیور انکل کو دیر ہورہی تھی اور مجھے گھر جلدی جانا تھا تو

اس لیے میں کالج سے نکل گئی اور پھر ان گلیوں میں کھو گئی

اور پھر تمہیں میں مل گیا اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گالوں پر رکھے اور

معصوم ہونے کی اداکاری کی ۔۔۔۔ہاں تم مجھے مل گے پر کیا تم مجھے لینا

چاہوں گے۔۔۔وہ اس کی طرف دلچسپی سے دیکھتی سوچ رہی تھی ۔مجھے

ایسا نہ دیکھا کرو۔۔۔۔۔کیا۔۔۔وہ الجھی۔۔۔۔میں نے کہا مجھے ایسا نہ

دیکھا کرو ۔ہاں میں خوبصورت لڑکا ہوں مگر مجھے شرم آجاتی ہوں ۔میں ایک

شریف لڑکا ہوں ۔اب وہاں اور کھڑا رہنا اس کے لیے مشکل ہورہا تھا

میں چلتی ہوں ۔میں لیٹ ہورہی ہوں۔

چنے نہیں کھاؤ گی

نہیں ۔۔۔۔کھا کر تو دیکھو ۔تم بھی روز کھانے آو گی۔

مُجھے گھر جا کر بہت ساری اسائنمنٹ بنانی ہے میں تمہارے جیسی نہیں ہوں ۔اک شے کو اک بار دیکھ لوں ۔تو وہ ساری زندگی یاد رہے ہم مڈ مائینڈڈ لوگ ہیں ہمیں محنت کرنی پڑتی ہے ۔۔اچھا تو یوں کہوں نا کہ تم جلتی ہوں میری کامیابی سے ۔۔۔الحمدللہ میں بہت خوش ہوں اللہ کو محنت کرنے والے پسند ہے نہ کہ تمہارے آلسی ،آوارہ،اتنی تعریف کا شکریہ ۔چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں ۔۔۔ نہیں ۔۔۔۔نہیں۔۔۔میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤ گی۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔میں بس کے ذریعے جاؤ گی میرے ساتھ کیوں نہیں ۔اک لمحے میں کہتے دوسرے لمحے ہی اس نے سوچا اور پھر بولا۔

اچھا اچھا۔اپنے بھائی کی وجہ کہہ رہی ہوں۔میں اسے فون کر کے بتا دیتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہوں

نہیں ۔تم پاگل ہوں کیا۔۔وہ جھٹ سے بولی اسے عالیان سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔اور مجھے کسی کا ڈر نہیں ۔۔اس کا سر گھوم گیا تھا اس کی

بات سن کر۔۔۔چاہے وہ جتنا عالیان پر یقین رکھتا ہوں مگر تھا تو اس کے لیے غیر ہی ناں۔۔۔

تمہیں میرے ساتھ ہونے سے برا لگتا ہے

نہیں مجھے تمہارے ساتھ یوں اکیلا ملنا برا فیل ہو رہا ہے اچھا اگر تم مجھے اجازت دوں تو کیا میں تمہیں بس اسٹینڈ تک چھوڑ آؤ۔

وہ خاموشی سے آگے بڑھ گی تو اس نے اس کی خاموشی کو ہاں سمجھا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

وہ اب دونوں خاموشی سے چل رہے تھے بس اسٹیشن تک ان میں کوئی بات نہ ہوئی۔۔۔وہاں پر ایک ریڑھی والا چنے بھون رہا تھا۔۔چنے کھاؤ گی وہ کہتے اس کا جواب سنے بغیر ہی اس ریڑھی والے کی جانب بڑھ گیا

کیا وہ اس کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی جینٹل رہے گا۔کیا وہ اسے اب پہلے کی طرح نظر انداز نہیں کرے گا۔کیا یہ خواب ہے اگر خواب ہے تو وہ اس سے جاگنا

نہیں چاہتی مگر ایسا ہو تھوڑی سکتا ہے ایک ناں ایک دن تو اسے اٹھنا ہی ہو گا اور اس دن اس کے سارے خواب توڑ جائیں گے ۔اس لیے وہ اس خواب میں اور نہیں جینا چاہتی وہ خود ہی اس خواب کو توڑ کر آگے بڑھے گی ایسی چیزوں کا خیال دل میں کیوں

پالے جو ناممکن ہوں ۔وہ سوچتے سوچتے کب بس کے پاس آئی اسے پتا ہی نہیں چلا پیچھے عالیان نے اسے آواز دی تو اس نے مڑ کر دیکھا ۔یہ لوں۔۔وہ سانس پھولائے بولا۔۔ اس نے چنوں کی بھری کاغذ کی کون اس کی طرف بڑھائی

میرے ساتھ نہیں تو۔ اکیلے اکیلے ہی چنوں کا مزہ لے لوں۔اس نے مسکرا کر کہا تو اس نے چپ چاپ وہ کون پکڑ لی تمہیں میرا انتظار کرنا چاہیے تھا ۔ اس نے نرم لہجے سے کہا تو ماہین نے چونک کر اسے دیکھا آج نہ سہی پھر کسی دن ہم مل کر کھائے گے میرا انتظار کرنا ۔ اس نے کہا مگر ماہین نے نہیں سنا۔وہ بغیر کچھ کہے ہی خاموشی سے بس میں بیٹھ گی بس میں گنتی کے افراد تھے ایسا ممکن

تو نہیں کہ پاکستان کی بس میں گنتی کے افراد ہوں کیونکہ پاکستان کے کنڈیکٹر بس میں لوگوں کو ایسے لادتے ہیں جیسے بس نہیں گدھا گاڑی ہوں جتنے زیادہ ہوں کم ہوں ۔وہ بس میں کھڑکی والی سائیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اچانک اس نے گاڑی کا ہارن سنا تو کھڑکی سے نیچے دیکھا تو عالیان ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اس کی طرف ہی تبسم بھری آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا ۔حالات سہی نہیں ہے میں تمہیں گھر تک چھوڑ کر ہی آؤ گا لٹل گرل ۔چاہیں تم راضی ہو یا نہ ہوں وہ وہی سے چلایا اسے سمجھ آگی تھی کہ یہ لڑکا اس کی جان نہیں چھوڑے گا وہ زلیل ہوکر رہ گئی تھی۔۔ جیسے ہی اس نے بس میں لوگوں کی طرف دیکھا تو اسے شرمندگی ہورہی تھی سب لوگ اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اب سمجھ آئی اسے بس میں اتنے کم لوگ کیوں تھے کیونکہ اس کے خدا نے اسے ذیادہ افراد کے سامنے ذلیل ہونے سے بچا لیا۔۔۔۔وہ کہتے ہیں ناں جتنے منہ اتنی باتیں۔۔ بس میں سب لوگ اب باتیں کرنے لگے تھے ۔وہاں بیٹھے

گنتی کے لوگ اس کے بارے میں باتیں کررہے تھے وہ انھیں صاف سن سکتی تھی۔

بیٹا آپ کا کرایہ ۔ یہی روک دے۔۔۔۔وہ اب وہاں شرم کے مارے اور نہیں بیٹھ سکتی تھی۔۔۔وہ اترگئی ۔ اب وہ سڑک کے کنارے چل رہی تھی عالیان بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی تھوڑے فاصلے پر آہستہ آہستہ گاڑی چلا رہا تھا

اب بیٹھ جاؤ یا کسی اور کو بھی شک میں ڈالنا ہے کہ ہیں ۔۔۔۔ عالیان گاڑی چلاتا بول رہا تھا کہ ماہین نے رک کر تیوری چڑھا کر عالیان کو دیکھا تو وہ اک دم چپ ہوگیا۔

عالیان میرا اس طرح پیچھا کرنا چھوڑ دوں ۔لوگ دیکھ کر کیا سوچے گے۔۔۔چلے جاؤ خدا کے لیے۔وہ اس نے تنگ آچکی تھی۔ماہین نے عالیان کی گاڑی کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے غصے کا اظہار کیا مگر اگلے پر جیسے اس کے

غصے کا اثر نہیں ہوا۔اس نے جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور سیدھا اس کی جانب بڑھا۔وہ اس کے بلکل رخ برو آکھڑا ہوا تھا۔ تو لوگوں کو نہ ناں دیکھاؤ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ کیوں

نہیں جاتی لٹل گرل ۔۔۔۔اس نے فرنٹ ڈور کھولا تمہارے نکھروں ہی ختم نہیں ہورہے ۔۔۔اف لڑکی۔۔۔مجھے تو تمہارے شوہر پر ابھی سے ترس آرہا ہے کوئی برداشت نہیں کرے گا تمہیں جتنا میں نے ابھی تک کیا۔۔ تمہارے یہ نکھروں نہ ہوتے تو اب تک گھر پہنچ جانا تھا چلو بیٹھو اب ۔۔ اس نے بھی ہاتھ جھاڑتے استہزایہ کہا۔۔۔ابھی تک نکھرے برداشت کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے ۔۔وہ بھی اس کی اسی اچھی خاصی کرنے کے موڈ میں آگی تھی وہ ۔۔۔مطلب کالج کے روڈ سے لے تمہاری گھر کی سڑک تک چھوٹی دنیا۔۔۔دروازہ کھول کر وہ اپنی سیٹ کی جانب چل پڑا۔۔چھوٹی دنیا۔۔ماہین

کوفت سے کہتے فرنٹ دور زور سے بند کیا۔۔۔خود جیسے سلطان کو سن کا سگا بھائی ہے ناں۔ اور بھڑ بھڑاتی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولے بیٹھ گی۔

تو مجھے اپنا ڈرائیو بنانے کا ارادہ رکھتی تھی تم۔۔پہلے بتا دیتی ۔ وہ اپنی پوزیشن لیے بیٹھا تھا اور اس کے جواب کا منتظر تھا اسے.بیک مرر سے دیکھ رہا تھا جو باہر کی جانب دیکھ رہی تھی جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے بھی گاڑی جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھائی ۔سہی ہے۔۔کسی اور شے کا ارادہ رکھتی ہو تو وہ بھی بتا دوں ۔ اس نے بھی چڑھ کر کہا۔اس نے حیرت سے اسے دیکھا یہ شخص اچانک ایسے چھوٹے چھوٹے بم پھینک کر کیوں تڑپا رہا ہے اک ہی بار ایٹم بم پھینک کر کہانی ختم کیوں نہیں کر دیتا

ایسا آئندہ مت کرنا ۔اس نے مایوسی سے کہا تھا تو اس نے.بیک مرر سے اس کی طرف دیکھا

"کیا نہ کرنا۔"

میرا اس طرح پیچھا۔ میں نے آج برداشت کیا ہے آئندہ نہیں کرو گی۔۔۔۔
مُجھے ہرٹ ہوا ۔مجھے اتنی شرمندگی ہوئی عالیان تم اندازہ نہیں لگا سکتے ۔وہ
رونے لگی ۔ گاڑی میں اب صرف اس کی ہچکیاں تھی ۔عالیان کو اس کی
ہچکیوں سے سر میں درد ہونے لگا ۔۔۔اس کو پھر سے غموں کے اندھیرے
نے آلیاں تھا۔۔۔۔بچپن کی تلخ یادیں نے مل کر اس پر حملہ کیا۔اک ہی پل
میں اک کا رویہ بدل گیا ۔ کالی آنکھوں کی چمک ختم ہوگی وہ سرد ہوگی تھی ۔وہ
بس اسے گھر خیر خیریت سے چھوڑنا چاہتا تھا وہ اس کے دوست کی بہن تھی
۔ایسے کیسے اسے اکیلے جانے تھا اور پھر لڑکیوں کا معاملہ بھی الگ ہوتا ہے
۔پاکستان اک سیف کنٹری تھوڑا رہا ہے ۔ہر گلی کونے میں اک درندہ تاک
لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔۔۔۔

ٹھیک ہے آئندہ تمہیں میری طرف سے شکایت نہیں ملے گی۔اب رونا بند
کرو۔مجھے تم irritate کر رہی ہوں۔وہ اپنی ساری نرمی اک ڈبے میں بند

کرتے اب بلکل ٹھنڈے لہجے اس سے ہم کلام ہوا ۔جسے اس کی نرمی کی زبان سمجھ نہیں آ رہی ۔ اس نے کیبن اوپر کر اس سے ٹشو کا ڈبہ نکال کر اس کی طرف پھینکا ۔وہ بس اسے دیکھتی رہ گی پورے رستے ان کے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی وہ گھر پہنچے تو وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی ۔۔۔وہ اپنے کمرے میں گئی تو ہر شے مختلف تھی ہر چیز تبدیل ہو گئی تھی۔ اپنا دراز کھول کر دیکھا وہاں اب بھی وہ کاغذ پڑا ہوا تھا بس اب کی بار وہ اک پھول کی شکل میں تھا۔

NOVEL HUT

صبح سرسبز شاداب اور نم گھاس پر وہ ننگے پیر لیے چل رہی تھی ۔اتنی ٹھنڈ میں وہ قدرت کی خوبصورتی کو محسوس کرنا چاہتی تھی۔ نہیں وہ اپنے گرم دماغ کو ٹھنڈا کرنا چاہتی تھی ۔بعض اوقات اس کا دماغ اتنا گرم ہوجاتا تھا اسے لگتا

تھا اندر کچھ مائع ابل رہا ۔تو وہ خود کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ایسی اُوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی تھی

بس اتنا کافی ہے اب تو ٹھنڈ سے میرے جبڑے بھی بجنے لگے ہیں وہ اس ڈیسک کی جانب بڑھی جہاں اس کے جاگر نیچے ہی پڑے ہوئے تھے

اس نے پہنتے ہی جاگر کے تسمے زور سے باندھے جیسے کسی مضبوط ارادے کو ذہن میں لیے تھی۔

اب وہ ٹریک پر بھاگ رہی تھی وہ اس کھلے سے ٹراؤزر اور گھٹنوں تک جاتی کھلی شرٹ پر پونی ٹیل باندھی ہوئی بھاگ رہی تھی جو اس کے بھاگنے سے کبھی ادھر کبھی ادھر جھوم رہی تھی ۔ وہ جب بھی بھاگتی تھی ۔تو بچپن کی یادیں اس کے ذہن میں گردش کرتی تھی ۔ اس کے سر میں درد کی ڈھیسے ابھری۔اس نے اور تیز بھاگنا شروع کر دیا وہ انھی سوچوں میں گھم بہت دور تک بھاگ آئی تھی ۔ادر گرد کوئی نہیں تھا دھند نے ہر شے کو ڈھانپ رکھا تھا ۔وہ شاید بہت

جلدی آگی تھی اس لیے وہاں ارد گرد کوئی اک شخص بھی نہیں تھا۔ابھی وہ

مڑی ہی تھی کہ کسی نے اسے پیچھے سے پکڑ کر رومال اس کے ناک پر رکھ کر دبایا

۔وہ وہی ڈھے ہوگی ۔اسے ہوش آیا تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آیا ۔

اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی ہاتھ پیر باندھے ہوئے وہ زمین پر گری پڑی

ہوئی تھی ۔اسے ڈر لگ رہا تھا پھر سے وہی سب کچھ ۔ابھی وہ سوچ

رہی تھی کہ اچانک دروزاہ کھولا ۔وہ اس کی آہٹ کو محسوس کر سکتی تھی ۔یہ

وہی چال تھی وہ اسے

محسوس کر سکتی تھی۔اس کے رونگھٹے کھڑے ہو رہے تھے اسے لگا کسی نے

اس کا سانس اپنی مٹھی میں بند کر دیا ہے ۔

کیا وہ مجھ تک پہنچ گئے ہیں؟۔۔کیا میں اتنا آسان شکار تھی۔ کیا آج اس کا خاتمہ

ہے ۔اب کون اسے بچائے گا ۔اب کی بار کون اسے بچاتے اپنی جان دے گا

کورٹ روم میں سب لوگ خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے جج مقدمے کا فیصلہ سنا رہا تھا مقدمہ ایک عورت کا تھا جس نے بےدردی سے اپنے شوہر کو قتل کر دیا تھا۔وہاں اُس عورت کی وکیل کبھی اپنے مخالف ساتھی کو اور کبھی جج صاحب کو فل مائیکرو سکوپ کیے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو نوٹ کر رہی تھی سارے مقدمے میں وہ بس خاموشی سے بیٹھی رہی اور ہر شے پر غور و فکر کر رہی تھی ۔وہ آئیزل شاہ حسین جس شے کی کھوج میں لگ جاتی اس کو کھود کر ہی رہتی تھی چاہیے اس کے لیے اسے آخری حد تک کیوں نہ جانا پڑے ۔۔اسے تھرئیلر اور مسٹریس چیزیں بہت بھاتی تھی ۔اس لیے اسے وہ سب کرنا بھی پسند تھا۔۔وہ خود کو ایکشن فلم کی ہیروئن سمجھتی تھی۔اس کا قد دارز،آنکھیں چھوٹی جن کی رنگت

سنہری تھی ،اس نے ناک میں ایک چھوٹی سلور رنگ کی نوز رِنگ پہن رکھی تھی شکل و صورت میں خوبصورت تھی اور رنگ پر کشش سانولا تھا۔اس کے بال گھنے کالے تھے ۔۔۔

کورٹ کی دنیا میں آئیں اسے چند سال ہی ہوئے تھے مگر اس نے اپنی پہچان بنا لی تھی اسے ہر کوئی جانتا تھا ۔سب اسے کریزی بچ کے نام سے جانتا ہے وہ دِکھنے میں جتنی خوبصورت تھی۔۔۔اتنی ہی پاگل تھی۔وہ ہمیشہ بات منہ پر دے مارتی چاہیے اس میں کسی کی عزت یا بے عزتی ہوں وہ کھری بات کرتی تھی۔اسے میٹھی چھری بن کر پیٹھ پیچھے چھرا

گھونپنے والے پسند نہیں تھے۔ وہ ایک تیکھی چھری تھی جو اپنے لفظوں سے لوگوں کو اندر تک جلا دیتی تھی۔ایک لائیر کے لیے سب سے پسندیدہ مشروب اس کے مخالف کے آنسو ہوتے ہیں۔آئیزل حسین شاہ کے لیے بھی تھا اور وہ بہتر طریقے سے جانتی تھی اسے وہ مشروب کیسے حاصل کرنا ہے

جج فیصلہ سنا چکا تھا جج نے اس عورت کو چھے سال کی قید اور 60 لاکھ جرمانہ کیا تھا۔۔

"اوبجیکشن یو اونر آپ کا فیصلہ تو ٹھیک ہے ۔لیکن مجھے تجسس بھرا ماحول محسوس ہو رہا ہے مجھے آپ کے فیصلے سے وائبز نہیں آرہی"۔۔جج اور باقی افراد حیرت انگیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے

کیا مطلب آپ کا وکیل صاحبہ۔۔۔ مخالف وکیل نے ہکلا کر کہا۔۔ مطلب میری وائبز فیصلہ سے میچ نہیں ہورہی ۔۔اس کی بات سن کر سب ہکا بکا ہوگے۔

آپ جج صاحب کی بےعزتی کررہی ہے جو عدالت کے احترام سے باہر ہے۔۔جیوری نے چلا کر کہا ۔۔

جج کی نہیں، انصاف کی عزت عدالت کے احترام میں

آتی ہے ۔۔یہ عدالتیں ججوں کی جی حضوری کے لیے نہیں ۔۔انصاف لینے اور دینے کے لیے بنائی گئی ہیں ۔۔آئیزل نے جیوری کے مقابلے ادب اور احترام کی آخری حد تک جاتے جج صاحب کی طرف دیکھ کر کہا ۔۔

لڑکی تم چاہتی کیا ہوں۔۔۔؟جج نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔۔میں چاہتی ہوں ۔آپ کیس کو ری سٹارٹ کریں۔۔مجھے کچھ اپنے شہبات دور کرنے ہیں ۔۔اس کا لہجہ پہلے جیسا ہی تھا۔تو پہلے کیوں نہیں کچھ پوچھا ۔۔جج نے اکتا کر پوچھا ۔۔۔وہ میں اپنے ساتھی وکیل کو ڈیسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی ۔آئیزل نے ٹمٹا کر اپنی ساتھی وکیل کو دیکھا ۔جو اپنے موکل کو دلاسے دے رہا تھا ۔اس نے پھر جج صاحب کو مسکرا کر دیکھا۔۔ اور وہ اصل میں۔۔ میں کچھ سوچ رہی تھی پلیز جج صاحب ۔پلیز۔۔اس نے معصوم سی شکل بنا کر جج صاحب کی طرف دیکھا۔۔ تو انھوں نے گواہ کو دوبارہ بلانے کا فیصلہ کیا ۔گواہ کوئی پچاس سال کا بوڑھا آدمی تھی۔دیکھنے سے وہ کوئی مولوی لگ رہا تھا

۔۔۔۔۔اصل میں آج جج صاحب کی بیٹی کی سالگرہ ہے تو انھیں گھر جانے کی جلدی ہے۔۔اس لیے وہ کیس کو جلدی ختم کرنا چاہتے ہیں۔۔۔

"تو آپ نے اپنی پہلی گواہی میں کہا تھا کہ آپ نے اس عورت کو۔آئیزل نے اس عورت کی طرف اشارہ کیا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔وہ اپنی دائیں پسلیوں پر ہاتھ رکھے سر جھکائے کھڑی تھی جیسے پشمان ہوں ۔سیڑھیوں سے بھاگتے خون میں لت پت دیکھا جو ایک ہی بات کہہ رہی تھی کہ اس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا ہے"۔

"جی"۔گواہ نے کہا

آپ نے کہا کہ آپ ان کے مکان مالک ہے اور آپ نچلی منزل پر رہتے ہیں اور اکثر اوقات دونوں میں لڑائی ہوجاتی تھی۔کیا آپ بتا سکتے ہیں جھگڑا کس وجہ سے ہوتا تھا۔آئیزل نے کہا

"اس کے شوہر کو اپنی بیوی بلکل پسند نہیں تھی۔ اس کو لگتا تھا وہ ان کے بچے کے ٹیوٹر کے ساتھ چکر چلا رہی تھی۔"

"کیا وہ ٹیوٹر ابھی کورٹ روم میں نہیں۔" اس نے اردگرد نظر دوڑائی

نہیں، کسی وجہ سے وہ آ نہیں سکتا۔ جج کے جیوری نے جواب دیا۔ مگر ان کے ٹیوٹر نے بیان دیا ہے کہ ان کی نیت ٹیچر اور انسان ہونے کی نسبت سے بلکل صاف تھی اور ڈفینڈر بھی اپنے شوہر کے ساتھ پوری طرح سے مخلص تھی۔ جیوری نے بیان پڑھ کر سنایا

ہمم۔۔ اس نے جیوری کی پوری بات سن کر بس اتنا کہا اور پھر اپنا رخ گواہ کی طرف کر دیا۔

آپ نے کہا تھا کہ آپ نے چھت سے کچھ گرنے کی آواز سنی تھی۔ کیا آپ پتا سکتے ہے کہ کیسی تھی وہ آواز۔

ایسا لگا جیسے کوئی شے زور سے زمین پر پٹخ دی ہوں ۔ان کے اکثر اوقات

جھگڑے ہوتے رہتے تو ہم نے دھیان نہ دیا تھا۔

گواہ نے جج کی طرف دیکھتے کہا

کیا آپ بتا سکتے ہیں ڈیفینڈر کی حالت کیسی تھی جب آپ نے انھیں دیکھا ۔کیا

انھوں نے اپنی لیفٹ سائیڈ کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا

جی ہاں ۔اس کی اپنی حالت بھی بہت بھیانک تھی۔

آبجیکشن یو اونر۔ یہ عدالت کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے یہ گواہی ہمیں

پہلے نہیں دی گئی ۔ مخالف وکیل چلایا ۔تو گواہ نے بھی چلا کر کہا۔۔

کیونکہ مجھ سے پوچھا ہی نہیں گیا۔

۔جج نے آبجیکشن اور رول کہہ دیا وہ وہی چپ ہو گیا اس نے اپنی مٹھیاں

بھینچ لی۔

NOVEL HUT

جج صاحب میری موکل مظلوم ہے ۔یہ کیس سلیف ڈیفینس کا ہے ۔ایک پچاس کلو رکھنے کی عورت کیا نویں کلو رکھنے والے مرد کو مار سکتی ہے ۔اس عورت کا مرحوم شوہر روز رات کو نشے میں اپنی بیوی کو مارتا تھا۔اس کے کہنے سے کورٹ میں بیٹھی اس کی ماں چینخ کر بولی میرا بیٹا نشہ نہیں کرتا تھا جج صاحب ۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ۔

اماں جی آپ کے بیٹے کی آٹوسپی رپورٹ بھی پھوٹ

پھوٹ کر کہہ رہی ہے کہ وہ ایک نشائی تھا اس کے اندر نیکوٹین کی بہت وافر مقدار پائی گئی۔اسے اس کی ماں کے آنسو دیکھ کر ذرا بھی ترس نہ آیا ۔کیونکہ وہ جس عورت کا مقدمہ لڑ رہی تھی ۔وہ بھی اک ماں ہے جس کا بیٹا ابھی سائیکالوجسٹ ٹیم کے پاس ہے جب وہ اسکول سے آیا تو اس نے اپنے باپ کو مردہ اور اپنی ماں کو کھینچی پکڑے خوف و دہشت کی حالت میں دیکھا جس کے کپڑوں پر خون ہی خون تھا ۔

یہ رہی ویکٹم کی آٹوسپی رپورٹ اوریہ رہا میری موکل کا ایکس رے جس میں صاف نظر آرہا ہے کہ اس کی پسلیاں اس کے گردوں میں گھس گئی ہے ۔۔اس نے دونوں رپورٹس جیوری کے حوالے کی تو اس نے آگئے جج کو پیش کی۔ میں ملزم کو کٹھرے میں بلانے کی اجازت چاہوگی ۔ اجازت ہے ۔جج نے کہا

ملزم سے کھڑا نہیں ہوا جارہا تھا اس لیے اسے کرسی پر بیٹھا دیا تھا ۔

آپ کے پاس کینچی تھی کیا آپ بتا سکتی ہے کہ آپ کینچی کے ساتھ کیا کررہی تھی ۔

ان کا بٹن ٹوٹ گیا تھا وہی ٹھیک رہی تھی ۔وہ درد اور تکلیف سے بولی ۔ اس کی پسلیوں میں ابھی بھی درد تھا۔ آخر اس کا درد کیسا ہوگا۔پسلیوں کے ٹوٹنے کا درد اور ہوتا ہے اور ان کا ٹوٹ کر گردوں میں گھس جانا اور ہوتا ہے ۔

جج صاحب یہ بات صاف ہوگی کہ اس شخص نے غصے اور نشے میں اپنی بیوی کو مارا پیٹا اور اپنی مضبوط لاتیں سیدھی اس کے پیٹ پر ماری۔جس سے اس کی پسلیاں اس کے گردوں میں گھس گئ۔ ملزم نے صرف خود کے بچاؤ میں یہ قدم اٹھایا ۔ آخر وہ دس سال سے اس شخص کے ساتھ رہتے یہ ظلم برداشت کررہی تھی ایٹس جسٹ آ سیلف ڈیفنس۔۔یو آرنر۔۔خونخوار میری مؤکل نہیں وہ درندہ ہے جو آخر اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔آخر میں وہ چلاتی بولی۔ ایم ڈن۔ تھینک یو۔ خود کو فوراً ہی سنبھالتے اس نے

سر خم کرتے کہا اور اس کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھری وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئ۔۔ اس کے بعد عدالت نے شافعیہ کو باعزت بری کردیا ۔۔کیونکہ وہ ایک سیلف ڈیفنس کیس تھا۔آئیزل نے تو اسے ایسے ہی پیش کیا۔۔۔۔اب بیچ کی کھچڑی کا کسے پتا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ عورت اسے کوری ڈور میں ملی ۔ آئیزل کو دیکھتے ہی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دعائیں دینے لگی

۔ تمہارا بہت شکریہ ۔خدا تمہیں خوش رکھے ۔۔خدا تمہیں سلامت رکھے ۔وہ جو خوش دل کے ساتھ اسے دعائیں دے رہی تھی اچانک ہی وہ غمزدہ ہوگئیں ۔میرے پاس تو آپ کی فیس کے لیے پیسے نہیں ہے۔۔اس کی کوئی ضرورت نہیں۔آپ کا معاوضہ کوئی دے گا۔۔آئیزل نے مسکرا کر کہا

کون ہے۔ وہ عورت اپنے محسن کے بارے میں جاننا چاہتی تھی شافعیہ خاتون متجسس ہوئی

آپ زیان کو جانتی ہے وہ بولی۔وہ بھی یہ جاننا چاہتی تھی کہ زیان اس عورت کو کیسے جانتا ہے ۔اور اس نے یہ کیس اسے لڑنے کے لیے کیوں کہا۔۔وہ خود بھی متجسس تھی ۔۔۔۔زیان ۔۔۔شافعیہ حیران ہوئی ۔۔۔۔۔کیوں کیا ہوا آپ جانتی ہے اسے پریشانی ہوئی۔

وہی تو میرے بیٹے کا ٹیوٹر تھا۔شافعیہ خاتون پتا نہیں کیا کیا کہہ رہی تھی مگر اس کی سوئی ٹیوٹر پر اٹکی تھی وہ ٹیوشن ماسٹر جس کی وجہ سے آج وہ اپنے شوہر کی قاتل

مانی جاتی ہے وہ کوئی اور نہیں اور نہیں اس کا اپنا شوہر ہے وہ حیرت سے سوچ میں ڈوبی اس عورت کو دیکھے جارہی تھی جو کتنی مطمئن تھی جیسے ساری تکلیفیں ختم ہو گئی ہوں وہ اس شخص کی کتنی عزت کرتی ہے۔جس کی وجہ سے آج وہ یہاں پہنچی ہے آخر کیسے نہ کریں اب ایک پر سکون زندگی اس کی منتظر ہے جس میں صرف اس کا بیٹا ہوگا اور وہ ہوگئی ۔اور زندگی کی صرف تلخیاں ۔۔۔درد تکلیف تو ختم ہو گئے ناں۔۔وہ اس کے چہرے پر سکون دیکھے مسکرا دی۔اتنے دنوں بعد اسے بھی سکون ملا تھا ۔۔اس کی بھی آنکھیں چمک رہی تھی۔ وہ کوری ڈور میں تھی کہ اس شخص کی ماں چیختی چلاتی ہوئی آئیزل کو مارنے کی غرض سے بڑھی ۔اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ دونوں بازو اپنے آگے کیے وہی کھڑی ہوگی ۔کہ کسی نے آکر اس عورت کو روک لیا خود کو سنبھالے خالہ جی ۔کیوں اپنے ہاتھ اس عورت پر گندے کر رہی ہے میں بھی تو برداشت کر رہا ہوں اسے آپ بھی کر سکتی ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کو اجر

دیتا ہے ۔اس کا لہجہ نارمل تھا۔ اس نے ہاتھ پیچھے کیے تو سامنے اس کا شوہر اس بوڑھی عورت کے ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا وہ کیا کہہ رہا ہے وہ اپنے خیالوں میں گم ہو گئی

۔ہائے میرے اللہ ۔۔میرا ہیرو۔۔۔میرا شوہر ۔۔کتنا خیال رکھتا ہے میرا ۔۔ہوں نہ میں اپنی کہانی کی ہیروئن۔۔۔۔۔یہ کسی کورین ڈرامے کا سین لگ رہا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو کیمرہ کی مانند بناتے ہوئے سیدھا اپنے شوہر کی طرف کیے۔اس بوڑھی عورت کو اس کے ساتھی دلاسہ دیتے لے گئے۔وہ اداسی سے اس بوڑھی عورت کو دیکھ رہا تھا وہ ہر اک کا غم محسوس کرنے والا تھا ۔جذباتی انسان تھا۔ وہ لوگوں کے چھوٹے سے چھوٹے نقصان اور غم پر بھی اداس ہوجاتا تھا۔اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کی بیوی ہاتھوں کے مختلف اینگل بنا رہا تھی۔

"یہ کیا کررہی ہوں کسی بندر سے کم نہیں لگ رہی"۔

ارے نہیں ۔میں تو اپنے شوہر کو کیمرے میں لا رہی تھی ۔ تاکہ ساری دنیا دیکھے کیسے اس نے گنڈوں میں پھنسی اپنی ہیروئن کو بچا لیا۔آئیزل نے پرانے فلم کی ہیروئن کی طرح اداکاری کرتے کہا۔

تمہارے کورین ڈرامے بند کروانے ہوں گے۔

سوچنا بھی مت۔۔بیوی پر ظلم وزیادتی کے کیس میں اندر کرواں دو گئ۔وہ اسے انگلی سے وارن کرتی بولی۔ہٹو بندوں کی ملکہ آگئ سے۔۔وہ اسے سائٹ پر کرتے شافعیہ خاتون کی جانب بڑھا۔بیوی کو چھوڑ کر غیر عورتوں سے میلاپ کرتے ہوں۔بیوی کو دھوکا دینے کا چارج لگا دوں گی۔وہ اسے پھر انگلی سے وارن کرتے کہتے کررہی تھی۔

تو یہ آپ کی بیوی ہے بہت سنا ہے آپ کے بارے میں۔شافعیہ مسکرا کر کہا تو آئیزل کی باہیں کھل گئ

ہے سچی تو میرا شوہر میرے بارے میں بھی بات کرتا تھا۔اس نے زیان کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

تو کیا سنا آپ نے میرے بارے میں۔وہ اپنی ساری توجہ اب صرف شافعیہ خاتون پر لیے کھڑی تھی۔

یہ کوئی جگہ نہیں ہے بات کرنے کی۔گھر چل کر بات کرتے ہیں۔شافعیہ خاتون آپ کو گھر چھوڑ دوں۔زیان جھٹ سے بولا وہ نہیں چاہتا تھا وہ اس کی باتیں جو اس نے شافعیہ کو آئیزل کے بارے میں بتائی اگر وہ آئیزل سنیں۔۔۔۔نہیں تو جنگ عظیم تین شروع ہوجانی ہے۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔۔میں سیدھا ارسل کے پاس جاؤ گی وہ کافی گھبرا گیا تھا۔اس نے اپنے بیٹے کا نام لیا۔جو اس وقت شاک کی وجہ سے سائیکالوجسٹ کے پاس تھا۔۔۔نہیں نہیں مجھے میری شوہر کی اپنے لیے تعریفیں سننی ہے وہ بھی جھٹک بولی۔شافعیہ اس کی حرکت دیکھ کر مسکرا دی

جو بھی سنا ہے اچھے الفاظ کم اور برے زیادہ تھے۔

وہ حیرت اور غصے کی ملی جلی کیفیت سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی اس کا سارا غرور وہی خاک ہوگی جو سوچے بیٹھیں تھی کہ اس کے شوہر نے اس کی تعریفوں کی بڑی بڑی نہ سہی کم از کم چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں لگائی ہوگی

آپ میری محسن ہے بہت مدد کی آپ نے میری۔۔۔۔اک نصیحت کرو گی۔اک عورت کو گھرداری ہی سیکھنی چاہیے اگر گھر کے سارے کام مرد ہی کرے گا تو اسے اپنی بیوی کا کیا فائدہ۔ایسے مرد پھر عورتوں سے اکتا جاتے ہیں اس نے پر خلوص لہجے میں کہا۔

خود بھی آپ اک گھریلو خاتون تھی۔۔۔۔کیا ملا آپ کو اپنے شوہر سے۔۔۔۔خوش تو وہ بھی نہیں تھا آپ سے۔۔۔الٹا اس کے قتل کے کیس میں آپ یہاں ہیں اور میں نے آپ کو بچایا ۔۔۔۔۔آئیزل نے جل بھن کر کہا۔ ۔اس نے آنکھوں میں آگ لیے زیان کی طرف دیکھا۔وہ ادھر ادھر

دیکھنے لگا۔شافعیہ اس کی بات سن کر حیرت سے زیان کی طرف دیکھنے لگی۔وہ شرمندہ ہوا ۔ شافعیہ خاتون بھی شرمندہ اور اداس ہوگئ ۔اصل میں آئیزل کو غصہ اس کی بات پر نہیں ،زیان کی حرکت پر ہوا ۔وہ ایسے کیسے ان کی پرائیویٹ زندگی کے بارے میں کسی کو بھی بتا سکتا ہے۔۔۔اصل مسئلہ یہاں بتانے کا نہیں ۔۔برائیاں کرنے کا تھا ۔اگر زیان آئیزل کی تعریفیں کرتا تو یہ مسئلہ پرائیویٹ نہ ہوتا۔۔میں سنبھال لوں گا آپ جائیں۔اس نے انھیں پرسکون ہوتے کہا

اچھا میں چلتی ہوں اب۔تم دونوں کو خدا سلامت رکھے ۔اللہ خافظ ۔وہ کہتی چل پڑی ۔۔

وہ آنکھیں پھاڑ کر اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی ۔جب وہ چلی گی تو زیان نے آئیزل کو دیکھا جو اسے کھا جانے والی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی

ایسے کیا دیکھ رہی ہوں ۔

تم غیر عورتوں سے اپنی بیوی کی غیبتیں کرو اور میں تمہیں ایسے بھی نہ دیکھو۔ ذلیل انسان۔۔ گھر چلو بتاتی ہوں ۔ کہتی برق رفتاری سے چلنے لگی وہ بھی اس کے پیچھا بھاگا۔

اک تو میں ہسپتال سے آف ڈے کی چھٹی لے کر آیا تا کہ تمہارے ساتھ کہیں لنچ کر سکو اور اک تم ایسا کررہی ہوں ۔برق رفتار سے چلتی اس کے بات سن کر جھٹکے سے رک کر اسے گھورنے لگی ۔اس کے یوں دیکھنے سے زیان کی زبان کو بریک لگی ہسپتال سے چھٹی لے کر آئیں ہوں۔ میرے لیے نہیں اس شافعیہ سے ملنے کے لیے ۔آئیزل کورٹ کے مین دروازے پر غرا کر بولی ۔اردگرد سے لوگ انھیں دیکھنے لگے ۔زیان نے شرمندگی سے بچنے کے لیے مسکرا کر لوگوں کو دیکھتے سر کو جنبش دینے لگا۔۔۔۔

نہیں ایسا نہیں ہے ۔میں صرف تمہارے لیے آیا ۔۔صرف

تمہارے لیے ۔۔صرف اپنی بیوی کے لیے۔۔۔۔کون شافعیہ ۔۔میں تو نہیں

جانتا ۔۔وہ نرم گوئی سے بولا کہ آئیزل کو اپنا چہرہ آگ کی مانند گرم ہوتا محسوس ہوا

۔۔ایک تو وہ جھوٹ بول رہا تھا اوپر سے ایسے بات کررہا تھا ۔جیسے وہ اس

سے داستانوں بھری محبت کرتا ہوں۔غصہ سے اس کا چہرہ لال ہوگیا

کہیں نہیں جا رہے ہم ۔۔۔۔باہر لنچ کرنا ہے۔۔وہ تپ کر بولی۔۔۔آج کا لنچ

تم بناؤ گے ۔۔وہ بھی سارا میری پسند۔غصے سے چلاتی اور بھڑ بھڑاتی وہ گاڑی

میں بیٹھی

خدا کی قسم اگر دادی جان کا خیال نہ ہوتا تو ۔۔گاڑی میں بیٹھتے وہ دبی ہوئی آواز

میں غرایا۔اسے لگا آئیزل کا دھیان نہیں ہے لیکن آئیزل نے سن لیا

۔"تو۔۔۔ہاں تو کیا" ۔وہ اور بھڑک کر بولی ۔۔۔۔کچھ نہیں ۔۔۔اس نے

مسکرا کر کہا ۔۔۔۔روڈ پر تماشا لگا رکھا

ہے گھر چلو بتاتا ہو۔۔۔خود سے کلام کرتے اس نے گاڑی

سٹارٹ کی

عنائیہ گھر نہیں آئی کیا دوپہر ہونے کو ہے ۔برہان آغا جو بڑی سی مردانہ شال لیے ویل چیئر پر خود کو ڈھانپے ہوئے بیٹھے تھے سردی معمول کے مطابق ہی تھی ۔۔ہلکی ہلکی تھوپ جسم کو توانائی فراہم کررہی تھی ۔برہان آغا نے اپنی بہو جو موبائل پر مختلف طرز کے کپڑوں پر سکرولینگ کررہی تھی ۔

نہیں بابا آغا آپ تو جانتے ہی ہے۔۔۔۔گھر اس کے پیر کہاں ٹکتے ہے ۔اب تو جنرلیسٹ کا بھوت سوار ہوگیا ۔اب بلا کوئی بتائے یہ کوئی عمر یہ پڑھنے لکھنے کی ۔اٹھائیس سال کی ہوگئی ہے ۔گھر بیٹھے ۔شادی کرے ۔اس کی عمر کی لڑکیاں کب کی کریر بنا چکی ہے اور شادی بھی کرچکی ہے مگر اس کی نہ تو شادی کا پتا ہے اور نہ ہی کریر کا ۔۔خیر ہم کیا کرسکتے ہیں ۔۔ہم ہے ہی کون جو اسے سمجھائے

۔۔اک آہ بھرتے ہوئے نتاشہ نے کہا وہ ایسے ہی موبائل میں سکرولینگ کرتے ہوئے کہے جارہی تھی۔برہان آغا کو اس کی بات بری لگی تھی مگر کہا کچھ نہیں۔۔ زکیہ جو کہ پیچھے ہی چائے کا ٹرے لیے کھڑی تھی اس نے سب سن لیا تھا وہ جیسے ہی ان کی جانب بڑھ گی ٹرے نتاشہ کے اوپر الٹ دیا وہ مچھلی کی طرح تڑپتی اچھلی۔چائے کی پیالیاں اس پر گری نہیں تھی مگر ان کی چھینٹیں اس کے پاؤں کو جلاگی تھی اور خود زکیہ نیچے گری ٹخنوں کو پکڑی بیٹھی تھی۔

ہائے میں مر گئی۔آغا جی ۔۔۔ہائے اللہ ۔ہائے میں مرگی ۔۔۔ اسے اتنی لگی نہیں تھی جتنے وہ ڈرامے کررہی تھی آغا جان اس روز کے تماشے سے واقف تھے ۔۔اس لیے انھوں نے نہ کچھ زرتاشہ کے حق میں کہا اور نہ کچھ زکیہ کے بارے میں کہا ۔وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔۔مار دینے کا ارادہ ہے تو بتا دوں زکیہ۔۔ صرف عنائیہ کی وجہ سے برداشت کر رہے ہیں تمہیں نہیں تو کب کا حساب کر دیتے ہم تمہارا ۔۔نتاشہ پھٹاک سے کہتی اندر چلی ۔جبکہ برہان آغا

بھی وہیل چیئر گھسٹتے وہاں سے چلے گئے ۔آج کا دن بھی انھیں اپنے کمرے گزارنے کا سوچ لیا تھا

"زکیہ نہیں مارتی کسی کو اس کے قہر سے لوگ خود ہی مرجاتا ہے خون پینے والی چڑیل نہ ہو تو۔۔۔۔۔سارا موڈ خراب کردیا ۔اب اس پھیلی گندگی کو صاف کرنے کے لیے مجھے ہی کسی کو بلانا ہو گا زکیہ نہ ہو تو گھر کیسے چلے "وہ بھی منہ چڑھاتی اندر چلی گئی ۔وہ ایک ایسی نوکرانی تھی جو اپنی پھیلائی گندگی بھی صاف کروانے کے لیے نوکر رکھتی تھی۔

NOVEL HUT

کمرے میں ہر شے تہس نہس ہوئی پڑی تھی ۔ڈریسنگ کا سامان بکھرا پڑا تھا۔گیلا تولیہ بستر کے درمیان یوں پڑا ہوا تھا جیسے بستر کا مالک یہی ہوں

۔۔جبکہ بستر کا مالک خود صوفیہ پر کمبل اوڑھے خود کو ایسے ڈھانپے بیٹھا تھا جس سے صرف منہ باہر نکلا ہوا تھا ۔وہ گود میں لیپ ٹاپ لیے جسے اس نے کمبل کے اندر دیئے ہاتھوں سے ہی پکڑا ہوا تھا۔۔ پر کوئی کورین ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ تبھی زیان کمرے میں داخل ہوا۔اسے کمرے کی حالت دیکھ کر حیرانی نہیں ہوئی تھی اس نے دیکھا چائے کا کپ جیسا رکھ کر گیا تھا ویسا ہی پڑا ہے ۔" تم سے کوئی ملنے آیا ہے" ۔ اس نے آئیزل سے کہا جو گھر آئی شاور لیے ڈرامے دیکھنے میں مصروف ہو گئی ۔اس نے گاڑی میں اک ہی بات کی رٹ لگائی ہوئی بھوک لگی ہے جلدی چلاؤ جبکہ اب ڈرامہ دیکھتے ہوئے نہ بھوک لگی ہے نہ پیاس ۔اصل میں بھوک اسے کھانے کی نہیں ۔کورین ڈراموں کی لگی ہوئی تھی اس نے آئیزل کی طرف دیکھا ۔جو محروں رنگ کی شلوار قمیض پہنے اس کے اوپر گرم اونی سویٹر پہنے ہوئی تھی ۔رنگین اونی ڈوپٹہ لیے صوفہ پر لیپ ٹاپ گود میں رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔اسے معلوم تھا۔۔۔وہ کوئی کورین ڈرامہ

ہی دیکھ رہی ہوگئی۔۔۔۔تم پہلے یہ بتاؤ رات کو کہاں تھے۔۔۔کس ماں کے ساتھ تھے تم۔۔۔ اور کیا اس ماں نے بھی کہیں اپنے شوہر کو مار نہیں دیا۔۔کیا اب پھر کسی عورت کا کیس لے آئیں ہوں۔۔وہ ٹھیک تپے ہوئے بولی البتہ نظریں اس کی لیپ ٹاپ کی سکرین پر تھی۔۔

نہیں عورت نہیں۔۔ایک خوبصورت سی لڑکی ہے۔۔عمر

تقریباً میرے جتنی ہی ہے۔۔اس کی تو آنکھیں بھی میری جیسی ہے۔۔وہ اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔۔گھر آتے ہی آئیزل نے اسے کیچن میں گھسا دیا تھا۔۔اب وہ اس بات کا اور کورٹ میں کی حرکتوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا

"اگر تمہاری عمر کی ہے تو لڑکی نہ کہو اسے۔۔ اور اگر آنکھیں بھی تمہاری جیسے ہے تو تم پہلے کم گرگٹ تھے کہ تمہارے جیسا اک اور گرگٹ برداشت کرنا ہوگا"۔۔اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں ابھی بھی نہ ہٹائی تھی دنیا میں سبز آنکھوں والوں رکھنے والے افراد سورج کی روشنی میں گرگٹ کی مانند اپنی

آنکھوں کی رنگت بدلتےہیں۔ پوری تاریخ میں، سبز آنکھوں والے لوگوں کو پراسرار اور کرشماتی سمجھا جاتا ہے۔ مختلف ثقافتوں نے انہیں خاص خصوصیات سے جوڑ دیا ہے، جیسے تخلیقی صلاحیت، تجسس، اور فطرت سے تعلق۔

"وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین

سائیکریسٹ بھی ہے"۔زیان اس کی جلی کڑی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اورزچک کرتے ہوئے کہا۔

ایک سائیکریسٹ ہمارے گھر کیا کررہا ہے۔آئیزل نے حیرت سے پوچھا ۔۔۔میں نے بتایا نہیں۔۔ تم سے ملنے آئی ہے۔وہ بھی جھٹ سے بولا۔۔۔کیا میں تمہیں پاگل نظر آتی ہوں ۔۔آئیزل نے انگلی سے خود کی طرف اشارہ کیا ۔۔۔روز آئینہ دیکھتی ہوں ۔۔اب تک پتا نہیں کتنی پاگل ہوں تم ۔وہ بھڑبھڑایا جس کی آواز صرف وہ خود سن سکتا تھا

کہیں سائیکریسٹ صاحبہ نے پاگل پن ہو کر اپنے شوہر کو مار دیا۔اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹاتے زیان کی طرف دیکھا۔

نہیں اصل میں وہ ایک فارنزک سائیکٹریسٹ ہے اور جس شخص کا کیس ہینڈل کر رہی ہے اس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا۔آئیزل نے چونک کر زیان کو دیکھا ۔۔اسے معلوم تھا وہ کس کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔۔۔جو خاموشی سے اس کے اگلے جواب کا منتظر تھا۔

میں نہیں مل رہی بھئی ۔۔آج مشکل سے فری ہوئی ۔۔کل پھر سے کیا پتا مصروف ہو جاؤ ۔۔اس سے کہہ دو میں گھر نہیں ہوں۔۔اس نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔لیکن دادی نے اس سے کہا ہے تم اندر ہی ہوں اور میں تمہیں بلا لاؤں۔۔زیان نے کہا تو آئیزل نے منہ بگاڑ کر لیپ ٹاپ بند کیا ۔۔اس دنیا میں ہر کوئی دادای کا سگھا ہے ۔۔سوائے ان کی اپنی پوتی کے ۔وہ

روہانسی سے بھڑبھڑاتی چادر سیٹ کرتی کمرے سے نکلنے لگی کہ زیان نے اس کا بازو پکڑ کر روکا

اسے جواب دیتے وقت احتیاط برتنا۔۔۔۔وہ ایک سائیکٹریسٹ ہے پرکھ لے گی تمہیں۔اور ہاں ہم نے جواب تیار کیے ہیں وہی دینا ۔ سمجھ آئی ۔زیان نے اسے سمجھایا تو اس نے زیان کا ہاتھ اپنے بازوؤں سے پرے کیا۔۔۔۔پتا ہے مُجھے کوئی بچی نہیں ہوں۔وہ منہ بناتے بولی

حرکتیں تمہاری کسی بچے سے کم بھی نہیں۔۔وہ اس کی ناک کو اپنی انگلی سے دباتے بولا ۔۔دفع ہوں۔۔میرا پہلے ہی موڈ خراب ہے۔۔ آجاتے ہیں سارے مجھ غریب پر ظلم کرنے ۔وہ اسے پرے کرتی کمرے سے نکلی

تم تو ایسا موڈ وراثت سے لے کر آئی ہوں سڑا ہوا وہ کمرے جیسے ہی باہر ہوئی تو زیان نے عجیب و غریب منہ بناتے کہا۔۔۔وہ لان میں پہنچی۔ جہاں ماہین اس کی دادی کی ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی ۔اس سے اس کی دادی کچھ کہہ

رہی تھی جس پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ سفید رنگ کی لمبی فراک پہنے ہوئے تھی جس پر ہلکے جامنی گلابی پھول بنے ہوئے تھے ۔اس کے اوپر اس نے گلابی لیدر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی ۔۔کوئی اس کی فراک کو پہلی نظر دیکھ کر گاون ہی سمجھے گا۔یا پھر فراک ہی سمجھے۔وہ کسی گاون کی طرح کھلی اور گھیرے دار تھی اس کے سارے ڈریس اسی طرز کے تھے جس کے اوپر وہ کسی گرم چادر یا سکارف سے نقاب کر لیتی تھی ۔نقاب میں اس کی سبز آنکھیں واضح نظر آرہی تھی ۔۔اس نے اپنی گرم چادر سے خود کو ڈھانپنے کی کوشش کی اور اس کی طرف بڑھی

"تو تم مجھ سے کس سلسلے میں ملنا چاہتی تھی۔"

آئیزل کی آواز سن کر وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئ۔وہی اس کی دادی نے اس کو ڈانٹا۔

گھر آئیں مہمان کے ساتھ ساتھ کوئی ایسے بات کرتا ہے۔ ۔۔۔"بن بولائے مہمان نری زحمت ہوتے ہیں "۔آئیزل نے ماہین کو تپی ہوئی نگاہوں سے گھورتے کہا۔وہ سمجھ گئی تھی آئیزل کو اس کا آنا اچھا نہیں لگا وہ خاموش رہی ۔

دادی آپ جائیں ۔اس نے تھوڑے ایٹیٹیوڈ سے کہا۔

کیوں جاؤ ۔پہلے ہی بچی گھبرا گئی ہے ۔دادی بھی ڈیٹھ بن کر بیٹھ گئی

" دادی جائیں ناں"۔۔۔ایک تو میرے گھر والے ذرا جو کسی کے سامنے میری عزت رکھ لیں اس نے کوفت سے سوچا۔۔اس کے ایٹیٹیوڈ کا تو تو بیڑا گرک ہوگیا تھا تو اس نے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"زیان آپ کو بلا رہا تھا ۔۔کوئی کام تھا ۔اسے آپ سے"

"بیوی تم ہوں اس کی۔ تم کام کیا کرو تمہارا فرض بنتا ہے۔ اور اک وہ ہے سارا دن کام کرتا رہتا ہے ۔۔پھر نہ کہنا دادی نے پھانس لیا ۔تیرا شوہر پہلے ہی

وہ بڑا مرتا ہے مجھ پر" ۔دادی شوخ سے منہ بنائے بولی ۔ماہین ان داد پوتی کی نوک جونک کو دیکھ رہی تھی اسے تو یہ کبھی نصیب نہیں ہوا۔۔

کیا نام ہے تمہارا ۔آئیزل نے ماہین کی طرف متوجہ ہوئی تو اس نے گم سم ہوتے آئیزل کی طرف دیکھا۔

ماہین۔۔۔۔۔۔وہ بولی تو آئیزل چونک کر بولی "ماہین" ۔اس نے یہ نام پہلے بھی کہیں سن رکھا تھا مگر اسے یاد نہیں آرہا تھا ۔"ہم چلتے ہیں یہاں سے"ماہین اس کے کہتے ہی اٹھی اس سے پہلے اس کی دادی اٹھ کر ناک چڑھاتی گئی۔۔ جیسے ہی وہ کمرے سے گئی ۔آئیزل اس کے سامنے کرسی پر بیٹھی۔اور جلدی جلدی بولی ۔۔تو تم عالیان کے متعلق مجھ سے پوچھنا چاہتی ہوں۔چلو جلدی پوچھو میں فل سسپینس میں سین چھوڑ کر آئی ہوں۔۔۔۔

"میرا مقصد تو آپ بخوبی جانتی ہے" ۔ماہین نے بولنا شروع کیا تو آئیزل نے اسے ٹوکا

مدعے کی بات کرو ماہین ۔میری پہلے ہی لائف بڑی بزی ہے۔اس کی بزی لائف میں صرف اس کے کورین ڈرامے آتے تھے۔باقی کریر وغیرہ اس کے لیے صرف ایڈونچر تھا آپ عالیان کو کب سے جانتی ہے ۔وہ آپ اس کے بھائی کی بیوی ہے ناں ۔

میں عالیان کو اتنا نہیں جانتی جتنا تم سوچ رہی ہوں ۔زیان سے بھی میری ملاقات اس کیس کے دوران ہی ہوئی تھی۔تو کیا آپ کی لو میریج ہوئی ہے۔ماہین کے سوال پر آئیزل کی رگیں تن گئی

میری پرسنل لائف کے بارے میں نہیں ۔عالیان کے بارے میں جو پوچھنا ہے وہ پوچھو ۔آئیزل نے اپنے جذبات کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ان پر قابو پاتے تحمل سے کہا

اصل میں یہ سوال میں نے عالیان کی وجہ سے ہی پوچھا ہے ۔ ماہین اپنے سوال پر ڈٹی رہی۔

مطلب میں سمجھی نہیں ۔ آئیزل کو سمجھ نہ آئی کیا معلوم آپ کے شوہر نے آپ کو کیس بند کروانے کے لیے کہا ہوں۔وہ اپنے بھائی کو وہاں چھوڑ کر خود ان کی پراپرٹی پر قبضہ کرنا چاہتے ہوں۔ماہین نے آرام سے کہا تو آئیزل نے خود پر باندھی زنجیریں توڑ دی

مائنڈ یور لیگویج ۔وہ چلائی ۔میرے گھر میں آکر تم میرے شوہر کے بارے میں فضول باتیں کررہی ہوں۔اور جو تم ان کی پراپرٹی کی باتیں کررہی ہوں۔کہاں ہے مجھے تو نظر نہیں آئی۔ان کی فیکٹریاں ،کارخانے سب جل کر راکھ ہو گئے ۔کچھ نہیں بچا ان کے پاس ۔۔۔۔۔جب غرور اور گھمنڈ سر کو چڑھتے ہے ناں ۔ تب اس کا سب سے زیادہ نقصان اس کے باقی حصوں کو پہنچتا ہے خسارہ ان کا مقدر ،اور رسوائی ان کی قسمت میں لکھ دی جاتی ہے ۔بس غازیان خاندان کی بھی یہی داستان ہے کسی کی ڈھال کرکے ان کو بددعا لگی ہے ۔اس نے اپنے ہاتھ کا پنجا بناتے ہوا میں لہرایا۔"ارے دیا ہے ہی کیا

انھوں نے میرے شوہر کو عالیان سے زیادہ زیان نے خدمت کی ان کی ۔مگر انھوں نے پھوٹی کوڑی نہ پوچھی۔ وہ اس پر اچھی خاصی تپ گئی ۔یکدم ہی اسے احساس ہوا وہ زیادہ بول گئی ہے خود کو نارمل کرنے کے لیے وہ مسکرائی۔اس کی مسکراہٹ کہیں سے بھی نکلی نہیں لگ رہی تھی۔اس کے موڈ سوینگ ہونے کا کچھ اتا پتا نہیں ہوتا کب کون سے موڈ کا سوئچ آن ہو جائے اسے خود بھی نہیں معلوم پڑتا۔"معاف کرنا۔اصل میں آج کل جو کورین ڈرامہ دیکھ رہی ہوں اس میں اگریشن زیادہ ہی ہے تو یہ اس کا سائیڈ ایفیکٹ ہے پلیز ڈونٹ مائینڈ۔۔"

آئیزل کو مسکراتا دیکھ کر ماہین بھی مسکرائی۔۔اسے تو عادت تھی ایسے لوگوں کی آخر وہ ایک سائیکریسٹ تھی۔۔آئیزل کو مسکراتا دیکھ کر ماہین بھی مسکرائی۔۔" اصل میں کیس بند کرنے کا فیصلہ زیان کا نہیں اس کی بہن کا تھا۔زیان نے تو بہت کہا کہ کیس چلنے دوں عالیان بے گناہ ہے ۔مگر اس نے

ہی منع کردیا۔ مجھے اندر کی کہانی تو نہیں پتا ۔مگر اتنا ضرور پتا ہے۔ قتل کی آخری رات ماہ جبین کو آخری کال عنائیہ نے کی تھی۔جب کال کا ڈیٹا نکلوایا تو اس میں عنائیہ نے اسے مارنے کی دھمکی دی تھی۔کیا معلوم اس کو عنائیہ نے ہی مارا ہوں اور عالیان نے صرف اس کو بچانے کے لیے سب کچھ کیا ہوں۔۔لیکن عنائیہ اسے کیوں مارے گئی ۔ ماہین حیران ہوئی کسی حد تک وہ بھی عنائیہ کو جانتی تھی کیونکہ اس کی اور ماہ جبین کی نہیں بنتی تھی ۔وہ اسے بلکل پسند نہیں کرتی ۔ وہ اپنے بھائی کو بہت زیادہ پسند کرتی تھی ۔اس کے مطابق ماہ جبین ان کے درمیان آگئی۔ماہ جبین ہمیشہ عالیان کو اپنے ساتھ باہر رکھتی۔تو عنائیہ کے لیے اس کے پاس ٹائم ہی نہیں ہوتا ۔تم حسد نام کے فتنہ کو تو جانتی ہوں۔اس کے کہتے ہی ماہین نے اثبات میں سر ہلایا بس پھر تمہیں زیادہ صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں ہوگئی۔اس نے ہاتھ جھاڑتے کہا ۔

آپ عنائیہ کو کیسے جانتی ہے ۔ماہین نے ایک اور سوال کیا ۔جو آئیزل کے لیے مشکل نہیں تھا

میں ۔۔ہم سکول میٹس تھی جتنا میں اسے جانتی ہوں

۔اتنا کوئی نہیں جانتا۔وہ ایک پوری myth ہے۔۔۔۔ اسے سمجھنا بہت مشکل ہے۔۔۔۔۔بچپن میں عالیان کا کوئی دوست عنائیہ کی وجہ سے نہ بن سکا کیونکہ وہ ہمیشہ اس کے سر پر سوار رہتی۔۔آئیزل نے بات ختم کی تو ماہین نے سوال جاری رکھے

"علیحدگی کے بعد بھی عنائیہ عالیان کے ساتھ تھی"۔

یہ سب اسی علیحدگی کا ری ایکشن۔اسے لگتا ہے عالیان کو کوئی اس سے ہمیشہ کے لیے دور کر دے گا۔یا وہ اس سے دور چلا جائے گا۔اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا ہے شاید۔عالیان کا رویہ عنائیہ کے ساتھ کیسا تھا ۔ماہین بولی وہ اکھڑا اکھڑا ہی رہتا تھا ۔آئیزل نے جھٹ سے آرام جواب دیا

آپ کو کیسے پتا۔ماہین بولی تو آئیزل چونکی۔

"کیا مطلب"جہاں آئیزل چونک کر بولی وہی ماہین نے اپنا سوال کیا

مطلب آپ تو عنائیہ کو جانتی ہے نہ کہ عالیان کو۔پھر آپ اتنے کانفیڈنٹ سے کیسے کہہ سکتی ہے کہ عالیان عنائیہ کو پسند نہیں کرتا تھا

ماہین کا سوال سن کر آئیزل کا رنگ اڑھ گیا

اسے لگا وہ پکڑی گئی ہے ۔ایک اچھا وکیل قانون کو جانتا ہوتا ہے اور وہ قانون کے ماتحت ہی فیصلہ چاہتا ہے مگر ایک جینئس لائیر جج کو جانتا ہوتا ہے ۔اور فیصلوں کا رخ اپنے حق میں کروانا بہتر طریقے سے جانتا ہے ۔وہ بھی ایک ایسی ہی وکیل تھی ۔اسے معلوم تھا ۔اس کے سامنے بیٹھی لڑکی کوئی عام جج نہیں ۔۔اس لیے اسے قدم پھونک کر رکھنے ہو گئے۔ہم کلاس میٹ کے ساتھ فرینڈ بھی تھی ۔۔وہ ہر بات مجھ سے شیئر کرتی تھی۔وہ بڑی چِپکوں سی لڑکی تھی۔حالانکہ میں بھی اس سے تنگ ہو کر رہ گئی تھی ۔۔پھر میں نے

اس سے تھوڑی برتنا شروع کردی۔اپنی بات ختم کرتے وہ اس کے اگلے سوال کی منتظر تھی

"اچھا تو آپ نہ صرف عنائیہ کو جانتی تھی بلکہ اس کی دوست بھی تھی۔پھر تو آپ بچپن میں عالیان سے بھی ملی ہوگئ ۔اور آپ نے کہا کہ آپ اسے کیس کے ٹائم ملی"۔ماہین کا سوال سن کر وہ مسکرائی جیسے اسے اسی سوال کی امید تھی

" نہیں میں بچپن میں کبھی ملاقات نہیں ہوئ "۔آئیزل نے جواب دیا تو وہی ماہین کا سوال تیار تھا

کیوں عالیان اور عنائیہ ایک سکول نہیں جاتے تھے اور آپ تو اس کی کلاس میٹ تھی۔وہ اس کے سوال پر زیر لب پھر مسکرائی جیسے کھیل اسی کی مرضی کے مطابق چل رہا تھا

نہیں عنائیہ الگ سکول جاتی تھی۔ علیحدگی کے بعد وہ ایک حادثے کے باعث شہر سے دور شفٹ ہو گئی تھی ۔میری وہی ملاقات ہوئی تھی عنائیہ سے۔

کیا آپ اس حادثے کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے ۔

نہیں معذرت ۔۔مجھے خود نہیں پتا۔۔اس نے منہ بنائے کہا۔۔۔کیا آپ کا سکول کے بعد عنائیہ سے رابطہ رہا۔ماہین نے سوال جاری رکھے نہیں ،ہماری کوئی اتنی گہری دوستی نہیں تھی ۔کیونکہ وہ بڑی مطلبی لڑکی تھی ۔اور مجھے مطلبی نہیں ،مخلص لوگ پسند ہے ۔اس لیے مجھے وہ پسند نہیں ۔وہ صرف اپنے فائدے کے لوگوں سے دوستی کرتی ہے۔جو لوگ اس کے کام

کے نہیں ہوتے۔ان کی طرف دیکھتی بھی نہیں تھی۔وہ ایک گھمنڈی لڑکی ہے پتا نہیں خود کو سمجھتی کیا ہے"۔ماہین محسوس کر سکتی تھی کہ آئیزل عنائیہ سے کتنا بغض رکھتی تھی۔پر کس بات کا۔کیا آئیزل کی کوئی پیاری چیز عنائیہ کے پاس ہے پر کیا وہ تو سکول کے بعد کبھی ملی بھی نہیں ۔کیا سکول کے گریڈ

۔نہیں نہیں آئیزل ایک کامیاب وکیل ہے جبکہ عنائیہ کی جنرلیسٹ کی ڈگری بھی کمپلیٹ نہیں ہوئی۔وہ ایک ٹرینی کے طور پر کام کرتی ہے۔ اس نے اپنی بچکانہ سوچ کو جھٹکا دیا اور اگلا سوال

پوچھا۔

"تو اس نے اپنے بھائی کے کیس کے لیے آپ کو کیوں چنا۔'کس نے کہا عنائیہ نے مجھے چنا ۔ساحر نے عنائیہ کے لیے مجھ سے ریکویسٹ کی تھی۔ نہیں تو میں کبھی نہ مانتی۔آئیزل نے جان بوجھ اک نیا نام اس کے سامنے لیا

ساحر کون ۔۔ماہین نے بھی نئے نام کو سنتے اس کے بارے میں سوال کیا

"میری بڑی بہن کا فرینڈ ہے۔وہ ایک ہی فیلڈ میں کام کرتے ہیں"۔وہ بے زار ہوگئی۔کھیل بورنگ ہورہا تھا اس نے تو سوالوں پر ہاتھ ہی رکھ لیا ہے ۔آئیزل نے سوچا اور ساحر عنائیہ کو کیسے جانتا ہے ۔ماہین نے پھر پوچھا۔۔۔۔بہن یہ تو

مجھے نہیں پتا۔وہ اکتا کر بولی ۔خیر جتنا تم نے میرا ٹائم ویسٹ کیا ۔معاف کیا۔وہ اٹھنے لگی تو ماہین بولی۔

کیا اک آخری سوال پوچھ سکتی۔ماہین آئیزل کے نفی میں سرہلتے کو دیکھ کر نظر انداز کرتی بولی

"تو عالیان کا اب تک کوئی دوست نہیں ہے ۔"

میں اس کی پرسنل اسسٹنٹ تو ہوں نہیں جو مجھے پتا ہوں۔اس نے کب اور کتنی یاریاں بنا رکھی ہوں۔ ویسے جتنے تم سوال کرتیں ہوں سائیکریسٹ کم Detective۔زیادہ لگتی ہوں۔

ہم سائیکریسٹ کسی ڈیٹیکٹیو سے کم ہوتے ہیں۔کھائیوں کی گہرائیوں میں چھپی چیزیں نکال لاتے ہیں۔۔"Detective Psychiatrist"مجھے نام پسند آیا۔ وہ مسکرا کر بولی۔جبکہ آئیزل کو اس کی مسکراہٹ زہر لگ رہی تھی وہ پھر بھی زبردستی مسکرائی جیسے ہی وہ دروازے سے غائب ہوئی ۔آئیزل کی مسکراہٹ

اس کے ساتھ ہی غائب ہوئی ۔دماغ خراب کردیا۔ سر میں درد کر دیا اس نے تو ۔اُف شکر ہے چلی گئی ۔نہیں تو میرے ہاتھوں ضائع ہو جانا تھا اس نے۔ اور جیل میرا شوہر چلا جاتا ۔اس نے مضبوط چال چلتے کھیل تو جیت لیا تھا مگر ایسے کھیل کسی سردرد سے کم نہ ہوتے ۔اس نے شکر کا کلمہ پڑھا ۔ماہین کو اس کی بنائی داستان پر شک نہ ہوا ۔ اللہ جی میری بات میں ٪ 75 تو سچائی تھی نہ۔۔اور ترازو میں سچائی کا پلڑا چونکہ بھاری تھا ۔اس لیے میری کہیں باتیں سچ ثابت ہوتی ہے۔۔۔ہے ناں ۔اللہ جی میرے سارے گناہ میرے شوہر کے سر ڈال دے ۔یہ 35٪ جھوٹ اس کی وجہ سے بولا ہے شیطان کہیں کا ۔خود لوگوں کے سامنے ۔نیک پرویز بن جاتا ہے اور مجھے جھوٹی پروین بنا دیتا ہے ۔وہ ہاتھ جوڑے آسمان کی طرف دیکھتی ۔ مِنت ترلے کرتے بول رہی تھی۔اس بات سے بے خبر کہ اس کا شوہر کمرے کی کھڑکی سے اس کی حرکتیں دیکھ کر ہنس رہا تھا ۔۔۔۔مجھے تم پر یقین تھا ۔"مائی چیس کوئین"کافی کا گھونٹ بھرتے اس

نے آئیزل کو دیکھا جو اب بھی پہلے ہی کی پوزیشن میں تھی وہ اسے دیکھتا پھر ہنسا ۔۔

تھکی ہاری وہ بستر پر لیٹی چھت کو دیکھے جا رہی تھی ۔آئیزل کے گھر آنے سے بعد وہ شاور لے کر اب ایسی ہی لیٹی سارے کیس کے متعلق اپنے خیالات کا خلاصہ اپنے ذہن میں لکھ رہی تھی۔مگر اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اس نے سٹڈی ٹیبل کو دیکھا۔جس کے اوپر مختلف کتابیں ایک دوسرے کے اوپر نیچے کر کے رکھی گئی تھی ۔اس کے ساتھ ہی کتابوں کی الماری تھی جس میں ہر طرز اور ہر طرح کے عنوان کی کتابیں پڑی ہوئی تھی ۔۔ پھر اٹھ کر اس کے پاس پہنچ کر کرسی گھسیٹتے بیٹھ گئی۔اس نے اپنے سارے خیالات و حقائق کو

لکھ کر سوچنے کا ارادہ کیا ٹیبل پر بیٹھے ڈائری دراز سے نکال کر اس نے ٹیبل پر رکھی۔پھر اسی دراز کے اندر جیومیٹری پڑی ہوئی تھی اس میں مختلف پنسلیں تھی اس نے ان میں ایک پنسل نکالی اور اسے ہاتھ میں پکڑتے آگے پیچھے کرتی سوچنے لگی ۔آئیزل نے اسے کنفیوزڈ کردیا تھا ۔لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ آئیزل جھوٹ بول رہی تھی انوسٹیگیشن ٹیم کو قتل کی جگہ تیسرے فرد کے بھی جوتوں کے نشان ملے تھے مگر اس رپورٹ میں لکھا گیا تھا کہ وہ ایک آدمی کے جوتوں کے نشان تھے۔۔۔۔خیر اس نے سوچا وہ اک بار پھر۔۔۔۔پھر سے آئیزل سے ملاقات کریں گی ۔اس نے اپنی ڈائری دراز سے نکالتے پوائینٹس دیکھے جو اس نے نوٹ کیے ہوئے تھے۔اب وہ ان کو تفصیل سے لکھنے لگی ۔جبکہ اس کے سارے پوائینٹس پورے نہیں ہوئے تھے مگر اس نے کچھ نہ ہونے سے کچھ بہتر ہونا سوچ کر لکھنا شروع کیا ۔باقی وہ بعد میں دیکھ لیں گئی۔اس نے سوچا اور ڈائری لکھنی شروع کی۔۔سب سے پہلے ماہین نے

NOVEL HUT

عالیان اور ماہ جبین کے بارے میں لکھنا شروع کیا۔ محبتوں کے شہر پیرس سے شروع ہونے والی ایک حسین داستان ۔شعبے کے لحاظ سے دونوں فنکار تھے ۔ماہ جبین پاکستان انڈسٹری کا ایک چمکتا دمکتا ستارہ تھی۔جبکہ عالیان بین الاقوامی طور پر جاننے والا سکلپچر آرٹسٹ تھا ۔اس نے اپنے آرٹ کے جلوے نہ صرف اپنے ملک تک بلکہ اٹلی ،یونان ،پیرس،اور واشنگٹن میں بھی دیکھائے تھے ۔اس کی پینٹنگز توجہ مبذول کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی تھے جو گلے کو ایک شکنجے جیسی گرفت میں پکڑ لیتی تھی۔اگرچہ ماہ جبین صرف اپنی خوبصورتی کے بل میں انڈسٹری میں جانی جاتی تھی ۔جیسے جیسے وہ لکھتی جارہی تھی وہ خود کو اس وقت میں محسوس کرنے لگی ۔آج سے تقریباً دو اڑھائی سال پہلے ماہ جبین کا انتہائی سفاکی اور بے دردی سے قتل کر دیا ۔ اس وقت اس کی عمر پچیس سال تھی ۔وہ دن ہمیشہ یاد رکھا جانے والا تھا ۔10 جنوری سال کا سب سے سرد ترین دن تھا۔اس دن سردی بہت زور سے پڑی

تھی ۔۔ معمول کے مطابق اسے صبح ایک گاڑی کام کے لیے لینے آئی ۔پر کسے پتا تھا وہ واپس کبھی نہیں

آئیں گی۔۔۔۔۔عالیان کی ان دنوں قریب ہی سولو ایگزیبیشن تھی وہ اس میں مصروف تھا۔اس کی تیاری کے لیے وہ زیادہ تر وقت اپنے سٹوڈیو میں گزارتا تھا اس کا سٹوڈیو گھر کے پچھلی جانب تھا جہاں سے باغیچہ کا منظر دل کو خود میں قید کرنے والا تھا۔تقریباً رات کے 1 بجے پولیس کو ایک انجانے نمبر سے ایک قتل کے بارے میں معلومات موصول ہوئی ۔جب پولیس اس کال کے بتائے گئے پتے پر پہنچی ۔ وہ ایک سنان اور ویران جگہ تھی جو شہر سے دور بیابان میں تھی وہ اک بہت پرانا اور ویران مکان تھا ۔جب پولیس افسران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو مکان گھپ اندھیرے میں گھیرا ہوا تھا افسران دلان کے رستے نشت گاہ پہنچے ۔افسران ٹارچیں جلائے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے زنگ سے بھری دیواریں جو دھول اور جالوں سے بھری ہوئی تھی۔ایک آفسر نے

سوئچ آن کیا۔تو چند ایک لائٹ آن ہوئی۔ افسران کے سامنے دیکھ کر ہوش اڑ گئے۔ سامنے آتش دان کے پاس عالیان کھڑا ان سے غافل دیکھائی دے رہا ۔اس کی سفید شرٹ پر خون کے دھبے موجود تھے وہ ایک ایسی مورتی کی طرح کھڑا تھا جو برف سے تراشی گئی ہوں۔ منجمد اور جمی ہوئی۔اس کے چہرے پر عجیب سا منظر تھا ۔جیسے وہ کسی نادیدہ دہشت کا سامنا کررہا ہوں۔فرش پر پستول پڑی ہوئی تھی اس کے آگے سائے میں ماہ جبین کرسی سے بندھی ہوئی تھی۔بے حرکت کرسی سے جکڑی ہوئی تھی۔اس کے ٹخنے اور کلائیاں باریک تار سے بندھی ہوئی تھی جو اس کے جسم کے اندر تک دھنسی ہوئی تھی۔افسر اس کے قریب گیا تو انکشاف ہوا کہ اس کے چہرے پر گولیاں ماری گئی تھی۔جبکہ کسی نوکیلی شے سے اس کے چہرے اور کلائیوں پر کٹنے کے نشان تھے ۔ایک جلی ہوئی سیاہ اور سرخ گندگی کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اس کی خوبصورتی ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی اس کے پیچھے دیوار کھوپڑی، مغز، بالوں اور

خون کے دھبوں کے ذروں سے لتھی ہوئی تھی۔فرش پر ہر طرف خون کے دھبے دوڑ رہے تھے افسران نے یہ فرض کر لیا کہ یہ خون ماہ جبین کا ہی ہے لیکن خون بہت زیادہ تھا ۔گھر کا سامان بکھرا ہوا تھا جیسے بڑی جھڑپ ہوئی ہوں ۔پھر اچانک ٹارچ کی روشنی میں کچھ چمکا ۔ایک چاقو جس کی سٹیل بری طرح جلی ہوئی تھی اور خون آلودہ تھی۔شاید اسی چاقو سے ماہ جبین کے چہرے پر نشان بنائے گئے ۔افسران نے غور سے عالیان کو دیکھا تو زخم کے گھاؤ اس کے چہرے اور کلائیوں کی رگوں پر بھی تھے ۔تازہ گھاؤ۔۔جس سے خون بہہ رہا تھا ۔افسران یہ سوچ کر حیران تھے کہ وہ دونوں اپنے گھر اور شہر سے دور یہاں کیسے پہنچے اور وہ بھی اس حالت میں ۔عالیان کو قریبی اسپتال میں لے گئے۔وہاں وہ کچھ دن بے ہوش رہا اور اٹھنے کے بعد اپنے ہوش کھو بیٹھا۔ افسران نے ایک وکیل کے ذریعے کے اس سے بات چیت کرنی چاہیی مگر وہ خاموش رہا ۔اس کے ہونٹ پیلے اور خون سے خالی ہو گئے ۔اس کے کبھی

کبھار پھڑ پھڑاتے تو ضرور تھے مگر ان سے لفظ ادا نہ کر سکتا۔ نہ ہی اس کی آواز پیدا ہو سکی۔ اس نے کسی سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بولنا نہیں چاہتا تھا نہ ہی اس نے اپنی صفائی میں کوئی بیان دیا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا اس نے اپنے جرم سے انحراف اور اعتراف کرنے سے انکار کر دیا۔ ماہ جبین کی قتل کی رات کے بعد وہ پھر کبھی نہ بولا نہ کسی سے کوئی بات کی۔ خود میں ہی ایک معمہ بن گیا۔ اس کی دائمی خاموشی ایک پہیلی کو دریافت کرتے ہوئے سرخیوں کی ریڈ لائن بن گئی۔ ہر ایک کی زبان پر صرف یہی موضوع تھا ۔ اخباروں ، ریڈیو، مارننگ چیٹ شو میں اس موضوع پر مختلف نظریات سے بحث کی گئی ۔ عالیان کے اعمال کی وضاحت ، مذمت اور جوازات کو پیش کرنے کے لیے ماہرین کو لایا گیا ۔ یہاں تک کہ بین الاقوامی طور پر بھی سوشل میڈیا پر بحث چلتی رہی۔ کچھ لوگ عالیان کو قصوروار ٹھہرا رہے تھے اس کی طبیعت اور مزاج کو نشانہ بنا رہے تھے جبکہ کچھ لوگ ماہ جبین کے ایکٹر ہونے پر اس کی

کردارکشی کر رہے تھے ۔وہ اپنے رشتے کے ساتھ مخلص نہیں تھی ۔وہ عالیان کو چیٹ کررہی تھی ۔حسد میں عالیان نے اسے قتل کر دیا ۔۔ہر کوئی اپنے نظریہ سے سوشل میڈیا پر قیاس آرائیاں کررہا تھا عدالت کی کاروائی کے دوران اس کی گیلری جن کے حوالے تھی۔انھوں نے اس کیس کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے گیلری کے لیے ایک چھوٹی سی سومو گیلری کا انتظام کیا ۔لوگوں نے عالیان کی بنائی تصویروں کی نمائش کی مخالفت کی۔ حقیقت یہ تھی کہ مصور خود اپنی بیوی کو قتل کرنے کے الزام میں کٹہرے میں کھڑا تھا اور تاریخ میں پہلی بار اپنے ملک میں اس کی گیلری کے باہر اتنی بڑی قطار لگی تھی۔۔۔میں پچھلے ہی دنوں گیلری کا وزٹ کرنے گئی ۔اس کا ڈائیریکٹر شاید اب کوئی اور تھا ۔مگر وہاں اب بھی عالیان کی بنائی تصویریں لگی ہوئی تھی ۔ انہی دنوں میں نے گیلری کا وزٹ کیا تھا۔میں ایک پینٹنگ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی ۔حالانکہ مجھے آرٹ کی اتنی سمجھ پرکھ نہیں ۔ وہاں ایک پینٹنگ تھی اس کے کونے میں

سرخ رنگ کے گہری سیاہی سے "ٹارٹاس" لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی مگر مجھے اس کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ ایک واس کی طرح تھی جس پر مختلف شکلوں کے مخلوق بنی ہوئی تھی۔ وہ چیخ چلا رہے تھے۔۔مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا اسے کیا کہوں، کیا سمجھو۔ تبھی مُجھے اپنے ساتھ سے ہی آواز سنائی دی ۔۔"شیطان"۔۔۔۔۔

کیا شیطان کی طرح نہیں دیکھتے۔ میرے ساتھ کھڑے دو افراد جن میں ایک عورت اور دوسرا مرد تھا۔ اسی تصویر پر تبصرہ کررہے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا۔ وہ شیطان ہی لگ ہی رہے تھے۔ جو اپنی کسی سزا کے باعث اس ٹارٹاس میں گرے پڑے تھے۔۔ابھی میں پینگ کو دیکھ رہی تھی کہ ان میں سے پھر کوئی بولا۔

"ایک خونخوار بھیڑیا"۔

مجھے اچانک ہی غصہ آگیا تھا ۔میں نے سوچا کہ لوگ غیر منصفانہ سوچ پال رہے ہیں ۔ابھی تک عالیان کا قتل ثابت کرنا باقی ہے ۔یہ دنیا والوں کا قبل از وقت نتیجہ تھا ۔لوگوں کی سوچوں اور اخبارات میں عالیان کو ایک ولن کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔۔۔ نہیں ہوا ۔۔۔۔۔"ایک خطرناک اور ظالم شوہر ۔۔سفاک قاتل۔۔۔بے رحم درندہ"۔۔۔۔حقائق جیسے بھی تھے ۔سادہ تھے عالیان اس مکان میں ماہ جبین کی لاش کے ساتھ اکیلا پایا گیا ۔اور پسٹل اورچاقو پر بھی اسی کی انگلیوں کے نشان تھے ۔لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عالیان نے ماہ جبین کو نہیں مارا دوسری طرف سوال یہ بنتا ہے کہ اس نے ماہ جبین کو کیوں مارا ۔ عالیان کی خاموشیوں پر بھی بہت سی قیاس آرائیاں کی گئی ۔جس کا کوئی جواب نہیں تھا۔عالیان کے مقاصد اور لگاتار خاموشی پر سوالات اٹھائے گئے۔ ۔اس نے بولنے سے انکار کیوں کردیا۔کیا وہ کسی کو بچانا چاہتا ہے۔کسی کا تحفظ کررہا ہے اگر ہے تو کون ہے۔؟ اور

کیوں؟۔۔اس وقت جب ہر کوئی دیوانہ وار شور مچا رہا تھا اور جو شے ان کا مرکز تھا وہ تھی خاموشی۔۔بس خاموشی مقدمے کے دوران بھی جج نے عالیان کے مسلسل نہ بولنے پر منفی رائے رکھی کہ ایک بے گناہ اور معصوم شخص چیخ چیخ کر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔جبکہ عالیان نہ صرف خاموش ہے بلکہ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ۔۔۔وہ پورے مقدمے اور اس دورانیہ میں ایک بار بھی نہیں رویا تھا۔اس کا چہرہ ٹھنڈا اور منجمد تھا کوئی تاثر اس کے چہرے پر نمایاں نہ تھا۔پریس والوں نے اس موضوع کو بھی زور وشور سے اٹھایا۔

ڈیفینس نے عالیان کی حالت ذہنی طور پر درست نہ ہونے کی وجہ سے کم ذمہ داری کی درخواست کی۔۔جج نے شروع میں تو اسے قبول نہ کیا۔۔لیکن آخر میں جب جرائم کی نفسیات کے پروفیسر غیاث نے عدالت میں اس مدعے کو اٹھایا تو یہ دلیل پیش کی تھی" کہ عالیان کا نہ بولنا دراصل ایک گہری نفسیاتی

پریشانی کا ثبوت ہے اور وہ اسی طرح کی سزا کا مستحق ہے "۔۔۔پروفیسر غیاث نے کوٹ روم میں یہ بات دوٹوک الفاظ میں کہا "کہ عالیان پاگل ہے"۔۔۔

یہ واحد وضاحت تھی۔جس نے معنی پیدا کیا تھا:

"جس عورت کو ایک مرد دل و جان سے محبت کرتا ہوں ۔اسے کرسی سے باندھ کر۔۔۔اتنے قریب سے گولیاں ماری گئیں۔۔پھر چاقو سے اس کے چہرے پر گہرے نشان بنائے گئے۔ان سب کے بعد کسی پشیمانی کا اظہار نہ ہونا۔۔کوئی صفائی نہیں۔۔یہاں تک کہ بولنا بھی بند کر دینا تو ضرور پاگل پن ہی ہو گا"۔۔

"وہ پاگل تھا سفاک قاتل"۔۔۔ "بے رحم درندہ"۔۔۔۔

آخر کار جج نے کم ذمہ داری کی درخواست قبول کی۔ اور جیوری کو اس کی پیروی کرنے کا مشورہ دیا۔۔۔عالیان کو مینٹل ہسپتال منتقل کردیا گیا جو اسی پروفیسر کی نگرانی میں تھا۔۔۔

اگرچہ عالیان پاگل نہیں تھا۔۔۔کوئی بھی پاگل نہیں ہوتا۔۔ہر پاگل پن کی ایک وجہ ہوتی ہے۔۔کوئی خود کو تسکین پہنچانے کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔جبکہ کوئی اپنے انتقام میں دیوانہ وار ہو جاتے ہیں۔ہر کسی کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے جو اسے اس حد تک لے کر جاتی ہے۔عالیان کو اس حد تک لے کر جانے والی وجہ تلاش کرنی تھی۔عالیان نے خاموشی کا محض ایک عمل اپنایا تھا۔ایک ایسا عمل جو اسے طویل سزا سے بچا سکتا ہے۔اب اگر وہ صحت یاب ہو بھی جائے تو چند سالوں میں اسے ڈسچارج کردیا جائیں گا۔۔۔کیا کبھی اس نے ایک دو لفظ بول کر اپنی ندامت کا اظہار کیا ہوگا۔۔لیکن نہیں۔۔۔ہفتے ،مہینے۔۔اور پھر سال گزر گئے مگر عالیان نے کسی سے بات نہ

کی تھی۔۔ ایک لفظ تھا جو رہ گیا وہ تھا ۔۔۔خاموشی۔۔۔۔۔بس خاموشی

۔۔۔۔

اسی طرح مزید انکشافات کے ساتھ مایوس میڈیا بالآخر عالیان غازیان میں اپنی دلچسپی کھو گیا ۔۔دوسرے مختصر طور پر مشہور قاتلوں کی طرح وہ بھی ان صفوں میں شامل ہوگیا ۔۔۔جن کے چہرے تو یاد تھے لیکن نام یاد نہیں

۔۔۔۔۔۔۔

وہ تھک گئی تھی لکھ لکھ کر۔۔اس نے دیکھا ۔۔۔یہ سارے حقائق اس نے خود جان بھٹک کر کے حاصل کیے تھے۔۔۔۔اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔مغرب کا وقت نکل رہا تھا۔لکھتے لکھتے اسے ہوش ہی نہیں رہا کہ کب مغرب کی اذان ہوئی وہ کاپی پینسل وہی پھینکے وضو کرنے بھاگی۔۔۔

بادلوں کی کالی گھٹائیں آسمان کو اپنی گرفت میں قید کیے ہوئی تھی۔ اس دھواں میں مومنین ہر شے کو صاف ایک آئینہ کی مانند دیکھتے ہیں جبکہ کفار اور باقی لوگ اس دھواں میں گم ہو جائے گے ۔۔۔دھواں کا سراب انھیں گھیر لے گا۔۔۔یہ گھٹائیں نشانی تھی کہ یہ دنیا ،یہ جہاں ،یہ کارواں محض سراب ہے اک دھواں سا ہے جو کبھی بھی بھاپ کی طرح اڑ سکتا ہے۔اس دنیا کی زندگی دشتِ سے بھری ہے یہ دل لگانے کی جگہ نہیں یہ دنیا دشت خیز،دشت زیست ہے اور یہاں کی زندگی دشت۔۔۔۔ حیات گھٹائیں گرفت کیے اندھیروں کا اک الگ جہاں بسانے میں مصروف تھی۔وہ پورے اعتماد کے ساتھ سارے جہاں کو اپنے گرفت میں لے رہی تھی۔۔وہ اپنی سلطنت قائم کرنے کی دھن میں تھی ۔۔وہ اپنی مغلوبیت پر فخر کیے ہوئی تھی ۔۔یہ بھولے کہ وہ کسی کے

حکم سے اپنے موجیں بکھرے ہوئے ہیں۔۔اس کا اک کن کافی ہے ان کی موجوں کو چھٹکانے کے لیے۔۔۔۔

نیم تاریک کمرے میں ایک شخص بالکل درمیان میں

چھت سے الٹا لٹک رہا تھا۔ اس کے پیر رسوں سے بندھیں ہوئے تھا جبکہ باقی جسم اور بازو ہوا میں جھول رہے تھے ۔۔۔وہ گھوڑوں کے اصطبل کا ایک رکھوالی تھا۔جس نے چوری چھپے اپنے مالک کے خفیہ کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی اور موقع واردات پر پکڑا گیا۔۔۔اب وہ ایک سنان اور پرانی فیکڑی کی دوسری منزل کے چھت کے پائپ سے رسیوں سے بندھا جھول رہا تھا۔۔۔اس کے سارے کپڑے خون سے لدھے ہوئے تھے ۔۔۔چہرے پر جگہ جگہ گہرے زخم کے نشان تھے۔دو افراد اس کی نگرانی کے لیے بندوقیں تانے کھڑے تھے۔۔دروازہ کھولنے کی آواز سن کر اس شخص نے سر اٹھایا ۔۔۔سامنے سکندر اور اس کا ساتھی ضمار کھڑا تھا ۔۔۔وہ لگ بھگ ساٹھ

NOVEL HUT

سال کے تھے لیکن مضبوط اور توانا جسم کے مالک ہونے کی وجہ سے پچاس سے بھی کم عمر کے لگتے تھے۔۔لیکن ضمار سکندر کے مقابلے ایک گنجا آدمی تھا ۔سکندر جو فوج سے اپنے پاگل پن کی وجہ سے نکالا گیا۔فوج سے نکالے جانے کے بعد سے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ رہا ۔۔یہ دونوں جس آدمی کے لیے کام کرتے تھے اسے سکندر نے مار کر اپنی حکومت بنائی۔۔۔اور اس علاقے میں آکر اپنی سلطنت قائم کی۔۔۔سکندر کے ایک اشارہ سے ضمار نے اس قیدی شخص کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔۔۔جب مار مار کر تھک گیا تو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ۔اس کا چہرہ سرخ لال ہو گیا تھا۔پسینے کی بوندیں اس کے پورے جسم پر گردش کر رہی تھی ۔لیکن جس کو مار پڑ رہی تھی۔وہ پاگلوں کی طرح بس ہنسے جا رہا تھا ان کی مار کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا ۔۔۔

لعنتی انسان کس مٹی سے بنے ہو تم۔ضمار نے غصے سے اک اور مکا اس کے چہرے پر دے مارا خون کا فوارہ اس کے منہ سے پھوٹا ۔۔

NOVEL HUT

وہ مٹی تمہاری اوقات سے باہر سے ہے جان کر کیا کرو گے۔۔ہنسی کا فوراہ منہ میں لیے وہ قیدی شخص بولا۔۔۔۔ضمار بس کرو ۔ جو لوگ مکوں سے نہیں مانتے ان پر ڈنڈا برسایا جاتا ہے سکندر نے بولتے ہی لکڑی کا مضبوط اور بھاری ڈنڈا اس کے پیٹ پر دے مارا

ڈنڈا پڑتے ہی وہ قیدی شخص زور سے ہنسا ۔اور درد کو خود میں جذب کر لیا ۔

تمہیں لگا تم ہماری جاسوسی کرو گے اور ہمیں پتا تک نہیں چلے گا۔۔کس نے بھیجا تمہیں جاسوسی کے لیے۔۔۔

سکندر نے غصے سے لتھی آنکھوں سے ڈنڈا اس کے پیٹ کے پر دے مارا ۔"مہ۔۔۔۔۔مہ۔۔۔۔میں ایک معمولی سا ناول نگار ہوں" ۔وہ خون تھوکتا بولا جو اس کے میں منہ بھرا ہوا تھا ۔اگر تم لکھاری ہوں تو اصطبل میں تمہارا کیا کام۔۔ضمار نے غصے سے پوچھا

وہ میں گھوڑوں پر ڈاکومینٹری بنا رہا تھا ۔۔۔اس نے کہا۔۔۔کیا بنا رہے تھے ۔۔۔ضمار نے الجھتے ہوئے پوچھا ۔۔۔وہ قیدی شخص اس کے یوں پوچھنے پر ہنسے لگا۔۔ضمار کو اس کے ہنسنے پر غصہ آیا

ہمارے خفیہ کمرے میں تمہارا کیا کام تھا ۔۔کیا ڈھونڈنا چاہتے تھے تم وہاں سے ۔ضمار نے بے قابو ہوتے اس پر پھر سے مکوں کی بارش کرتے ہوئے پوچھا

سکندر نے جھٹکے سے ضمار کو پیچھے کیا۔

میں ۔۔۔بولتے وہ زور سے کھانسا ۔۔۔میں نئے ناول کے لیے پلاٹ ڈھونڈ رہا تھا۔۔وہ قیدی مسکرایا ۔اس کے خون آلودہ دانت واضح نظر آئے

یہ چونچلے بہت پرانے ہو گئے ہیں برخوردار ۔ضمار نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیے تھپتھپاتے کہا ۔

یار ۔۔پہلے کیوں نہیں بتایا ۔کل خرید کر لایا۔پیسے ضائع ہو گئے میرے ۔۔اف۔۔۔۔۔اف۔۔۔وہ منہ پھلائے افسردہ

ہوئے بول رہا تھا۔ضمار نے اس کا ہاتھوں میں لیا چہرہ کوفت سے جھٹک دیا ۔وہ شخص جھلنے لگا۔

یاہو۔۔۔۔۔۔وہ جھولتے ہوئے چلایا

تمہارا وقت ختم ہوتا ہے ۔۔کچھ پوچھنا چاہتے ہوں پوچھ لوں۔کیونکہ پھر تم کسی کو بتانے کے لیے زندہ نہیں بچو گے۔۔سکندر نے پستول نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھی۔

اچھا چلو بتاؤ پھر تم نے اپنا ضمیر کب بیچا۔وہ ڈھٹائی سے اس کی آنکھوں میں بے خوفی سے دیکھتے بولا۔۔۔۔سکندر اور ضمار نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔۔تم لوگوں نے اپنا ضمیر کب بیچا۔۔۔تم لوگوں نے اپنے نفس کی کیا قیمت لگائی۔۔۔۔وہ شخص خوف سے خالی آنکھیں لیے سکندر کی خونِ آشام آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

سکندر اس کی جرت پر ہنس پڑا تو وہ قیدی شخص بھی ہنسے لگا۔۔۔۔ضمار کو کچھ سمجھ نہ آیا ۔۔وہ خاموش ہی رہا۔۔۔دنیا مجھے بلیک کوبرا کے نام سے جانتی ہے ۔تمہیں پتا ہے۔ رنج کیا ہوتا ہے ۔جب آپ کسی کے لیے کوئی کام دل و جان سے کرتے ہیں اور وہ آپ کی محنت کو روندتے آگے بڑھ جاتا ہے ۔۔پتا ہے کرب کیا ہے ۔جب آپ کسی کو اپنا سب کچھ مانتے ہیں اور وہ بھری دنیا میں اکیلا چھوڑ جائیں ۔۔دنیا نے مجھے یوں روندا اور اکیلا چھوڑ دیا۔۔۔میں نے ان کا وہ حال کیا وہ اب کسی کو روندنے اور چھوڑنے کے قابل نہیں ہے ۔۔۔واہ۔۔۔۔۔۔ رائیٹر میں ہوں ۔لیکن ڈائلاگ تم مار رہے ہوں۔۔مجھے واٹس اپ کردینا ۔میں تمہارا نام اپنے اگلے ناول میں سرفست لکھو گا۔۔۔ چلو میں تمہیں اک کہانی سناتا ہوں۔آج تک یہ کہانی کسی کو سننی نصیب نہیں ہوں۔اگر زندہ بچے تو ناول میں اس بندے کا کردار ضرور ایڈ کرنا ۔۔۔

آپ کی کرم نوازی ہوگئی۔وہ شخص اکتا کر بولا جیسے اسے کوئی دلچسپی نہ ہوں ۔۔

سنو پھر برخوردار۔۔۔کہانی ہے اک ایسے بچے کی جو پیدائش کے وقت ہی ٹھکرا دیا گیا تھا۔وہ ایک سنگل فیملی تھی اس کا باپ قصائی اور ماں گھریلو عورت تھی۔۔اس بچے نے پانچ سال تک زندگی اس ڈر میں گزاری کہ کہیں اس کا باپ اسے قتل نہ کردے۔ایک رات اس کی ماں اور باپ میں زوردار لڑائی ہوگئی ۔اس بچے کا باپ غصے میں اس کی ماں کو جان سے مارنے کے لیے ٹوکا ہاتھ میں لیے اس کی ماں کی جانب بڑھا۔ جو اس کے سامنے ہی زمین پر پڑی دھاڑے مار مار کر رو رہی تھی۔اس کو پہلے ہی بہت مار پڑ چکی اپنے شوہر سے۔۔اپنے باپ کو اپنی ماں کی طرف یوں بڑھتا دیکھ کر وہ شاک میں چلا گیا اسے لگا وہ ہل نہیں پائے گا وہ ظالم شخص اس کی ماں کو بغیر رحم کیے تیز ٹوکے سے کاٹ دے گا۔اس کی آنکھوں کے سامنے وہ اس کی ماں کو کاٹ دے گا

۔وہ بچہ صرف سات سال کا تھا۔سکندر نے کہا تو وہ بے زار ہوئے چپ چاپ اسے سن رہا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کہانی کا بچہ کوئی اور نہیں۔۔۔۔سکندر حجازی کی اپنی ہی ہے ۔ کہانی میں وہ خود کو پورا مظلوم ظاہر کرے گا۔کوئی بھی بشر اپنے گناہ قبول کرتا ہے ۔ جب تک اس کا نفس اس کے گواہی نہ دے۔۔۔اور یہ لوگ تو اپنا نفس بیچ کر یہاں تک پہنچے ہیں

"سات سال سمجھتے ہو" ۔۔۔سکندر نے پوچھا تو اس نے ہلکے سے سر ہلایا ۔۔۔۔اس کا ہلتا سر دیکھ کر اس نے کہانی جاری رکھی۔۔۔۔"ابھی وہ بچہ یہ سب سوچ رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنے جسم میں بڑھتی گردش کو محسوس کیا۔مانو کہ اس کا جسم تندور کی مانند گرم ہوگیا۔اور اس کو اپنا دماغ ابلتا ہوا محسوس ہوا ۔اس کے جسم نے حرکت شروع کی ۔اس نے خود کو اپنے باپ کے راستے میں کھڑا پایا۔وہ اپنی ماں سے چند فاصلے پر تھے۔ اس کے باپ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا تو اس کے ہاتھ سے ٹوکا نیچے گر گیا ۔یوں مانو کہ اس

کے اندر کے طوفان نے اس کے باپ کو ہلا کر رکھ دیا ابھی وہ ہوش سنبھالتا ہی کہ اس نے اپنے باپ سے پہلے برق رفتار سے وہ ٹوکا پکڑا اور اپنے باپ کے سینے پر ایسا زور دار وار کیا۔اس کا باپ وہی اسی لمحے مر گیا ۔مگر اس بچے کو یکدم ہی ڈر لگا کہ کہیں وہ دوبارہ نہ اٹھ جائیں۔اور ان دونوں کو پھر وہ نہیں بچے گا اس کی ماں کے ساتھ وہ اسے بھی مار دے گا۔اس نے وہ ٹوکا زور سے اس کے اندر سے باہر نکالا اور ایک کے بعد ایک اس پر ٹوکے سے وار کیا ہر وار پہلے سے زیادہ دمدار تھا ۔۔۔یہاں تک کہ اس کا سینہ کھل کر واضح ہو گیا ۔اس کا دل پھیپھڑے سب باہر نکل آیا۔ لیکن وہ نہ روکا۔وہ ایسے کرتا مسرور سا ہو گیا ۔۔اس کے چہرے پر اک سکون تھا وہ خوش تھا ۔اس کی ماں کنگ بیٹھی ساری کارروائی دیکھتی رہی۔اپنے شوہر کو یوں اس حالت میں دیکھ کر وہ لڑکھتی پڑکھتی اپنے بچے کے پاس آئی ۔ اور اس نے اپنے بیٹے کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا ۔وہ اسے شیطان کہہ رہی تھی ۔اس نے کہا اس نے اسے برباد کر دیا ۔ حالانکہ

اس بچے نے صرف اپنی ماں کو بچانے کے لیے اس شخص کو مارا ۔اگر وہ اسے نہ مارتا تو وہ اب تک مر چکی ہوتی ۔لیکن وہ اک ہی بات کررہی تھی ۔سکندر تم نے مجھے برباد کر دیا ۔خدا غارق کریں تمہیں۔۔ یہ کیا کردیا تم نے۔۔۔ تمہیں تو پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے تھا۔کم از کم آج یہ دن تو نہ دیکھتے۔وہ اپنے شوہر کے مرنے پر رو رہی تھی۔اسے خوش ہونا چاہیے تھا ۔میں نے اس کی ساری تکلیفیں سارے غم جڑ سے اکھاڑ دیئے تھے۔وہ مجھے بددعائیں دے رہی تھی ۔بچے لفظ سے وہ میں پر آگیا سکندر نے غصے سے چلا کر کہا۔ کہتی ہے مجھے پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے تھا ۔مجھے مر جانا چاہیے تھا کم ازکم یہ دن نہ دیکھتی ۔بہت بول رہی تھی ۔دماغ خراب کردیا ۔میں اسے سکون بھری زندگی دینا چاہتا تھا اور وہ مجھے ختم کردینا چاہتی تھی ۔وہ مجھے پر چھپٹنے لگی تھی ۔اس کو۔ مرنے پر بہت افسوس ہورہا تھا ۔

میں نے اسی ٹوکے سے اس عورت کو بھی اس کے شوہر کے پاس پہنچا دیا۔۔اس دن میں نے جانا اگر اس دنیا میں جینا ہے تو تمہیں ظالم بننا ہوگا۔۔خود کو زندہ رکھنے کے لیے تمہیں دوسروں کو مارنا ہوگا۔ لوگ مجھے میرے گھروالوں کا قاتل سمجھتے تھے۔حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ قاتل تو وہ لوگ تھے ۔میری معصومیت کے۔میرے بچپن کے۔ میری اندر کے انسانیت کے ۔ جب کسی انسان کی انسانیت اور معصومیت بیک وقت مرتی ہے نہ تو اس سے بڑھ کر بھیانک اور خطرناک انسان کوئی نہیں ہوتا ۔۔۔ لوگ مجھے نفرت اور حقارت سے دیکھتے تھے ۔لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔میں کہیں دن یوں ہی بھوکا پیاسا بھٹکتا رہا ۔۔مجھے مانگنا پسند نہیں تھا۔۔اسی لیے میں نے چوری کرنا شروع کردیا

ماشاءاللہ برادر ۔۔شکر ہے بڑے گناہ سے بچ گئے ۔۔۔اس نے تمسخرانہ کہا تو ضمار نے زوردار مکا اس کے پیٹ پر دے مارا ۔وہ جھولتا رہ گیا۔۔سکندر نے

سر جھٹکا اور کہانی جہاں سے چھوڑی تھی وہی سے شروع کی۔۔ کبھی چوری کرنے میں کامیاب ٹھہرتا تو کبھی پکڑا جاتا ۔۔۔پکڑے جانے پر وہ لوگ بہت مارتے تھے ۔گالیاں بھی دیتے تھے ۔۔لیکن میں عادی ہو چکا تھا ان سب کا۔۔ میں زندگی کی تلخیاں سخ سخ کر مضبوط ہو گیا ۔۔۔زندگی یوں ہی چلتی رہی ۔۔میں بڑا ہوگیا ۔۔تقریباً سترہ سال کا ۔ذرا سوچو میں کس سے ملا ۔۔سکندر لطف اٹھاتا بولا تو ضمار مسکرایا ۔۔

ہائے۔۔۔جس طرح سے میرا پھول کھلا ہے نہ۔۔۔قیدی شخص نے ضمار کی طرف اشارہ مسکراتے دیکھا اور بولا۔۔۔ ضرور تم اپنی سول میٹ سے ملے ہوگئے ۔۔وہ۔بھی مزے لیتا ہوا بولا۔۔نہیں۔ضمار جھٹ سے بولا۔سکندر نے مسکرا کر ضمار کو دیکھا ۔۔۔

میں اپنے سول برادر سے ملا ۔سکندر نے کہا تو جہاں ضمار مسکرایا تھا ۔وہی اس قیدی شخص نے منہ بنایا ۔۔اچھا آگے کہانی سناؤ۔ میرا وقت ضائع ہو رہا

ہے ۔۔کہانی جلدی ختم کرو۔۔۔ پھر جلدی مجھے ختم کرو۔تاکہ قبر میں سکون سے لیٹ سکوں ۔۔۔یوں الٹا لٹکے میں بور ہو گیا ہوں ۔اس نے منہ بناتے کہا ۔۔۔

انشاء اللہ تم اپنے صحیح وقت پر خالق حقیقی سے ملوں گے۔ضمار تمسخرانہ بولا ۔۔سکندر کو کچھ نہ لگے ۔وہ بس اپنی کہانی سنانے میں دلچسپی رکھتا تھا

ضمار جب آیا تو ہم نے مل کر ڈکیتیاں شروع کردی۔۔

توبہ توبہ قیدی شخص نے بے زاری سے دل میں کہا جب کہ اس کے چہرے پر کوئی احساسات نہیں تھےڈکیتوں کے دوران ہم لوگوں کو جان سے بھی مار دیتے تھے ۔۔مجھے آج بھی وہ دن اچھے سے یاد ہے جب میں نے اپنے ماں باپ کو قتل کرنے کے بعد پہلا قتل کیا تھا ۔اس دن میں نے پھر سے میں وہ مسروریت اور سکونت اختیار کی تھی ۔۔۔۔"پھر میں نے اس کام کو ہی اپنا پروفیشن کے ساتھ پیشن بنا لیا۔۔۔۔لوگ ہمیں اپنے دشمنوں کو مارنے کے

لیے پیسے دیتے تھے اور ہم اس شخص کو اس کی آخری منزل تک پہنچا کر آتے تھے ۔۔۔بے شک قبر ہی اس دنیا میں انسان کی آخری منزل ۔۔۔زندگی کا دوسرا سرا مر کر ہی حاصل ہونا ہے "ایک کال اور بندہ ختم "اس نے فٹ سے ہاتھ کی بندوق بناتے اس قیدی شخص پر نشانہ باندھا اور ہاتھ نیچے کر لیا۔۔۔۔۔ میں بلیک کوبرا کے نام سے اسی لیا جانا جاتا ہوں کیونکہ میں اپنا شکار رات کو کرتا ہوں ۔۔۔واوو نائٹ بیئر۔۔۔نائٹ کلر۔۔۔ڈش ڈش۔۔۔قیدی شخص نے اس کی کہانی کو عنوان نوازتے جوشیلے انداز میں کہا ۔۔ضمار نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے اپنی انگلی ہونٹوں پر رکھی ۔۔۔تو اس شخص نے سر ہلایا۔۔۔جیسے سمجھ گیا ہوں۔سکندر نے کہانی جاری رکھی۔۔۔اور بولنا شروع ہوا ۔۔میرے دوست نے میرے بڑھتے گناہوں کو کم کرنے کے لیے اک مخلصانہ سا مشورہ دیا۔۔۔وہ دوست بھی بہت خاص تھا میرے لیے ۔اس لیے اس کے مشورے کو رد نہ کر سکا۔اس نے مجھے مشورہ دیا اپنے اس

پیشن کو اچھے کام میں صرف کروں۔ اس نے نہ صرف مجھے بلکہ میرے دوستوں کو بھی فوج میں بھرتی کروایا۔۔۔۔ویسے تو ہم ان پڑھ جاہل لوگ تھے ۔۔۔لیکن اس کے لیے سب آسان تھے اس نے اپنے رابطوں اور پیسوں کا زور رکھتے ہم کو فوج میں شامل کروایا ۔۔۔پھر جہاں سکندر حجازی جنگ لڑنے جاتا ۔وہاں لاشیں سج دھج جاتی ۔۔جیسے خزاں کے موسم میں پتے زمین پر خوبصورت منظر بکھریتے ہیں۔ میں نے لڑکر اپنی زندگی جیتی تھی ۔مجھے لوگوں کو مارنے میں مزہ آتا تھا ۔ان کے جسم سے نکلتا گرم سرخ مائع میری پیاس کو اور ابھارتا تھا۔۔۔ دل میں اک سکون سا بھر دیتا تھا۔میں لوگوں کو پیسوں کے لیے بھی مارتا اور اپنے بے چین دل کو مسرور کرنے کے لیے بھی۔۔ اپنی پچس سال کی عمر میں اک ایسی لڑکی سے ملا ۔وہ باقی لوگوں سے مختلف تھی ۔ اس نے مجھے کبھی حقارت اور کمتری سے نہیں دیکھا وہ ہمیشہ مجھے ایک نارمل انسان کی طرح دیکھتی تھی۔ مجھے بھی وہ لڑکی بہت پسند

تھی۔اس کے ساتھ رہنے سے دل بے چین نہیں رہتا تھا۔ وہ لوگوں کی طرح مجھے میرے ماں باپ کا قاتل نہیں مانتی تھی ۔وہ کہتی تھی میں نے صرف اپنی جان بچانے کے لیے انھیں مارا ۔جو میرا حق تھا۔ہم نے شادی کرلی ۔ہم خوش تھے ۔خدا نے ہمیں ایک اولاد نرینہ سے نوازا ۔وہ ایک خوبصورت بچہ تھا وہ شکل و صورت میں مجھ پر گیا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں اپنی ماں کی طرح پرکشش تھی دل فریب سبزی مائل ۔ ہماری خوبصورت سی زندگی کو اس شخص نے اجاڑ دیا ۔کہتے اس کے آنکھوں میں اور لہجے میں قہر سا ابھرا ۔۔۔زندگی میں اتنے مخلص دوست ملنے پر میں اندھا سا ہو گیا ۔ہر دوست پر یقین کرنے لگا۔مگر کچھ دوست اس قابل نہیں ہوتے کہ انھیں وہ مقام دیا جائے جس کے وہ قابل نہ ہوں۔

اس شخص نے میری بیوی کو میرے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔میرے تلخ ماضی اور حال کے بارے میں میری بیوی کو بتایا کرتا تھا۔ اس گھٹیا شخص نے

اسے مجھ سے بدگمان کیا۔ اس کی وجہ سے ہمارے زور بروز جھگڑے ہونے لگے ۔وہ مجھے یہ سب چھوڑنے کو کہتی تھی مجھے لگتا تھا وہ مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ سمجھتی ہے مگر میں غلط تھا اگر وہ میری حیات تھی۔ تو میرا کام میرے لیے آب تھا اور میں ان دونوں کے بغیر مرجاتا اسے سمجھنا چاہیے تھا ۔مگر وہ نہ سمجھی ۔جیسے ہی سکندر نے رنج سے کہا ۔۔تو جوس پی لیتے۔۔۔قیدی شخص نے دل کھول کر دل میں ہی کہا۔۔۔اس نے میرے اس دوست کے ساتھ بھاگ جانے کی منصوبہ بندی کر لی ۔ایسا نہیں تھا وہ اسے پسند کرنے لگی تھی ۔ اصل میں وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانا چاہتی تھی ۔کیونکہ وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی" ۔یہاں اس نے اپنی بیوی کے کردار کو جسٹیفائی کرنا ضروری سمجھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا اس کی بیوی صرف اس سے محبت کرتی تھی اور یہ بات اس کے عمل سے واضح ہوتی تھی ۔اس نے اپنے گھر والوں کے خلاف جا کر سکندر سے شادی کی تھی ۔یہ واضح

مثال تھی اس کی محبت کی۔مگر وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی جو آدم خور ہو ۔"پھر وہ پھر وہ مر گئی" پہلی دفعہ اس کے لہجے میں تکلیف ابھری۔ اس کی آنکھیں اپنی بیوی کے ذکر پر اداس ہوگئی ۔میری اور میرے اس گھٹیا انسان نے مار دیا میری بیوی کو۔ ۔اس نے مار دیا میری بیوی کو ٹریگر اس نے دبایا تھا۔ سکندر چلا اٹھا ۔۔۔۔ وہ آپے سے باہر ہوگیا۔۔۔۔پھر جب یہ بھی کافی نہ تھا ۔وہ میرے بیٹے کو لے کر بھاگ گیا ۔مجھے اور میری بیوی کو یوں مرتے چھوڑ کر وہ بھاگ گیا۔ وہ دکھ سے کراہتا بولا۔۔۔۔پھر تم نے یقیناً اسے ڈھونڈ کر اسے جان سے مار دیا ہوگا۔۔اس قیدی نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔۔۔۔۔میں نے بھی تباہ کر دیا ہر شے کو جس سے وہ پیار کرتا تھا۔۔۔جس سے اسے محبت تھی ۔میں نے اسے بھی اس آگ میں جلایا ۔جس میں میں جل رہا تھا ۔اس نے بھی اس درد کو جانا جو میں نے سہن کیا ۔اس درد کو محسوس کیا جو میں محسوس نے کیا۔اور اب تمہاری باری اس درد کو محسوس

NOVEL HUT

کرنے کی۔ سکندر نے ریولور کھینچا۔ ابھی وہ ٹریگر دبانے لگا تھا کہ ضمار نے اسے آکر روک دیا ۔۔۔میرے پاس اس کے لیے زیادہ دردناک موت ہے ۔ضمار نے سکندر سے کہا تو سکندر نے سوالیہ آئبرو اٹھایا ۔۔۔۔جلا دو ہر شے ۔یہ ایسا شخص نہیں کہ اسے ایک لمحے میں مار دے ۔اسے تڑپنے دوں ۔اس دنیا میں تڑپنا ہر کسی کا حق ہے۔ تو پھر تم بھی میرے ساتھ یہاں تڑپوں ۔چلو لگاؤ آگ ہم دونوں اکٹھے جلے گئے جانم۔ مزہ آئیں گا ۔قیدی شخص نے سوجھی ہوئی آنکھ دباتے ایک مخلص دوست کی طرح ضمار کو مشورہ دیا۔ کہ آؤ دوستی کی مثال قائم کرتے ہیں اکٹھے جل مر کر۔

سکندر کیوں خود کو تھکا رہے ہو آگئے بچے سنبھال لیں گئے ۔ ضمار نے سکندر کو کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔۔۔مجھے بچوں کے حوالے نہ کرو جانم ۔مجھے تمہارے ساتھ مرنا ہے وہ قیدی شخص زور سے چلایا۔ ضمار اس کو نظر انداز کیے سکندر کو لیے دروازے کی جانب بڑھا کہاں چلے۔ جانم ادھر تو آؤ ۔قیدی شخص نے

قہقہے بھری آواز سے ضمار کو پکارا ۔ ضمار نے دروازے کے پاس رک کر اسے غصے سے گھورا ۔ اسے وہ سکندر سے زیادہ پاگل لگ رہا تھا اور دڈم ۔۔۔دروازہ زور سے بند ہوا۔وہ دونوں برآمدے سے گزر رہے تھے۔اس قیدی شخص کے قہقہے کی آواز برآمدے تک گونج رہی تھی اس کے قہقہے میں پاگل پن صاف صاف جھلک رہا تھا وہ دونوں کمرے سے نکل چکے تھے ۔تو ان کے آدمیوں نے کمرے میں تیل

چھڑکنا شروع کیا ۔۔۔۔کیا کررہے ہوں برادران ۔ اس نے کمرے میں تیل چھڑکتے لڑکوں کو پکارا۔۔۔ہم بھائی ہے۔ کیا تم اپنے بھائی کو جلانا پسند کرو گے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے "۔۔۔۔ مانا میں پاگل ہوں۔ لیکن مجھے میرا دین اور اخلاق بہت عزیز ہے۔۔کیا کہتے ہوں برادران۔اس قیدی شخص نے ان سے بولا جبکہ وہ دونوں اپنے کام میں مصروف تھے اتنے میں اس قیدی شخص نے چھلانگ لگا کر اپنی ٹانگوں تک

پہنچنے کی کوشش کی ۔۔وہ اپنے دائیں بائیں جھولا ایک ۔دو ۔۔تین اور چوتھی بار چھلانگ لگا کر اپنی ٹانگوں تک پہنچ گیا ۔اس نے جلدی سے اپنے بوٹوں میں چھپائے چھوٹے سے چاقو کو نکالا۔اور ٹانگوں کی باندھی رسی کاٹی۔رسی کاٹتے ہی اس نے خود کو رسیوں کی قید سے آزاد کیا اس نے ان پائپوں کو پکڑا اور محتاط سے بنا آواز کیا نیچے اترا۔لیکن انھوں نے اس کو دیکھ لیا۔۔۔۔ ایک اسے پسٹل سے شوٹ کرنے لگا کہ اس قیدی شخص نے دور سے چاقو پھینکا جو سیدھا اس کے دل کے درمیان کھمب گیا۔وہ وہی زمین پر گر گیا ۔جب کہ دوسرا ابھی حیرت اور الجھے ہوئے اپنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا اس کے ہاتھ سے جلتی ماچس گر گئی اک آگ کا شعلہ کمرے میں بہا اور وہ تیرتے تیرتے تیز ہونے لگا ۔۔۔اس نے حیرت نے اپنے سامنے اس قیدی شخص کو دیکھا۔۔۔۔۔کیا۔۔۔"یہ ایک سیلف ڈیفنس تھا"۔۔۔۔۔۔۔اس نے اسے سمجھاتے ہوئے برجستہ کہا ۔۔۔۔دیکھو ۔میں تمہیں کچھ نہیں کرو گا اگر

تم مجھے یہاں سے جانے دوں۔قیدی شخص نے محتاط انداز سے کہا اگر میں تمہیں جانے دو تو سکندر مجھے اور میرے خاندان کو مار دے گا۔۔وہ بندوق اس پر باندھے خوف سے کانپتی آواز میں بولا۔

نہیں مارے گا ۔اگر تم میری بتائی بات پر عمل کرو گے۔ وہ قیدی شخص آہستہ آہستہ اس کی طرف احتیاط سے قدم بڑھا رہا تھا ۔

"جیسے کہ "۔ اس کم عمر نوجوان نے الجھتے پوچھا

"جیسے تم کہہ سکتے ہوں ۔ اس نے مجھے بھاگنے کی کوشش کی '۔ اس نے زمین پر پڑے اس کے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔۔"اور تم نے اسے جان سے مار دیا ۔اتنے میں بھاگ گیا۔تم نے مجھے ڈھونڈا لیکن میں تمہیں نہ ملا۔ ٹھیک ہے "۔

نہیں سکندر کو معلوم ہوا کہ تم بھاگ گئے اور میں نے

تمہیں ڈھونڈا اور تم مجھے نہیں ملے تو وہ بغیر سوچے سمجھے مجھے گولی مار دے گا۔وہ مجھے بیکار سمجھے گا۔وہ پھر کانپتی آواز سے بولا۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔۔

ٹھیک ہے میں کچھ اور آئیڈیا دیتا ہوں۔۔میں رائیٹر ہوں۔میرے پاس آئیڈیاز کی کمی نہیں۔۔وہ اس کے پاس جاکر اس کی پسٹل کو سائیڈپر کرتے اترا کر بولا ۔جسے اس نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

تم جا کر یہ کہہ دینا کہ بھاگنے کی کوشش میں نے اسے جان سے مار دیا اور تمہیں بے ہوش کردیا۔کیسا۔ٹھیک ہے۔۔۔اُس ماسٹر مائنڈ کو الجھانے کا میں نے اک اور منصوبہ بنا رکھا۔مجھے یہاں سے نکل لینے دوں۔۔ایسا الجھاؤ گا اسے ۔تم۔۔۔۔کیا۔۔۔۔تمہاری جدی پشتی بھی یاد نہیں رہے گی۔۔یقین کرو ۔اس شخص نے اس کے ہاتھ سے بندوق لے کر خود پکڑ لی۔۔۔ٹھیک ہے ۔وہ جوان بولا۔۔۔۔لیکن اس سے پہلے تمہیں مجھ سے تھوڑی مار کھانی ہوگی ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔۔لیکن آرام سے۔زیادہ دن زخم نہ رہے۔میری

ڈیڑھ ہفتے بعد شادی ہے ۔اس نے بندوق پھینکتے کہا ۔آگ چاروں جانب پھیل رہی تھی ۔کمرے کی اک جانب تیل کے ٹینک بھرے پڑے تھے آگ آہستہ آہستہ ان کی طرف سرک رہی تھی ۔۔ اس شخص نے جھٹ سے بھاری مکا اس کے منہ پر دے مارا وہ وہی بے ہوش ہو گیا۔بس اتنی سی مار کے تھے تم۔واقعی تمہیں نکال دینا چاہیے ۔اس شخص نے اکتائے کہا اس نے جلدی سے اس جوان کو اٹھایا ۔حالانکہ اس کی حالت اس سے زیادہ بری تھی وہ اسے اٹھائے کھڑکی کے پاس لے کر گیا ۔وہ کافی اونچائی پر کھڑے تھے پر خطرہ تو مول لینا تھا ۔زندگی خطروں سے لڑ کر ہی جیتی جاتی ہے ۔آگ ان ٹینکوں تک پہنچنے والی تھی ۔یا اللہ بچا لینا ۔۔ہم تیرے حوالے ہیں ۔ہم پر اپنی مٹی نرم رکھی۔۔۔اس نے آسمان کی طرف دیکھتے کہا پھر اس نے دور جاتی ضمار اور سکندر کی گاڑی دیکھی۔۔ تو اس نے اس لڑکے کو نیچے پھینکا ۔اور اس کے ساتھ ہی چھلانگ لگا دی ان کے چھلانگ لگاتے کمرے میں آگ

ٹینکوں تک پہنچ گئی اور آگ کے شعلوں کا فوارہ اچھل کر باہر نکلا۔وہ دونوں زور سے کاٹن کے ڈبوں پر گرے اسے لگا اس کی کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔۔وہ آنکھیں میچتے رہ گیا۔جب اس نے اپنی کھولی تو ہر شے بدلی ہوئی تھی۔ اس نے خود کو ایک صوفے پر لیٹا پایا۔۔۔کمرے میں ہیٹر چل رہا تھا جس نے کمرہ گرم کر رکھا تھا۔کھڑکیوں کے آگے پردے کیے ہوئے تھے۔اس نے اپنی گرے آنکھوں سے ہر شے کو غور سے دیکھا۔وہ حیران ہوا۔۔وہ یہاں کیسے پہنچا۔۔۔۔اچانک کمرے کا دروازہ کھولا اور اک شخص جو رف سے حلیے میں اس کو ہوش میں آتے دیکھ کر اس کی طرف بھاگا اور اس سے لپٹ گیا ۔۔۔وہ ہکا بکا ہوگیا

وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں وجی اپنی پیکنگ کر رہا تھا وہ اداسی سے اسے دیکھ رہی تھی ۔۔وجی نے اس کی موجودگی کو محسوس کیے ۔سوالیہ آئیبرو اچکائے۔۔۔۔کیا آپ جا رہے ہیں آج۔۔وہ اداس سی ہو کر اس کے ساتھ کھڑی ہو کر اس کے سوٹ کیس کو تکنے لگی۔

ہاں۔ وہ اس کی طرف دیکھتے مسکرا کر بولا ۔

کیا آپ واپس آئیں گے ۔۔وہ پھر اداسی سے بولی

ہاں۔۔۔بلکل میری لٹل وولف ۔۔۔وہ اس کی گال کھینچتے بولا وعدہ ۔۔اس نے آگے ہاتھ بڑھایا۔۔۔۔ وعدہ ۔۔وجی نے مسکرا کر ہاتھ آگے کیا۔۔۔اک بات پوچھو۔آنا نے کہا تو وجی نے سر ہلایا ۔وہ۔پیکنگ میں بزی ہو گیا۔

آپ مجھے لٹل وولف کیوں کہتے ہیں۔آنا نے پوچھا

کیونکہ میں الفا ہوں اور تم میری لٹل وولف ہوں

الفا کون ہوتے ہیں آنا نے پہلی بار نام سنا تھا تو وہ اس بارے میں اور جاننا چاہتی تھی۔اس لیے نہیں کہ اسے اس بارے میں بڑا کوئی تجسس بھرا ہے بلکہ اسے اس بارے جان کر سکول میں شوخیاں مارنی تھی۔کہ اسے اک نئ شے کے بارے میں معلوم ہوا ہے ۔۔وہ ایسی ہی تھی ۔اسے ڈِھنگے اور شوخیاں مار کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا پسند تھا ۔۔۔وجی نے پیکنگ چھوڑ کر اسے اپنے ساتھ.بیڈ پر بیٹھایا ۔الفا بھیڑیوں کے جھنڈ کے سب سے پہلے درجے کے بھیڑیے ہوتے ہیں۔پہلے درجے ہونے کی وجہ سے ان پر زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے وہ اپنے جھنڈ کی سب سے پہلی فریز میں ہوتے ہیں اور خود سے پیچھے بھیڑیوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ بھیڑیے جو خود شکار نہیں کر سکتے انہیں بھی یہی شکار لا کر دیتے ہیں ۔۔۔ مطلب اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کما کر لاتے ہیں۔۔ آنا نے بڑی سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے کہا۔ وجی نے سر ہلایا ۔۔

تو آپ ہماری حفاظت کرے گے ۔واؤ۔۔۔ آپ تو سپر ہیرو ۔۔۔ آنا چہک کر بولی ۔ وجی اس کی بات پر ہنس پڑا

"میں الفا کب بنو گی" ۔۔آنا نے وجی کی شرٹ کا بازو کھینچتے جنونی ہو کر بولی۔

جب تم اپنی فیملی کی حفاظت کے قابل ہوئی ۔وجی بولا ۔تو اس کے لیے مجھے بھی فوج میں جانا ہوگا۔

نہیں ۔۔۔ضروری نہیں ۔۔۔ہر وہ شخص جو اپنی فیملی کی حفاظت کرتا ہے اس کی ساری ذمہ داریاں پوری کرتا ہے اور اپنے گھر والوں سے وفادار ہوتے ہیں وہ الفا ہوتے ہے۔۔۔وجی نے سنجیدگی سے کہا ۔

واووو ۔۔۔سین سے آپ تو کول ہے ۔آنا ہونٹوں کو گول کرتی جوش سے بولی

اب ایک بات تم بتاؤ وجی نے اسے دیکھا تو عنائیہ منہ میں پھونک بھرے اس کی طرف دیکھا اب پوچھ گچھ کی باری اس کی تھی۔

تم مجھے sensei کیوں کہتی ہوں۔وجی نے پوچھا ۔عنائیہ ییسنا سا مسکرائی ۔وہ جانتی تھی اس سے یہ سوال پوچھا جائے گا ۔وہ تو بیٹھی رہتی تھی کوئی اس سے اس کے مطلب کا سوال پوچھے اور وہ اس پر اپنی عقل و دانش نچھاور کرے۔

یہ جیپنیز لفظ ہے جس کا مطلب ۔استاد،ٹیچر ماسٹر ہے تو ۔۔وجی نے تعجب سے آئبرو اچکائی۔

تو میں آپ کو اپنا استاد مانتی ہوں۔sensei کول لفظ ہے آپ کو استاد جی تو نہیں کہہ سکتی ناں۔ پچھلے دونوں میں جب سے آنا کی دوستی وجی سے ہوئی ۔۔ہر دن وہ وجی سے اک نئی چیز سیکھتی تھی۔۔تم نے کہاں سے سیکھی ہے زبان ۔۔وجی نے پوچھا ۔Anime سے ۔۔آنا نے کہا

تم مجھے ماموں کیوں نہیں کہتی ۔عیان بھی مجھے ماموں ہی کہتا ہے ۔وجی کو اس کا سین سے کہنا پسند نہ تھا۔۔تو اس نے کہا

عیان بہت بورنگ ہے اسے کا کیا پتا کتنا کول چیزوں کا۔آنا نے منہ بناتے کہا پر اماں اور اپنی ماما کو تم نے بتایا ہے کہ اس کا مطلب ماموں ہی ہے۔۔وجی نے سوچتے ہوئے پھر پوچھا۔۔۔

"او ہو"۔۔آنا نے ماتھے پر بڑی اماوں کی طرح ہاتھ رکھا۔۔"وہ تو میں نے جان چھڑانے کے لیے کہہ دیا"۔

پتا نانی کیا کہتی ہے آنا نے وجی کی طرف مسکراتے دیکھا تو وجی نے دونوں آئبرو اٹھائی۔وہ گال پر ہتھیلی جمائے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔جس نے شوخیاں مارنے میں پی ایچ ڈی کرر کھی تھی

نانی کہتی ہے اپنی زبان میں آپ کو بلاؤ۔

تو میں نے بھی کہہ دیا۔جس کو پکارتی ہوں۔اس کو

مسئلہ نہیں۔آپ کو کیا مسئلہ ہے۔پھر۔۔عنائیہ جو

شوخیاں اڑاتی بول رہی تھی آخر میں منہ بنائے بولی

"پھر"۔۔۔وجی ابھی بھی ویسے ہی بیٹھا تھا۔

پھر ماما نے مجھے بہت ڈانٹا کہ نانی سے کوئی ایسے بات کرتا ہے کیا۔عنائیہ منہ پھلائے کہا۔پھر وہی ہوا جو ہونا تھا نانی نے میری سائیڈ لی۔ ماما کو ڈانٹا کہ بچی کا اور میرا معاملہ ہے تم نہ بولو اور ماما منہ بناتی چلی گئی۔تو اب کون میری بہن کو تنگ کررہا ہے۔وجی بولا

وہ میری ماما ہے۔۔۔۔عنائیہ جھٹ سے بولی۔

ویسے مجھے اچھا لگے گا اگر تم مجھے ماموں ہی کہو۔وجی نے اس کے سر ہاتھ رکھ کر زور سے دبایا۔

پر میں نے تو سوچا تھا آپ کو الفا بلاؤ۔۔آپ بھی تو مجھے لٹل وولف بلاتے ہیں۔بڑے الفا کی چھوٹی الفا۔۔عنائیہ نے آنکھ دباتے کہا۔وجی ہنس دیا نہیں ۔۔تم مجھے ماموں ہی کہنا وجی بولا تو عنائیہ نے وجی کی بات کاٹتے پھر جھٹ سے بولی پر آپ مجھے لٹل الفا ہی بلائے گے۔اب جب میں واپس آؤ تو مجھے

ماموں ہی کہنا سمجھی چھوٹی الفا ۔ لیکن میں آپ کو ماموں اپنی مرضی سے ہی کہو گا۔عنائیہ نے کہا تو وجی نے اسے گھورا پھر سر جھٹک کر ہنس پڑا تو عنائیہ بھی ہنس دی۔۔۔اب وہ وجی کی پیکنگ میں مدد کررہی تھی۔کسے معلوم تھا قسمت انھیں کون سے موڑ پر لے کر جانے والی تھی جہاں وہ اسے اپنا الفا، اپنا سپر ہیرو نہیں کہہ سکے گی اور وہ کبھی پھر اس سے ایسے بات نہ کر سکے گا۔وہ دونوں کبھی پھر ساتھ مسکرا نہ سکے گے ۔ایک کالی گھٹا انھیں اپنی لپیٹ میں لینے بڑھ رہی تھی ۔وہ جو اس کی واپسی کی امیدوں پر بیٹھے ہیں ۔وہ ان سے زندگی میں اب کبھی نہیں مل پائے گا۔اس کی چھوڑی پیچھے ہر شے فنا ہو جاگی۔۔۔۔۔

NOVEL HUT

"یہ اٹھے گی کب "۔۔وہ جو خود کو سردی سے بچانے کے لیے سمٹ کر لیٹی ہوئی تھ یاس کے اوپر ایک کمبل گرا ہوا تھا۔۔اسے اپنے اوپر کچھ سائے کھڑے ہوئے محسوس ہوئے ۔ان کی آواز سن کر وہ جاگ گئی تھی مگر ویسے ہی لیٹی رہی ۔فرش کی مٹی سے اس کا چہرہ اور بال اور سارے کپڑے پوری طرح گندے ہو چکے تھے ان میں ایک مردانہ بھاری آواز میں بولا تو دوسرے کی آواز فوراً ہی ابھری

"مجھے کیا پتا ۔میں نے کونسا لوری دے کر سلائی ہے۔۔۔۔"۔دوسرے کے پاس جھٹ سے جواب تیار تھا یہ دونوں آوازیں اس کے لیے نئی تھی ۔ان میں اُس شخص کی آواز نہیں تھی ۔جو اس سے کل ملا تھا ۔۔۔"پانی ڈالو ۔جھٹ سے جاگے گی"۔آخر اس نے وہ آواز سن لی۔کیا بات کررہے ہوں ۔پانی کا نام سن کر مجھے سردی لگ جاتی ہے ۔۔۔۔کب نہائے تھے تم اک بولا تو وہ فوراً بولا ۔۔۔۔ماشاءاللہ سردیاں شروع ہونے سے ایک دن پہلے

۔جیسے ہی اس نے کہا دوسرے دونوں دو قدم دور ہو کر کھڑے ہو گئے۔۔۔سکندر چیک کرو ذرا۔وہ بولا تو سکندر اس کی جانب مسکرا کر بڑھا

"کیا چیک کرنا ہے" وہ قدم پیچھے کرتا اپنے سینے کے

اردگرد ہاتھ رکھتے بولا ہی تھا سکندر نے اس کی شرٹ کو زور سے پکڑ کر سونگھا۔

کپڑوں پر کون سا واشنگ پاؤڈر استعمال کرتے ہوں

وہی جو کم پیسوں میں مہنگے پاوڈر جیسی صفائی دیتا ہے۔وہ چٹکی بجاتے خود میں جوش بھرتے بولا۔

تو ان دونوں نے منہ بنایا۔وہ اپنی باتوں میں لگ گئے یہ بھولے کہ وہ کڈنیپر ہیں اور اک عدد ان کا کیس نیچے زمین پر لیٹے ان کی بونگیاں سن رہا ہے ۔۔جب کہ وہ خود میں مگن ہیں عنائیہ کی برداشت ختم ہو گئی ۔وہ اسے اگنور کیے ایسے کیسے خود ایک دوسرے کو اہمیت دے سکتے ہیں ۔وہ جھٹ سے اٹھ کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔۔اس پر گرا ہوا کمبل اس کے پیچھے کی جانب گر گیا۔۔۔اس کے

آدھے بال چہرے پر گرے ہوئے تھے۔۔وہ انھیں غصیلی جی نظروں سے گھوری جا رہی تھی۔وہ کسی چڑیل سے کم نہیں لگ رہی تھی۔۔۔۔اک لمحے کے لیے وہ تینوں اسے دیکھتے ڈر کے مارے چلا اٹھے۔۔ اس نے ان کی طرف دیکھا ۔کل کی نسبت آج سب نے فیس ماسک پہن رکھے تھے ۔ان کی آنکھیں واضح نظر نہیں آرہی تھی۔ایک بھیڑیے کی شکل کا تھا۔دوسرا شیر کی اور تیسرا ڈولفن کی شکل کے ماسک چڑھائے کھڑے ایک دوسرے پر ہنس رہے تھے۔اسے جھٹ سے بیٹھتے دیکھ کر ڈر گئے پھر فوراً سنجیدہ سے ہوکر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔۔۔۔شرم نہیں آتی تم لوگوں کو ایک فرد یہاں سکون سے سو بھی نہیں سکتا کیا ۔عنائیہ نے گرج دار آواز سے جھڑک کر کہا ۔ان تینوں نے اک ساتھ اپنی اپنی گردن کو تھوڑا ترچھا جھکایا

مانا کڈنیپر ہوں ۔پر مینرز نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے ۔وہ اترا کر بولی۔

واہ ۔آپ مینر کی بات کررہی ہے ۔کب سے جگا رہے ہیں۔اٹھ ہی نہیں رہی ۔۔ڈولفن کا ماسک چڑھائے کڈنیپر نے جھنجھلا کر کہا ۔

تمہیں مینر کے بارے میں پتا ہی کیا ۔ سپیلنگ بھی آتے

ہیں ۔جاہل ۔عنائیہ پھر ویسے ہی بولی

ہاں MANİR۔وہ بولا

ہنہ۔۔۔ان پڑھ جاہل manir نہیں maner مینر ہوتا ہے

عنائیہ جتلا کر غلط سپیلنگ بولی تو بھیڑیے کا ماسک چڑھائے فوراً لفظ کے حق کے لیے آواز اٹھاتے بولا "ایم اے این این ای آر Manner۔۔۔"شٹ اپ"۔۔۔۔عنائیہ اور ڈولفن کا ماسک چڑھائے شخض بیک وقت ایک ساتھ مل کر چلائے ۔۔۔۔اس کی حق کی اٹھاتی آواز ان کے یوں چلانے سے دب گئی ۔ شیر کا ماسک چڑھائے شخص ایک خاموش تماشائی کی طرح کھڑا رہا ۔۔۔ایک دم سے ہی عنائیہ چلانے لگی ۔آہہہ درد ہورہا ہے درد ہورہا ہے وہ

فرش پر لوٹنے لگی ۔وہ سارے جھنجھلا گئے ۔وہ تینوں اکھٹے اس کی طرف بھاگے۔۔مجھے بھوک لگی ہے ۔وہ چینختی رونے لگی ۔جلدی کھانا لاؤ ۔۔۔شیر کا ماسک چڑھائے شخص چلایا ۔اس کے کہتے ہی بھیڑیا کا ماسک پہنے شخص قریبی ٹیبل کی طرف بھاگا وہاں اک پیک کیا ہوا کھانا تھا وہ لے کر آیا ۔اس نے اس میں پیک کی ہوئی بریڈ کا پیکٹ پھاڑتے عنائیہ کے منہ کی طرف کی۔اس نے اپنا منہ نیچے کی طرف جھکا لیا ۔۔کھا لو۔۔۔ زہر نہیں ہے اس میں۔بھیڑیے کے ماسک والے نے

کہا ۔۔۔اگر ہوا تو عنائیہ نے درد سے آنکھیں میچیں سر اٹھا کر کہا ۔عنائیہ کے کہتے ہی اس شخص نے بریڈ کے ایک کونے سے جلدی سے کھایا ۔اور پھر اس کے منہ کے آگے کیا ۔میں تمہارا کھایا بریڈ کیوں کھاؤ ۔اس نے منہ بنائے درد سے بھیچتے کہا

اللہ اللہ لڑکی۔اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر اس نے اک اور بریڈ نکال کر اس کی طرف کی۔اس نے پھر ویسا ہی کیا۔اس شخص نے اپنی مٹھی بھیچ لی

۔

"یا صبر یا صبر" ۔وہ بھڑبھڑایا۔"بات سنو میری لٹل وولف تمہاری زندگی بہت قیمتی ہے ۔ہم تمہیں مارنا نہیں چاہتے ۔چپ چاپ کر کے کھا لو ۔نہیں تو مجھے دوسرے طریقے بھی آتے ہیں کھانا کھلانے کے ۔وہ دبی دبی آواز میں گھورایا۔

میرے ہاتھ کھولوں ۔میں خود کھاؤ گی عنائیہ نے ناک کو گھٹنے سے مسلتے معصومیت سے کہا اسے عجیب لگ رہا تھا اس کے ہاتھ سے کھانے سے اوپر وہ دونوں بھی جھرمٹ بنا کر اس کے سر پر کھڑے ہوگئے تھے

یہ بیوقوفی ہم سے نہ ہوگئ۔ہم آپ کے بارے میں سب جانتے ہیں ۔۔ڈولفن کے ماسک والا احتیاطاً ہاتھ جھاڑتے کہا۔۔ میں ایسے کیسے کھاؤ ۔لگ رہا ہے

کوئی مالک اپنے کتے کو کھانا کھلا رہا ہے ۔وہ منہ بناتے دھیمے لہجے سے بولی لٹل وولف کھانا تو تمہیں ایسے ہی پڑے گا۔ سنا نہیں تم نے میرے بھائی نے کیا کہا ۔۔۔اس نے بریڈ اس کے منہ کے قریب کی۔۔۔۔میں نہیں کھا رہی ایسے عنائیہ نے منہ بناتے کہا

اف میں تھک گیا ہوں ۔کھانا ہے تو کھاؤ ۔نہیں تو ہم جارہے ہیں۔۔چلو چلتے ہیں ہم ۔۔۔ڈولفن کے ماسک والے نے چڑھتے کہا اور دروازے کی جانب اپنا رخ کیا ۔ وہ دوسرے کو بھی اپنے ساتھ لیتے جھونپڑی سے نکل گئے وہ دونوں نکلے تو اس نے اپنے سامنے بیٹھے شخص کی طرف دیکھا ۔جو اس کی طرف ہی رخ کیے بیٹھا اور اسے ہی دیکھ رہا تھا ۔عنائیہ نے فوراً آنکھیں جھکا لی ۔۔۔اسے یہاں رکھو۔۔۔ وہ بولی "کیا "۔۔۔اسے سمجھ نہ آئی عنائیہ کہنا کیا چاہتی ہے ۔۔۔بریڈ کو میرے گھٹنوں پر رکھو۔۔۔۔وہ دیوار سے ٹیک لگاتی گھٹنوں کو منہ کے بلکل سامنے کرتی بولی ۔۔۔گر جائیں گی ۔۔۔پھر رزق کے

ساتھ پیسے بھی ضائع ہو گئے۔۔۔ نہیں گرے گی۔۔۔ جلدی رکھو۔۔مجھے تجربہ ہے۔۔۔۔ٹھیک ہے اس نے بریڈ کو بڑی احتیاط سے اس کے گھٹنوں پر رکھا۔۔۔۔جانے سے پہلے اس نے پانی کی بوتل نکال کر اس کا ڈھکن کھولا اور اس کے اندر پائپ ڈالا۔۔۔۔یہ لو۔۔۔عافیت ہو سو۔۔۔

یہ مجھے آفت کہہ رہا ہے۔۔۔ابھی یہ مجھے جانتا نہیں ہے کس بلا سے پالا پڑا ہے اس کا۔۔عنائیہ نے اسے گھورتے دل میں سوچتا۔۔پانی رکھتے وہ اٹھ کر جاتے اک منٹ کے لیے رکے اس کی طرف دیکھ کر کمرے سے نکل گیا۔۔پیچھے وہ کمرے میں اکیلی بریڈ کو تکے جا رہی تھی کہ کہیں گر و رنہ جائیں۔۔اس نے احتیاط سے دانتوں سے کھینچ کر اسے اپنے نزدیک کیا۔۔۔اور اسے احتیاط سے کھانے لگی۔۔۔ اک دو۔۔۔تین بار وہ بریڈ زمین پر گر گئی۔۔۔وہ تھکی ہوئی نظر سے بریڈ کو دیکھنے لگی۔۔۔اس نے ارد گرد دیکھا کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔۔۔پھر جھک کر بریڈ کھانے لگی۔۔۔اس نے شکر کیا وہ ڈائیریکٹ زمین پر

نہیں گری بلکہ شاپر پر گری تھی اب وہ بریڈ کو کھا نہیں نوچ رہی تھی۔۔۔۔وہ کسی چھوٹے سے کیوٹ پپی کی طرح لگ رہی تھی ۔وہ یہ سوچے بیٹھے تھی کہ کوئی اسے دیکھ نہیں مگر کمرے میں اک کونے میں سرخ بتی جلتے کے پیچھے وہ شخص اسے کیمرے سے دیکھ رہا تھا۔۔۔"آہ۔۔۔عنائیہ۔۔آہ کیا جاتا اگر تم میری بات مان لیتی۔۔۔۔میں نے کہا تھا۔۔بریڈ گرے گی۔۔۔پر کوئی مانے تو ناں۔۔۔ہر کوئی یہاں خود کو تیس مار خان سمجھتا ہے۔۔۔وہ جتلاتے خود سے ہی کہہ رہا تھا۔۔۔

عنائیہ کل سے لاپتا ہے اور آپ لوگ اب مجھے یہ بات بتا رہے ہیں ۔زیان نے جھنجھلا کر بریان صاحب سے کہا ۔ وہ ابھی غازیان ہاؤس میں برہان آغا کے

کمرے میں تھا۔۔۔جہاں نتاشہ برہان آغا کے بستر پر بیٹھے ان کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔۔اگر ساحر مجھے فون کر کے نہ بتاتا تو مجھے تو کچھ معلوم ہی پڑتا۔وہ سر پکڑتے کرسی گھسیٹتے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔۔۔۔آئیزل اس کے پیچھے ہی چپ چاپ کھڑی تھی ۔۔۔۔کیا پولیس وغیرہ کو انفارم کیا ہے ۔۔زیان نے برہان آغا سے پوچھا ۔۔۔نہیں۔۔ان کی بجائے نتاشہ نے جواب دیا۔۔۔ دادا عنائیہ آپ کی پوتی ہے ۔آپ لاپروائی کیسے برت سکتے ہیں ۔ آپ اچھی طرح اس کے ماضی سے واقف ہے ۔دشمن تو تاک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں ۔۔زیان نے تحمل سے سمجھاتے کہا۔۔۔۔پتا نہیں۔۔۔۔ہمارے دشمن کیسے اتنے بن گئے ۔برہان آغا کی طبیعت سخی تھی۔

آپ کے لیے سخی تھے صرف ۔باہر لوگوں سے پوچھو ۔وہ بتائیں گے آپ کو کتنے سخی ہے دادا سائی ۔آپ تو گھر بیٹھی رہتی ہے ہم لوگوں کو منہ دیکھاتے ہیں ۔ہمیں پتا ہے وہ کیسے آپ کے سسر صاحب کی سخاوت بیان کرتے ہیں ۔آئیزل

پوری طرح مرچ مصالحہ لگا کر بولی ۔زیان نے اس کی طرف منت بھری آنکھوں سے دیکھا ۔(مانو کہہ رہا ہوں خدا کا واسطہ تم چپ کر جاؤ) زیان کو خود کی طرف دیکھتے اس نے کندھے اچکائے۔جیسے کہہ رہی ہوں میں کیا کرو۔۔۔۔جو سچ ہے وہ بتایا ہے۔۔۔۔برہان آغا بس خاموشی سے بیٹھے رہے۔ جوان بیٹھے کی موت کے بعد وہ بہت کم گو ہو گئے تھے ۔ان کی طبیعت میں خاصاً فرق پڑا۔پر کون جانے کہ یہ فرق موت سے پڑا

ہے یا موت کے بعد کے حالات سے۔۔۔ٹھیک ہے جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔۔اگر آپ لوگ عنائیہ اور

خنان کا خیال نہیں رکھ سکتے تو انھیں یہاں سے لے جاؤ گا۔۔۔۔یہ بات تم عنائیہ کے سامنے کہنا ۔پھر دیکھنا کیا کہتی ہے تمہیں۔۔۔نتاشہ عنائیہ کی طبیعت کا اندازہ لگاتی بولی۔۔۔۔ٹھیک ہے پھر ہم لوگ یہاں شفٹ ہو جائے گے

۔اس نے آئیزل کی طرف دیکھتے کہا۔جو اس کی بات سن کر اسے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

پہلے عنائیہ کو ڈھونڈ لے پھر گھر والے معاملے پر بات کرے گے۔۔۔۔وہ کہتا اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔آئیزل بھی اس کے پیچھے چل دی۔

جیسے ہی وہ کمرے کے باہر آیا۔۔ائیزل اس پر ٹوٹ پڑی کیا مطلب تھا ہم یہاں شفٹ ہو جائے گئے۔۔۔میں اس پاگل خانے میں نہیں رہ سکتی ۔۔۔۔تمہارے گھر میں کوئی بھی نارمل نہیں۔۔۔۔

آئیزل میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔پلیز مجھے اور

پریشان مت کرو۔وہ تھکے اور اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔اس کو یوں پریشان دیکھتی اس کا سارا غصہ غائب ہو گیا۔۔تم پریشان مت ہوں۔عنائیہ ٹھیک ہو گئی۔۔۔وہ نرمی سے بولی۔تم جانتے ہوں اسے۔۔۔۔مجھے تو کڈنیپر کی فکر ہو

رہی ہے ۔اس کی بات سن کر وہ ہنس پڑا۔۔۔۔ اف آئیزل کیا چیز ہوں تم ۔۔ابھی کچھ دیر پہلے تم ایک الگ انسان لگ رہی تھی ۔

ٹھیک ہے میں سمجھ گئی ۔وہ آرام سے بولی گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ الجھتے ہوئے بولا

یہی کہ میں بھی نارمل نہیں ہوں۔۔وہ برجستہ بولی

نہیں میں کہنا چاہتا ہوں تھینک یو مجھے سمجھنے کے لیے ۔۔۔۔وہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے بولا۔۔خدا کے لیے مجھے ایسا نہ دیکھا کرو ۔۔کیسے وہ الجھا۔۔۔۔اپنی گرگٹ کی آنکھیں دور رکھا کرو مجھ سے خدا کے لیے۔۔۔وہ اس کی سبز آنکھوں کو گرگٹ سے مشابہت دیتے بولا۔۔۔

کیا میں اپنی بیوی کو اپنی خوبصورت آنکھوں سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔۔۔وہ اپنی آنکھیں ٹمٹا کر بولا

آشش بیوی۔۔۔۔وہ طنزیہ بولی۔۔تو شافعیہ، ماریہ کلثوم نامی عورتیں کون تھیں تمہاری۔۔۔اس نے ان تمام عورتوں کے نام لیے جن کے کرمنل کیسز وہ اس کے پاس لے کر گیا تھا

باجیاں۔۔۔زیان بے اختیار بولا۔۔۔کون ہے تمہاری۔۔۔آئیزل نے ایسے پوچھا جیسے اسے سنائی نہ دیا۔۔۔

میری بیوی کو چھوڑ کر باقی ساری عورتیں۔۔زیان محبت بھرے لہجے میں بولا

۔۔"پھر سے کہو" ۔۔آئیزل نے کہا۔۔۔۔"باجی ہے میری ہے"۔۔۔زیان نے پھر بولا

پھر سے۔۔۔آئیزل نے لفظوں پر زور دیتے کہا

باجی ہے میری ۔۔۔زیان پھر بولا

کون باجی ہے تمہاری۔۔۔۔آئیزل نے پھر لفظوں پر زور دیتے اتراتے کہا۔۔اسے زیان کو یوں تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔۔۔یہ موقع اسے کم ہی

نصیب ہوتا تھا تو وہ اس سے بھرپور مزہ لیتی تھی۔۔۔۔میری کم عقل بیوی کے علاوہ ۔باقی ساری آدھی ،پونی ،پوری ،جوان لڑکیاں ،عوتیں ،بوڑھی خواتین میری مائیں ،بہنیں ،باجیاں ہے۔۔۔۔لفظوں پر زور دیتے اختتام پر اس نے دونوں ہاتھ کو ہوا میں اٹھایا۔۔۔۔جیسے سرنڈر کر رہا ہوں۔۔۔زیان مجھے تمہاری آواز نہیں آرہی۔۔۔ویسے تو ہر وقت بڑا بولتے رہتے۔۔۔وہ اسے نکھرے دیکھاتی چہرے کا کیوٹ پاوٹ بناتی بولی۔۔۔۔زیان نے بے زاری سے اس کی طرف دیکھا وہ تھک چکا تھا اس کے کھیل سے۔۔۔اس دنیا میں میری بیوی کو چھوڑ کر ہر عورت ہر لڑکی میری باجی ہیں۔۔۔وہ ہاتھ جھاڑتے بولا۔۔۔

پھر سے اب کی بار اتنا اونچا بولو کہ تمہارے ضمیر تک کو آواز جانی چاہیے۔۔۔۔اس دنیا میں میری بیوی کو چھوڑ کر ہر چھوٹی موٹی عورت میری بہن ہیں۔۔میری باجی ہیں خوش خوش۔۔۔وہ پھاڑ دینے لہجے میں چلا کر

بولا۔۔۔اس کو یوں غصت میں لطتے ہوئے دیکھ کر وہ مسکرائی ۔۔ہاں بہت خوش ہوں ۔۔۔۔ابھی وہ بولی تھی کہ دروازہ کھولا اور سامنے نتاشہ کھڑی تھی زیان اک کام کرو ۔۔جاو مسجد میں جا کر اپنے عشق نامے کا اعلان کر آؤ ۔۔۔۔وہ بولی تو زیان شرمندہ سا ہوگیا۔۔۔مجھے تم سے یہ امید نہ تھی ۔۔تم لوگوں کو معلوم ہے اندر ابا جی آرام کر رہے ہیں اور تم لوگ باہر ۔۔یہ کیا کررہے ہوں ۔۔۔وہ بھی دروازے کے بکل سامنے ۔۔۔زیان شرمندہ سا ہوگیا

میں معافی چاھتا ہوں ۔۔۔۔وہ شرمندہ سے بولا

واہ آپ کے ابا جی سب کا آرام برباد کر کے خود آرام کررہے ہے کیسے انسان ہے۔۔۔۔بھیڑیا جوانی میں جتنے تکبر اور اکڑ میں رہتا ہے ۔۔۔بڑھاپے میں اس پر سے ہر شے کا بہار اتر جاتا ہے ۔۔۔

زیان اپنی بیوی کو لوں اور جاؤ یہاں سے ۔۔۔

زیان آئیزل کو لیے جانے لگا تھا کہ آئیزل دو قدم آگے بڑھتی نتاشہ کے مدمقابل کھڑی ہوگئی ۔۔۔ہم تو یہی رہے گئے۔۔۔کہیں نہیں جارہے۔۔۔روک کر دیکھاؤ

اب ۔۔۔او ہو آئیزل تم بھی ناں ۔۔ان کا مطلب ہے کمرے کے آگئے سے جاؤ ۔۔۔ہر بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہوں ۔۔۔۔زیان اسے پکڑ کر اپنے ساتھ چل دیا۔۔

NOVEL HUT

ایک شخص اپنی بیوی جو دو جڑواں کو اپنی گود میں لیے بیٹھی تھی ۔وہ شخص اپنے خاندان کی عدالت میں آج ایک مجرم کے طور پر پیش ہوا تھا جس کا جرم اپنی پسند کی شادی کرنا تھا جبکہ بچپن میں ہی اس کا اپنی چچا زادی سے نکاح ہو

چکا تھا ۔ جو اس کی شادی کی خبر سنے ایسی رنج و الم کی کیفیت سے گزری کہ ابھی وہ آدھ موا ہوئے ہسپتال کے بستر پر پڑی ہوئی تھی ۔برہان آغا سے اپنی بھتیجی کی حالت دیکھی نہ گئی جس کے باپ نے مرنے سے پہلے انھیں اس کا گاڈئین بنایا تھا ۔ اس شخص نے پچھلے پانچ ،چھ سالوں سے اپنی شادی،بیوی ، بچے اب اپنے خاندان والوں سے چھپا کر رکھا تھا اس نے ہر طرح کی احتیاط برتی تھی ۔پھر کیسے ان کو معلوم ہوگیا ۔وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا ۔ ابھی اسی وقت اس عورت کو طلاق دوں اور بچوں سے اپنا ناطہ توڑوں۔ وہ چنگار کر بولے کہ پورے ہال میں صرف ان کی ہی اواز گونجی۔ وہ دونوں بچے اپنی ماں کی گود میں سہم گے۔

بابا خدارا یہ ظلم نہ کرے ۔میں زری اور بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ میں محبت کرتا ہوں ان سب سے خدارا ہمیں الگ نہ کریں یہ میرا خون ہے آپ کا خون ہے۔۔۔۔۔جب تم نے میرا لحاظ نہیں رکھا ۔تو میں کسی کا کیوں

کرو۔۔۔۔برہان آغا نے اس کی بات کاٹی۔کچھ دیر کے لیے ہال میں کوئی نہ بولا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو ۔لڑکی اپنی بچوں کو لوں اور نکلو یہاں سے ۔ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں اور طلاق کے کاغذ تمہیں مل جائیں گے۔اس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو امنڈ امنڈ کر باہر نکل رہے تھے اس نے پہلے اپنے سامنے کھڑے بے رحم شخص اور پھر اپنے شوہر کو دیکھا جو غصے سے اپنے باپ کو گھوری جا رہا تھا۔

میری بات سنو بچے۔۔۔۔تم ابھی جاؤ ہم بعد میں فیصلہ کر کے تمہیں اطلاع کردے گے یہ بولنے والی صوفیہ خانم تھی جو اس کے شوہر کی رضائی ماں تھی ۔۔۔۔وہ خود کو وہاں ان بڑے لوگوں کے درمیان جن کے دل بڑے چھوٹے تھے بے بس محسوس کررہی تھی آخر اس کا شوہر کچھ بول کیوں نہیں رہا۔کیا وہ اسے چھوڑ دے گا پر نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتا ۔اس نے تو محبت کے بڑے دعوے کیے تھے وہ ایسے کیسے پیچھے پھر سکتا ہے وہ خود کو کمزور اور کمتر

سمجھ رہی تھی وہ بس روئے جارہے تھی۔اس نے مضبوطی سے اپنے بچوں کو پکڑا ہوا تھا۔

کوئی کہیں نہیں جارہا۔۔۔۔زری میری بیوی ہے جبکہ نتاشہ صرف منکوحہ ۔اس نے صرف پر زور دیا ۔ میں اپنے بیوی بچوں کو ایسے کسی کے لیے نہیں چھوڑ سکتا ۔اگر آپ انھیں قبول نہیں کرے گے تو میں سب کو چھوڑ کر چلا جاؤ گا۔وہ چلا کر بولا۔

کان کھول میری بات سن لے میں اپنی بیوی کو نہیں چھوڑ رہا ۔اس بار اس نے اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ۔ اس کے کہنے سے اس کی بیوی کا سکون تو ملا تھا ۔مگر مطمئین نہ ہوئی۔اسے کچھ غلط ہونے کا خدشہ سا تھا ۔اس کے باپ نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی ان کے پیچھے چل پڑا ۔وہاں ہر کوئی اب اس کے اور اس کے شوہر اور اس کے شوہر کی بیچاری منکوحہ کے بارے میں باتیں ہورہی تھی کہ کیسے اس نے اسے پھسایا

وغیرہ وغیرہ عورتوں کی باتیں ۔۔صوفیہ خانم نے انھیں خاموش اختیار کرنے کا کہا۔۔تو سب خاموش ہو گئی۔۔ ٹھیک بیس پچیس منٹ بعد وہ باہر آئیں۔آتے ہی آغا صاحب نے فیصلہ صادر کیا

لڑکی تمہیں طلاق کے کاغذ مل جائیں گے لڑکا ہمارے ساتھ رہے گا جبکہ لڑکی اپنی ماں کے ساتھ رہے گئی۔فیصلہ سنتے ہی سب نے ایک دوسرے کو چوک کر دیکھا۔ اس لڑکی نے بے بسی اور بےچارگی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا جو آنکھیں نیچی کیے اس سے کچھ چھپا رہا تھا وہ اسے جانتی تھی جب بھی وہ کوئی جھوٹ بولتا تھا تو آنکھیں نہیں ملاتا تھا ۔وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ ابھی چند منٹ پہلے وہ ہمیں چھوڑنے پر راضی نہیں تھے اور اب یوں خاموش کھڑا تھا وہ بچوں کو صوفے پر ہی بیٹھاتے ارمان کی جانب بڑھی ۔۔۔۔

نہیں نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے آپ ہمیں یوں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ آپ ارمان۔ ایسا کیسے ان کی یہ بات قبول کر سکتے ہیں۔ عنائیہ تو آپ کے بغیر کچھ

کھاتی نہیں اسے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی اور عالیان وہ یہاں ایسے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو پائیں گا آپ کچھ کہتے کیوں نہیں۔ارمان پلیزز کچھ بولے۔خدا کے لیے کچھ تو بولے۔ہم آپ کے بغیر کیسے رہے گے اس نے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ کر روندھے ہوئے لہجے کہا۔۔۔۔ایک دوسرے سے علیحدگی کا سن کر وہ دونوں بچے ایک دوسرے کو زور سے گلے لگائے بیٹھے تھے۔۔۔۔۔۔چلو یہ ڈرامے تمہارے ہمارے گھر نہیں چلے گے برہان آغا نے دور کھڑے اک آدمی کو اشارہ کیا جو اک دو اور آدمی لیے آگے بڑھا جیسے کب سے حکم کا انتظار کر رہا تھا ۔۔وہ ان کے اور بچوں کے درمیان دیوار سی بن کر کھڑی ہو گئی۔۔۔۔نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گئی۔میں اپنے بچے کو تم لوگوں کے حوالے نہیں کرو گی وہ میرا بچہ ہے آپ کچھ بولتے کیوں نہیں یوں بت بنے کیوں کھڑے ہے بتائیے انھیں یہ ہمارا بچے ہیں ہمیں خود سے الگ نہ کریں وہ اپنے شوہر کے آگے زور زور سے رو رہی تھی یہاں تک کہ اس کی آواز اونچی

اور بھاری ہوگی تھی ۔جیسے ہی ان میں اک شخص نے بچوں کو پکڑا وہ چلائی۔خبر دار اگر میرے بچوں کو ہاتھ بھی لگایا۔تم سب ظالم ہوں ۔میں معاف نہیں کروگی تم میں سے کسی کو بھی ۔اک ماں کو اس کے بچوں سے الگ کرتے ہوں۔۔۔خدا کا قہر ناظر ہوگا تم لوگوں پر۔۔۔خدا کا خوف نہیں رکھتے تم لوگ اپنے دل میں اس نے اپنے بچوں کو مضبوطی سے پکڑتے روتے ہوئے کہا۔۔۔ماما ،بابا۔ وہ دونوں بس روئے جارہے تھے ان خادموں نے برہان آغا کی طرف دیکھا۔اس لڑکی اور بچی کو گھر سے باہر نکال دوں۔۔ فیصلہ سناتے ہی وہ پورے رعب کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گے ۔

ان میں ایک خادم زرتاشہ کی طرف بڑھا تو ارمان فوراً ان کے بیچ آگیا ۔میری بیوی کو ہاتھ نہ لگانا۔۔ارمان نے غصے سے لتھی ہوئی آنکھیں لے کر کہا۔۔۔ہال میں یکدم حالات بدل گئے اک امید کی کرن زرتاشہ کے اندر

جاگی۔۔۔۔جو اگلے سیکنڈ ختم ہو گئی ۔اس نے اس کا بازو پکڑا ۔۔۔چلو زری۔۔۔۔وہ بے یقینی سے ارمان کو دیکھنے لگی ۔۔۔۔۔

کیا کررہے ہوں ارمان چھوڑو مجھے میرا بچہ اس نے عیان کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔میرے بچے۔۔اس نے ارمان کے بازو پر زور سے کاٹا مگر اسے اس کے کاٹنے سے اثر نہ ہوا۔۔وہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے اور کھینچتے لے کر جارہا تھا۔۔۔ظالم لوگوں خدا کا قہر ناظر ہوں تم لوگوں پر، اللہ کرے کیڑے پڑے تم لوگوں پر۔اس شان و شوکت پر ناز کرتے ہو گندی نالیوں کا پانی پیتے مرو۔اک ماں کو بچوں سے جدا کررہے ہوں خدا کبھی تم لوگوں کو خوشیاں نصیب نہ ہوں سسک کر مرو چھوڑو مجھے وہ اس سے اپنا بازو چھڑاتی بار بار پیچھے مڑ مڑ کر چلا رہی تھی وہ اس کی نہیں سن رہا تھا اور اسے گھسیٹتے ہوئے باہر کی طرف لے کر جارہا تھا۔۔وہ دونوں دروازے سے غائب ہو گئے ۔۔۔۔پیچھے اک ملازم نے بچوں کو الگ کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔وہ انھیں کھینچ رہے

تھے وہ تھے کہ الگ ہونے کا نام ہی نہ لے رہے تھے انھوں نے بہت مضبوطی سے اس دوسرے کو پکڑے ہوئے تھا۔

نہیں ، نہیں ہمیں الگ مت کرو ۔بھائی۔مجھے مت چھوڑنا۔۔۔میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔وہ دونوں اک دوسرے سے کہہ رہے تھے ۔خادم کبھی بچوں کو تو کبھی آغا صاحب کی طرف دیکھتا۔اس کی ہمت نہیں بن رہی تھی انھیں الگ کرنے کی ۔

وہ زوروقطار روئے جارہے تھے ہال میں کوئی بھی ہمت جھٹلا کر آغا صاحب کے فیصلے کے خلاف بولنے سے رہا۔صوفیا خانم چہرے کے آگے چادر کیے رورہی تھی جب ہمت ختم ہوئی تو وہ وہاں سے چلی گئی ۔

ارمان اندر آیا تو ملازم ان کے بازو کھینچ رہا تھا اس نے غصے سے آگے بڑھ کر دونوں کو الگ کیا یہاں تک کہ عالیان کی چینخ پورے زور سے ہال میں گونجی شاید اس کے بازو سے درد نکل گیا تھا ۔

میرے آنے تک یہی رہنا ملازم کو تاکید کرتے وہ عالیان کو اٹھائے آنکھوں میں سرخی لیتے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چلا گیا ۔ ملازم نے عنائیہ کو پکڑا ہوا تھا وہ رو رہی تھی اس کی ہچکیاں اونچی ہوگی تھی ۔۔آغا صاحب صرف صوفے پر بیٹھے سارا منظر سرد آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ۔شاید ان کے اندر رحم تھا ہی نہیں یا حالات نے بے رحم بنا دیا۔

"ڈیڈ "وہ سیڑھیاں سے نیچے اتر رہا تھا کہ عنائیہ ارمان کی طرف ملازم سے ہاتھ چھڑائے بھاگی۔ارمان نے اسے اٹھا لیا اور اسے پیار کرنے لگا۔اس نے کسی کی طرف نہ دیکھا ۔وہ اسے اٹھائے اورپیار کرتے باہر لے گیا۔وہ جیسے ہی باہر گیا زری عنایہ کی طرف بھاگی۔ عنایہ آپ کچھ دن ڈیڈ کے بغیر رہ سکتی ہے کیا ۔عنایہ نے نفی میں سر ہلایا ۔مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے ڈیڈ میں جلد آؤ گا۔ پلیزز وہ روتے ہوئے آنکھیں مسلتے کہا۔۔اور ارمان کو کس کر گلے لگا لیا۔۔۔ زری عنائیہ کا خیال رکھنا ارمان عنائیہ زری کو دیتے بولا۔۔اس نے

خاموشی سے عنائیہ کو اپنی جانب کیا ۔۔۔جو ارمان سے چپک گئی تھی اور زور سے چلانے لگی۔۔۔۔اک گاڑی ان کے پیچھے رکی۔۔۔یہ گاڑی تم لوگوں کو سیدھا گھر پہنچا دے گئی۔۔۔۔۔اس نے عنائیہ کو خود سے الگ کرنے کی کوشش کی جو اس سے چپکے ہوئے تھی ۔۔۔جب ارمان نے زیادہ طاقت لگا کر عنائیہ کو خود سے الگ کرنے کی کوشش کی تو اس کے ناخن لگنے کی وجہ سے اس کی گردن پر نشان پڑ گئے۔۔۔۔اس نے عنائیہ کو گاڑی میں روتی عنائیہ کو بیٹھاتے دروازہ بند کیے زری کی جانب بڑھا جو وہی کھڑی تھی ۔۔۔زری میرا یقین کرو میں سب ٹھیک کر دوں گا مجھے کچھ وقت دوں میں سب ٹھیک کر دوں گا ۔۔چلو شاباش گاڑی میں بیٹھو ۔۔۔وہ گاڑی کی طرف اشارہ کرتے نرمی سے بولا ۔۔مجھے تو کوئی حالات نہیں نظر آرہے ٹھیک ہونے والے ۔۔۔وہ تپے ہوئے لہجے میں بولی ۔۔۔میں اپنے خاندان والوں کو جانتا ہوں اک دن سب ٹھیک ہو جائیں گا ۔۔۔۔انشاءاللہ۔۔۔خدا پر بھروسہ رکھو۔۔۔خدا پر پورا

بھروسہ ہے مگر اس کی مخلوق پر نہیں ۔۔۔۔کہتے اس نے دروازہ زور سے بند کیا۔۔۔۔حیدر میری بیوی اور بیٹی کو گھر خیریت سے پہنچا کر آنا۔۔۔۔تمہید کرتے اس نے پچھلے سیٹ کی کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں عنائیہ اب بھی شیشہ بجاتی رو رہی تھی ۔۔۔۔اس نے آنکھیں موند لی ۔۔۔ایک آنسو اس کے آنکھ سے بے اختیار نکلا۔۔۔۔گاڑی اب اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی مگر وہ وہی کھڑا رہا۔۔۔اسے نہیں معلوم تھا دنیا اور محبت میں صرف دنیا جیتی ہے محبت کو تو ازل سے شکست ہوئی۔۔۔۔یا وہ اس دنیا میں کچھ نیا لانا چاہتا تھا۔۔۔۔۔

افق پر چمکتے آفتاب کی شعاعیں کو عالیان بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔۔شاید وہ ان شعاعوں میں امید کی کرنوں کو ڈھونڈ رہا تھا جو اتنا دلکش اور خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی کہ عالیان ان سے اپنی نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔۔وہ ایک معصوم بچہ لگ رہا تھا جو چپ چاپ بغیر پلکیں جھپکائیں کھڑکی کی طرف دیکھے جارہا تھا ۔وہ صبح سے لے کر شام تک ایسے ہی بیٹھا رہتا تھا ۔یہاں تک کے اس کی کمر اکڑ جاتی تھی ۔پورے جسم میں درد ہوجاتا تھا اسے سائیکالوجی میں کیٹاٹانک پوزیشن کہتے ہیں اس میں مریض گھنٹوں گھنٹوں ایک ہی پوزیشن لیے رہتے ہیں ۔کہیں مرتبہ تو ہفتوں ، مہینوں تک بیٹھے رہتے ہیں کہ ان کے پاوں سوج جاتے ہیں۔کوئی ان کی اس حالت میں خلل ڈالے تو وہ پھر ویسے ہی حالت دوبارہ اختیار کرلیتے تھے۔مگر عالیان کی حالت تھوڑی مختلف تھی یہاں پر اگر اس کی کوئی حالت تبدیل کرتا تو وہ کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا تھا بلکہ اس حالت میں خود کو بدل لیتا تھا جس میں ڈاکٹر جا میل نرس اسے کنورٹ کرتے

تھے اچانک اس کا دروازہ کھولا ماہین اندر داخل ہوئی ۔ آج وہ پہلی دفع اس کے کمرے میں آئی تھی ۔وہ قریب سے کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گئی ۔اس نے نظریں جھکائی ہوئی تھی ۔ وہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی ۔پچھلی ملاقات وہ بھولی نہیں تھی۔ لیکن وہ ہار ماننے والی تھی ۔۔۔عالیان کے ماہین پر حملے کی واردات اتنی جلدی پھیلی اسے خود بھی حیرت ہوئی اتنی فاسٹ نیٹ ورکنگ ۔۔۔۔حالانکہ اس نے ان میل نرسوں کو سختی سے منع بھی کیا تھا مگر چونکہ ماہین ایک سپیشل سائیکٹریسٹ تھی اس لیے انھوں نے اسے نظر انداز نہیں کیا۔ اسے پروفیسر نے رات کو ہی فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ عالیان کا کیس چھوڑ رہی ہے ۔اور کوئی اور کیس لے سکتی ہے اگر وہ اپنی جاب جاری رکھنا چاہتی ہے ۔کیونکہ ماہین کی یہاں کام کی شرط ہی عالیان کا کیس تھی ۔ابھی وہ بغیر کسی کو کوئی اطلاع دیئے اس کے کمرے آ دھمکی تھی۔مگر اسے جیسے کوئی پرواہ ہی نہیں تھی ۔وہ یوں ہی نظریں جھکائے بیٹھی

NOVEL HUT

ہوئی تھی ۔اسے لگا اگر وہ اس کی طرف دیکھے گی تو وہ وہ کچھ بول نہیں سکے گی۔۔پچھلی ملاقات سے اک ڈر سا اس کے اندر بیٹھ گیا تھا۔۔وہ اس ڈر کو ختم کرنے ہی آئی تھی۔۔۔۔۔عالیان تم ایسا کیوں کررہے ہوں۔۔۔۔۔تم مجھے اپنی مدد کا موقع کیوں نہیں دیتے ۔آخر ان اندھیروں میں کب تک یوں پڑے رہنے کا ارادہ ہے ۔سامنا کرو خود کا۔۔۔دنیا کا۔۔۔اس نے ایسے ہی نظریں جھکائے بات شروع کی۔۔۔۔سب سے بڑھ کر اپنے بنانے والا کا۔۔۔اس نے خالی دنیا میں اندھیرے تو بنایا۔۔۔وہ نرم اور آرام دہ لہجے میں بولے جارہی تھی ۔۔۔روشنیوں کا اک کہکشاں بھی بستا ہے اس دنیا میں بھی ۔۔۔عالیان کے اندر اس نے کوئی تبدیلی محسوس نہ کی تو شکشت زرہ لہجے میں بولی۔۔۔۔۔ٹھیک ہے پھر ۔پروفیسر نے بھی تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ سنا دیا ہے۔۔۔۔یہ ہمارا آخری موقع ہوگا۔۔۔میں تم سے آخری بار مل رہی ہوں۔۔۔۔میں ابھی یہاں پروفیسر غیاث کی اجازت کے بغیر اور ان کے علم

میں لائے ۔۔بغیر یہاں بیٹھی ہوں ۔اگر میں تمہارے لیے اصول توڑ کر یہاں ہوں یہاں تک کہ مجھے نوکری کو داؤ پر لگا سکتی ہوں۔۔تو تمہیں بھی کوشش کرنی ہوگئی۔۔۔۔ ممکن ہے کہ تم مجھے آخری بار دیکھ رہے ہوں۔ اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو ٹھیک ہے ۔ میں اب اور تمہیں تنگ نہیں کروگی ۔۔۔۔شاید میں ہارگی ۔تم پھر جیت گے۔

وہ جانے ہی لگی ۔اختتامی نظر جیسے ہی اس نے عالیان پر ڈالی تو وہ چونک گئی۔۔۔وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا ۔۔۔۔وہ وہی کھڑی رہ گی ۔ وہ اپنی گہری کالی آنکھوں سے اسے ہی تکے جا رہا تھا ۔ماہین اک لمحہ کو سانس لینا بھول گی ۔اسے اپنا دل تیزی سے دھڑکنا محسوس ہوا ۔اسے لگ رہا تھا کہ وہ کہیں اور نظریں جمائے بیٹھا ہے مگر وہ تو کب سے اسے ہی دیکھتا آنکھیں چپھکا رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں کوئی جذبہ دیکھائی نہیں دے رہا تھا ۔اس نے

لب ہلائے ۔ماہین کو لگا اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ۔یہ اس کا بس ایک خام خیال ہوگا۔ آواز سنائی نا دی۔ وہ کیا کہہ رہا ہے ۔

کیا تم نے ابھی کچھ کہا ہے؟ اس نے متلاشی ہوئے لہجے سے کہا۔۔۔ایک اور خاموشی ۔ماہین کو لگا وہ غلطی ہی تھی اس نے صرف تصور کیا تھا لیکن یہ دوبارہ ہوا۔۔۔کیا۔۔۔۔؟ اس نے سرگوشی کی ۔پھر روکا ۔پھر دوبارہ بولا ۔۔۔کیا چاہیے۔۔۔ تمہیں۔ وہ دھیرے دھیرے لفظوں کو توڑ کر بول رہا تھا اس کی آواز ابھرتے ہی ٹوٹ گئی ۔اس کی آواز ایسے ابھری تھی جیسے کرکراہٹ کرنے والے دورازے کو تیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۔۔۔ ایک لمحے کے لیے سبز آنکھیں کالی آنکھوں سے ملی ۔وہ ایک دوسرے کو ہی دیکھتے رہ گئے تھے ۔ ماہین عالیان کی آنکھوں کی کالی گھاٹیوں میں کھو سی گئی۔۔۔ جبکہ عالیان ماہین کی سبز آنکھوں کے باغ کا دلفریب نظارہ کررہا ہوں۔ماہین کی آنکھوں میں دھیرے دھیرے آنسوؤں میں بھر گئی۔

"میں کیا چاہتی ہوں ۔میں چاہتی ہوں کہ تم بات کرو مجھ سے بات کرو ۔عالیان"۔

عالیان نے اسے خاموشی سے ہی گھورا ۔وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر اک فیصلے پر پہنچا۔

اور دھیرے سے سر ہلایا ۔"ٹھیک ہے" وہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد بولا تھا ۔۔صرف اس کے لیے ۔صرف اس کے کہنے پر ۔۔۔وہ کون تھی وہ نہیں جانتا تھا۔کیا وہ یاد تھی اسے کوئی پتا نہیں ۔۔۔۔

کمرے کو ہیٹر نے اپنی گرمائش میں لپیٹا ہوا تھا ۔۔وہ ابھی تک اسے گلے لگائے ہوا تھا ۔۔جب کہ اس قیدی شخص ابھی تک الجھا ہوا تھا ۔۔

اچانک سے دروازہ کھولا اور اک اور شخص کمرے سے

نمودار ہوا ۔۔۔۔وائی وائی ۔ابھی ہوش پورا آیا نہیں برومینس شروع ہو گیا

ان دونوں کا۔۔۔سکندر چاہے کے

ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوا۔۔ان دونوں کو یوں ایک

دوسرے سے گلے لگا دیکھ کر بولا۔۔۔تو تم کیوں سڑ رہے ہوں آو تم بھی گلے

لگو۔۔۔ویسے بھی سردیوں میں گلے لگتے رہنا چاہیے۔۔۔اس کا نام ساحر

تھا۔۔ساحر ابراہیم ۔۔۔۔ایک انوسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ میں آفیسر

تھا۔۔۔یاور ابراہیم کا بڑا بھائی حالانکہ دونوں کو دیکھیں تو یاور بڑا لگتا ہے

۔۔وہ میچور بوائے ہے جبکہ ساحر اس میں تھوڑا کریزی نس کی وائبز آتی ہے

۔۔۔اپنے سامنے کھڑا شخص کو گلے لگانے کے لئے وہ فٹ سے اٹھا ۔۔وہ

ٹرے رکھے دور بھاگا۔۔۔اس نام سکندر مقتدی ہے وہ اپنے علاقے کا ڈی

ایس پی تھا ۔ویسا وہ ایک ایماندار پولیس والا تھا ۔۔۔ایمانداری سے رشوت

وصول کرتا تھا ۔۔۔اس کا کہنا تھا وہ اپنے کیے گئے کام کے پیسے وصول کرتا ہے۔۔۔اس کو رشوت نہیں ایڈوانس کہا جاتا ہے۔۔۔وہ پہلے کام بگاڑتا پھر اس کام کو معیاری بناتا۔۔اور اپنے سے بڑے لوگوں کی واہ واہ وصول کرتا۔۔۔۔یہ اس کا اس پر فیشن میں سروائیونگ وے تھا۔۔۔اب باری ہے جو صوفے پر بیٹھے ہوا تھا۔۔۔۔خضر رائیس ۔۔۔رائیس خاندان جو کبھی اپنی رائیست سے شان و شوکت سے راج کرتا تھا ۔۔۔آج بکھرا اور بھٹکا ہوا ہے۔۔۔

میں یہاں کیسے وہ منہ پر ہاتھ پھیرتے بولا۔۔۔۔

ہائے میری جان ۔ تم یاور کے کلینک میں آنکھ کھولنے کا منصوبہ بنائے ہوئے تھے ۔۔سکندر جو ساحر سے بچ رہا تھا جان بوجھ کر خضر کے اوپر گرا ۔۔۔۔ساحر بھی ان کے اوپر کودا ۔۔۔۔خضر ان کے نیچے دبتا چلاتا رہ گیا

۔۔۔اور انھیں *******گالیاں نوازتا رہ گیا ۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد سکندر خضر کو چائے کی پیالی پکڑا رہا تھا اب وہ تینوں قالین پر بیٹھے ہوئے تھے ۔۔۔۔

ویسے تم جانور کے کلینک پہنچے کیسے ۔۔۔ساحر نے ہنستے پوچھا۔۔

اس شخص کے ذریعے جو انسان کو سماجی حیوان سمجھتی ہے ۔۔۔خضر کے کہتے ہی ساحر ہنس پڑا ۔۔۔

آفرین آفرین ہے عنائیہ ۔۔۔ساحر نے ہنستے کہا۔۔۔

ہاں میں نے بھی یہی کہا۔۔۔آفرین ہے تم پر لڑکی ۔۔۔بولتے اس نے چائے کی سپ لی۔۔۔عنائیہ ہمیشہ کچھ الگ کرنے والی خضر نے سوچا۔۔۔وہ اپنی سوچ میں گم مسکرایا تھا کہ اسے ساحر کی نظریں خود پر محسوس ہوئی۔۔۔

وہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔پتا نہیں کون سا بھلے کام کی وجہ سے بچا لیا۔۔خضر نے اس رات کے بارے میں یاد کرتے کہا۔۔۔

سنا ہے آپ کی یاداشت چلی گئی تھی --خیریت بڑی فاسٹ سروس ہے آپ کی میموری کی---ساحر نے آنکھ دباتے دلچسپی سے پوچھا ---خضر ہڑبڑا کر بولا---وہ---اچانک سامنے آگئی مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی ---میں نے کہہ دیا ---یادداشت کھو بیٹھا ہوں ---خضر جھنجھلا کر بوکھلائے ہوئے بولا---

سکندر اگر تم سے تمہاری کوئی خیریت پوچھے تو یہ مت کہنا کہ میں ٹھیک ہوں ---کہو میری یادداشت چلی گئی ہے ---سو توپوں کی سلامی آپ کو خضر صاحب ---ساحر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہنستے کہا ----تو کیا کہتا ---مجھے نہیں معلوم میں ٹھیک ہوں یا نہیں---کیونکہ مجھے درد محسوس نہیں ہوتا ---ابھی سیکھ رہا ہوں----خضر اس کا ہاتھ پیچھے کرتا بولا---سکندر کو ان کی باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی وہ چائے اور پلیٹ صاف کرنے پر فوکس کیے ہوئے تھا-----

اچھا چھوڑو ۔۔بتاو آگے کا کیا سوچا ساحر نے پوچھا ۔

کیا مطلب کیا سوچا ہے میں اپنی ہر شے واپس لوں گا۔۔اور عالیان ساحر کے کہتے خضر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔کیا عالیان۔۔۔۔اور اگر عالیان کو ہوش آگیا تو تمہارے لیے مسئلہ بن جائے گا۔۔۔ساحر فکرمندی سے بولا تو خضر نے لاپروائی ظاہر کرتے کہا۔۔۔۔اس کو کبھی ہوش نہیں آئیں گی۔۔۔فکر نہ کرو۔۔۔۔۔مجھے اک اڑتی ہوئی خبر موصول ہوئی ہے۔سکندر بولا تو خضر نے پوچھا۔۔

"کیا"۔۔۔۔یہی کہ عالیان کا علاج ماہین رائیس صاحبہ کررہی ہے ۔سکندر نے خضر کو جتلاتے بولا۔۔۔۔یعنی تمہاری اکلوتی بہن ۔۔خضر چونکا۔۔

یہ کب ہوا ۔۔۔مہینہ ہونے کو ہے۔۔سکندر مطمئین ہوئے بولا۔۔ اس نے کہا تھا وہ نانا کے پاس جارہی ہے ۔۔اف اس نے منہ سے ہوا خارج کرتے تالی بجائی۔۔

اس ڈیوائس کا کچھ پتا چلا خضر نے ساحر سے پوچھا۔میں کہیں بار ان کے گھر گیا۔۔لیکن مجھے موقع نہ مل سکا۔۔کیا مطلب نہیں ڈھونڈ پائے۔۔۔کس قسم کے انویسٹیگیٹر ہو تم۔۔خضر طیش سے بھرے لہجے میں بولا۔۔۔ایٹ لسٹ ایک بھگوڑے سے بہتر ہوں۔۔اس نے خضر کو طعنہ نوازتے کہا وہ دونوں شروع ہونے لگے تھے سکندر ان کے بیچ بولا۔۔۔عنائیہ کو معلوم ہے اس فوٹیج کے بارے۔۔۔۔اگر اسے معلوم ہوتا تو حال چال نہ پوچھتی سیدھا گولی مارتی۔۔۔۔خضر کہتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔میں جارہا ہوں۔۔۔کہاں۔۔سکندر نے پوچھا تو ساحر بھی ساتھ کھڑا ہو گیا۔۔۔۔حلوہ کھانے چلو گئے۔۔۔وہ بولا تو سکندر نے ساحر کو اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔۔۔تم۔کہاں۔۔۔۔میں بھی حلوہ کھانے۔۔وہ معصوم سا منہ بنا کر بولا شاید اسے ترس آجائیں مگر وہ اپنی کمٹمنٹ کا پکا نکلا۔۔۔۔۔برتن دھو ہماری ڈیل ہوئی تھی۔چائے میں بناؤ گا اور تم

برتن دھوؤں گے۔۔۔چلو لگ جاؤ کام پر۔۔۔ وہ اس کے کندھے پر تھپکی دیتے صوفے سے جیکٹ اٹھاتے نکل پڑا۔۔۔تم نے گیزر آن کیا تھا۔۔۔ساحر نے آرام سے پوچھا جو اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر ہی پہنچا تھا۔۔نہیں ۔۔وہ چلتا چلا کر بولا۔۔کیوں۔۔۔وہ بھی چلا کر بولا ۔۔۔۔بل آتا ہے زیادہ۔۔۔۔وہ زور سے چلاتے بولا۔۔۔ اب تک وہ اس کے پیچھے سے غائب ہو گیا تھا اللہ کرے سردی سے بخار ہو جائیں تم لوگوں۔۔۔۔ظالم لوگ۔۔۔ساحر نے منہ بنائے خضر اور سکندر کو اپنے نیک کلمات سے نوازا

وہ غنودگی کی حالت میں لیٹا ہوا تھا کہ اسے اپنے آس پاس ڈھیر ساری آوازیں سنائی دے رہی تھی ۔۔اسے لگا شاید سب واپس آگئے ہیں ۔۔اس نے

آنکھیں کھولنے شروع کی تو انجانے سے چہرے اس کی آنکھوں کے سامنے آئیں ۔۔اس کی ماں کا خیال اس کے ذہن میں گردش کیا تو وہ وہ جھٹکے سے بیٹھ گیا ۔۔۔اس نے دیکھا یہ اس کا کمرہ نہیں ہے مختلف عمر کے بچے اس کے اوپر جھرمٹ بنائے کھڑے تھے ۔۔وہ ایک گدے پر لیٹا ہوا تھا جو زمین پر بچھا ہوا تھا ۔۔ایسے اور بھی گدے اس نیم تاریک کمرے میں بچھے ہوئے تھے۔۔وہ ایک چوکور ڈبے کی مانند کمرہ تھا۔۔۔۔میری ماما کہاں ہے ۔۔کیا وہ ٹھیک ہے ۔۔۔ہوش میں آتے ہی اس نے سب سے پہلے اپنی ماں کے بارے میں پوچھا۔۔۔اسے ہوش آگیا ہے ۔۔۔۔ان میں ایک بچے نے زور سے چلایا ۔۔۔اس نے دیکھا بچوں کا ہجوم بڑھ گیا سب اپنے اپنے کام چھوڑ کر آئیں گے۔۔۔

"کیا تم بھی ہماری بھی یتم ہوں"۔۔۔۔۔

"کیا تمہیں بھی کوئی چھوڑ گیا"۔۔۔۔

"کیا تمہارا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں"۔۔۔

"کیا تم سے بھی کوئی پیار نہیں کرتا تھا"۔۔۔۔

"کیا تم بھی ہماری طرح خاص ہوں"۔۔۔۔

اٹھتے ہی اس پر سوالوں کی بوچھاڑ ہوگئی ۔۔ہر بچہ نے اپنا اپنا سوال کیا۔۔وہ ان کے سوالوں کو نظر انداز کرتے فوراً بستر سے اٹھا۔۔۔اور دروازے کی طرف بھاگا ۔۔۔کھولو ۔۔۔کھولو ۔۔۔وہ دروازہ زور زور سے پیٹتے ہوئے چلایا۔۔۔مت چلاؤ ۔۔۔کوئی تمہاری پکار پر نہیں آئیں گا۔۔۔ان میں سے ایک بچہ جو نو دس سال کا تھا بولا ۔۔یہ کونسی جگہ ہے۔۔۔وہ بولا۔۔ہیل پیراڈائز میں خوش آمدید۔۔۔وہ سارے اک ساتھ بولے۔۔ہیل پیراڈائز۔۔وہ بولا اس کے لہجے میں کوئی احساسات اور جذبات نہیں تھے۔۔یہ لوگ ہم یتیموں اور گھر سے بھاگے بچوں کو پکڑ کر جنت کے خواب دیکھا کر اس جہنم میں لے آتے ہیں ۔۔وہی بچہ پھر بولا

وہ انھیں نظر انداز کرتے دوبارہ دروازہ پیٹتے لگا۔اس نے جیسے ہی پہلی بار دروازہ پیٹا کسی نے کھولا۔وہ پیچھے ہوتے نیچے گر گیا۔۔۔سامنے تین آدمی چہرے پر خوفناک اثرات لیے کھڑے تھے۔۔۔

بچے کو اٹھاو اور میرے پیچھے کر آؤں ۔۔۔اندر آتا شخص آڈر دیتے ہی نکل گیا۔۔۔انھوں نے ویسے ہی کیا ۔۔کمرے میں دوسرے بچے سہمے اور ڈرے ہوئے تھے انھوں نے ایک دوسرے کو پکڑے رکھا تھا وہ جانتے تھے وہ اسے کہاں لے کر جارہے ہیں اور کیا کرنے والے انھوں نے جیسے ہی اس بچے کو پکڑا وہ مذخمت کرنے لگا۔۔۔۔چھوڑو ۔۔۔چھوڑو مجھے ۔۔۔میں نے کہاں چھوڑو ۔۔۔اس نے اپنی دائیں جانب والے شخص کے بازو پر کاٹا۔۔۔اس نے غصے سے اس کی جانب دیکھا اور ایک تھپڑ اسے رسید کیا ۔۔۔اس بچے نے اس شخص کو اپنی دو رنگی آنکھوں سے غصے سے گھورا۔۔۔اس کی دونوں آنکھیں دو رنگوں پر مشتمل تھی۔۔ کالی اور گرے۔۔۔

وہ اسے کمرے میں کالر سے پکڑتے لے کر آئیں وہ ایک تجرباتی کمرہ تھا ۔۔انھوں نے اسے وہاں رکھی کرسی پر بیٹھایا جبکہ خود اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔دوسری جانب سے ان کا باس آیا ۔اسے آتا دیکھ کر وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور وہ اس کی کرسی پر بیٹھا ۔۔

میرا نام مجاہد فضل اللہ ہے ۔۔میں ایک جینیاتی سائنس دان ہوں۔۔میں دنیا کا سب سے قابل جنیاتی سائنسدان بننا چاہتا ہوں۔۔۔کچھ ایسا کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میرے گُھن گائے۔۔۔ میری خواہش نے مجھے جنونی بنا دیا۔۔۔۔۔ وہ مسکرایا پاگل پن کی بھرپور مسروریت سے ۔۔۔۔۔"اور تم میرے خواب کی تکمیل"۔۔وہ خوش دلی سے اس بچے کی طرف دیکھتے بولا۔۔تمہارے خوابوں کی تکمیل کبھی نہیں ہوگئ ، تم پچھتاو گے مجھے یہاں لے کر آنے پر ، کیونکہ میں تم سے زیادہ پاگل ہوں ۔۔۔وہ بغیر کوئی جذبہ لیے مجاہد کی آنکھوں میں جھانکھتا بولا۔۔اور اگر تم اپنے گُھن لفظ سے پیش ہٹا کر زیر لگا دوں تو گُھن سے گِھن بن

جائیں گا ۔۔۔اک زیر نے تمہیں تمہاری اوقات یاد دلا دی ۔۔۔افسوس ہوا ۔۔ وہ پہلے والے ہی بے رنگ لہجے میں بولا۔۔۔تم بلکل اپنے دادا کی طرح بولتے ہوں ۔۔وہ بھی ایسے اوقات یاد دلا دیتے ہیں ۔۔۔وہ تمسخرانہ ہنستا ہوا بولا بلکل ہمیں لوگوں کو ان کی اوقات میں رکھنا آتا ہے ۔۔۔اور تم جیسے کو صاف شیشہ دیکھا دیتے ہیں ۔۔۔عمر دیکھو اور باتیں سنو اس کی ۔۔مجاہد نے مسکراتے ہوئے اس کا گال کھینچتے کہا۔۔۔پھر اس کا منہ دوبوچ لیا

اور غصیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا میں تمہارا وہ حال کرو گا کہ تمہیں تمہاری اوقات نظر آ

جائیں گی۔۔۔۔خدا تمہیں تمہاری اور مجھ میری اوقات یاد دلا دے گا۔۔بس انتظار کرو۔۔۔اس بچے کی باتیں اس کی برداشت سے باہر ہوگئی ۔۔عاقب۔۔۔ اس نے اپنے سامنے کھڑے شخص کو پکارا۔۔۔لے جاؤں اسے میری نظروں کے سامنے سے۔۔۔

ماہین جا چکی تھی وہ کمرے میں اکیلا کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے آسمان کو تکے رہا تھا ۔۔آسمان پر شاہینوں کا گروہ آسمان پر بہت اونچائی تک پوری قوت سے گول دائرہ بنائے ہوا اڑ رہا تھا ۔۔۔عالیان آسمان پر گلائیڈ کرتی شاہینوں کو دیکھ کر مسکرایا۔۔۔۔وہ ایک شکاری کی مسکراہٹ تھی جو اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے تیار تھا۔۔۔۔۔۔

عالیان نے بھی اپنے کمزور بازو کو شاہین کے پروں کی پھیلایا اور آنکھیں بند کی۔۔۔کچھ دیر یوں ہی اس نے ہوا میں بازو لہرایں رکھے۔۔۔۔۔۔۔عالیان نے آنکھیں جھٹکے سے کھولی تو اس کی اور شاہین کی آنکھیں واضح ایک جیسی تھی۔۔۔۔

گہری سیاہ آنکھیں ۔۔۔۔۔

تیار تھی اپنے شکار پر حملہ کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔

وہ تیار تھا قہر بن کر برسنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔آسمان پر گدھوں کی راجدھانی کا وقت ختم ہوا۔۔۔۔۔

آسمان کا اصل بادشاہ پھر سے پرواز کرنے کو تیار تھا۔۔۔

وہ راج کرنے کے لیے تیار تھا۔۔۔۔۔۔

تعطل کا وقت ختم عمل کا وقت شروع ہوا۔۔۔شکاریوں کا کھیل شروع ہوا۔۔۔

NOVEL HUT

روح کیا ہے؟۔۔۔ نفس کیا ہے؟۔۔۔کئی لوگ اسے اک ہی چیز سمجھتے ہیں ۔۔۔ دونوں ہی ابنِ آدم کی بنیاد ہیں۔۔۔۔۔دونوں غیبی ہیں۔۔ غیب کیا؟؟ ۔۔۔۔نظر نہ آنے والی شے۔۔۔۔۔وہ خانقاہ کی مسجد میں عام سے کپڑوں میں ملبوس بیٹھا اپنے سامنے بیٹھے لوگوں سے مخاطب تھا۔۔خانقاہ کے لفظی معنیٰ ہیں تکیہ، عربی زبان میں زاویہ، یہ فارسی لفظ خان گاہ سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہوتے ہیں روحانی تربیت گاہ دل اور روح کے علاج کی جگہ. خانقاہ کے معنیٰ حضرت نصیر الدین چراغِ دلی کے ملفوظ خیر المجالس میں حضرت کا ارشاد ہے:

خانقاہ دو لفظوں کا مرکب ہے خان- قاہ-خان کے معنیٰ مکان اور قاہ بمعنیٰ عبادت اور دعا یعنی عبادت کا گھر لہٰذا وہاں عبادت کی جانی چاہیے یا کہ وہاں دعا میں قبولیت بھی تیزی کے ساتھ ہو۔۔۔۔وہاں درویشوں کے رہنے کی جگہ کے ہیں جہاں وہ دنیا سے کنارہ کش ہوکر عبادت کرتے ہیں، نیز جہاں ایک کامل شیخ جو ''ولی گر'' ہو ''ولی ساز'' ہو، سالکوں کے ظاہر و باطن پر باریک نظر رکھتا

ہو، ان کی اصلاح کے لئے موجود ہو ورنہ درگاہ مزار سے بھی روحانی فیض کسی حد تک لیا جا سکتا ہے لیکن روحانی سرپرستی کے لئے خانقاہ کے کامل پیر و مرشد کے بنا چارہ نہیں الغرض اس کے نانا خانقاہ کے مرشد آفندی تھے ۔۔۔اس کے نانا نے اسے آج خطبہ دینے کو کہا تھا۔۔خود وہ اپنے حجرے میں تھے فجر کی نماز کی امامت بھی اس نے کی تھی ۔ اور خود انھوں نے اپنے حجرے میں نماز ادا کی تھی۔۔وہ خانقاہ کا ہونے والا اگلا وارث اور پیر و مرشد تھا۔۔۔۔۔۔چونکہ خانقاہ ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں روح اور دل کی تربیت ہوتی ہے۔ وہ بھی اسی تربیت کے لیے خانقاہ آیا تھا۔۔یہ اس کا ایک امتحان تھا کہ آخر اس نے اتنے مہینوں سے کیا سیکھا ہے۔اس کی روح کی کتنی تربیت ہوئی ہے۔اس کا دل کتنا صاف ہوا ہے۔۔۔اس نے اپنے نفس پر کتنا قابو کیا ہے۔۔۔۔۔ منظر پر واپس آتے ہیں ۔۔۔"ایک آنکھوں دیکھی چیز پر یقین رکھنا ممکنات میں آتا ہے جبکہ غیبی شے پر یقین ناممکن سی بات ہوتی

ہے۔۔۔مگر ایمان والا وہی جو غیب پر ایمان لائے۔۔۔۔۔جو یہ جانے کہ اس دنیا کے علاوہ بھی اک الگ جہاں ہے۔۔وہ بھی وجود رکھتا ہے۔۔۔ہمارا آج کا موضوع نفس ہے۔۔۔یعنی روحانیت۔۔۔۔میں یہ بات صاف کردوں کہ روح اور نفس دو الگ چیزیں ہے۔۔۔اور یہ دونوں ہی آدم کی بنیاد ہیں۔۔۔"آدم کون"۔۔۔؟ ۔۔۔اس نے سوال پوچھا۔۔اس کا پہلا مقصد بات پر زور دینے کا تھا نہ کہ جواب لینے پر۔۔دوسرا وہ ان لوگوں کی توجہ کا معائنہ کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔یہ سامنے بیٹھے افراد جانتے تھے اس لیے خاموش رہے۔۔۔۔۔۔اور اس کی بات غور سے سن رہے تھے۔۔جو ہر ایک کو اپنی نگاہوں میں لیے بیٹھا ہوا تھا۔۔"انسان"۔۔۔انسان کی بنیاد روح اور نفس ہے۔۔۔روح وہ ہے جس کی وجہ سے انسان زندہ رہتا ہے اور نفس وہ ہے جو انسان کے اندر زندہ رہتا ہے۔۔۔اور نفس سے ہی انسان کی شخصیت بنتی ہے۔۔۔ان دونوں کے بغیر انسان کا سدّباب کچھ نہیں۔۔۔وہ

خاک ہے۔۔۔ انسان کے اندر تین طرح کے نفس ہوتے ہیں ۔۔۔اس نے ہوا میں اپنی تین انگلیاں کھڑی کی ۔۔اور بات جاری رکھتے جھکا لی۔۔۔ نفس مطمئنہ ، نفس لوامہ اور نفس امارہ ۔۔۔۔اس نے نفس کی تین قسمیں کو انگلیوں پر گنتے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"نفس مطمئنہ یعنی خالص نفس۔۔۔۔۔۔ہر برائی سے پاک نفس۔۔۔۔ نفس امارہ یعنی تاریک نفس ۔۔۔۔برائی میں ڈوبا ہوا نفس ۔۔۔ نفس لوامہ یعنی ملامت گر نفس۔۔۔کوئی بھی برا کام، یا گناہ کرنے کے بعد اس پر پشیمان ہونے والا نفس۔۔۔۔کہتے ہیں جب نفس لوامہ مر جاتا ہے تو انسان کی انسانیت بھی مر جاتی ہے اور وہ خود میں ایک شر بن جاتا ہے۔۔۔وہ ایک حیوان کا روپ لے لیتا ہے۔۔۔اور دنیا کو اس کے فتنہ سے اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا"۔۔۔۔وہ نرم لہجے میں بولتا ہر ایک سے مخاطب تھا۔۔

نفس لوامہ کے متعلق اللہ سبحان و تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً۔۔۔۔۔۔(الفجر27)۔۔۔۔

اس نے قرآنی آیات بلند آواز میں بولی اور ترجمہ کے الفاظ پر زور دیا۔۔۔۔:"اے اطمینان پانے والے نفس! اپنے پرودگار کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی"۔۔۔

اس نفس کو رکھنے والا شخص ہر کام اللہ ذوالجلال کی مرضی و منشاء کو جان کر کرتا ہے۔۔۔اپنے ہر کام میں وہ اللہ کی خوشنودی کو سرفہرست رکھتا ہے۔۔۔اور اللہ سبحان و تعالیٰ کو ہی ترجیح دیتا ہے۔۔۔اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بتائے گئے اصولوں اور قاعدوں پر اپنی زندگی گزراتا ہے۔۔۔کیونکہ وہ جانتا یہ ڈیڑھ دن کی زندگی جی کر نہیں گزارنی۔۔۔جو زندگی جینی ہے وہ یہ زندگی نہیں۔۔۔وہ زندگی اُس جہاں میں ہے جس کا اللہ سبحان و تعالیٰ نے وعدہ ہے۔۔۔اور بے شک اللہ سبحان و تعالیٰ سے بہتر زیادہ وعدہ کا

پاسدار کون۔۔۔۔وہ بولے جارہا تھا۔۔۔خانقاہ کی مسجد میں موت کی سی خاموشی تھی ۔۔۔ہر کوئی بہت غور و فکر سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔۔وہ ہر ایک کو دیکھتے بولتا جارہا تھا۔۔۔

نفس مطمئنہ کا نفس رکھنے والا تقوی کے بڑے درجے ہیں۔۔اللہ کی محبت ہم پر حاوی ہو جاتی ہے ۔۔تاریکی سے نکل کر روشنیوں میں بسیرا کرتے ہیں اب آتے ہیں نفس امارہ کی طرف ۔۔۔وہ ہر ایک کی طرف دیکھتے نرمی سے گویا۔۔جس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔۔۔۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ ۔۔۔ (الیوسف:53)

"اور بے شک امارہ برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے"

نفس کی اس حالت میں انسان پر شر حاوی ہوتا ہے اور جیسا کہ شیطان ہر برے کام کو اچھا ثابت کر کے انسان کو دھوکا دیتا ہے ۔۔۔اور یہ ایک کڑوا سچ ہے کہ شر کے کاموں میں بھی انسان کو مزہ آتا ہے پر وہ انسان جو غافل

ہے۔۔۔وہ ان کاموں میں مسروریت حاصل کرنا شروع ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ ہر قسم کا گناہ کر گزرتے جاتے ہیں اگر انسان ہر طرح کے برے کام کرتا جائے تو وہ تاریکی میں گر جاتا ہے اور ان برائی کی کالی گھاٹیوں میں گر جاتا ہے۔۔۔جب انسان گرتا ہے تو اسے پتا بھی نہیں چلتا اور وہ اللہ سے دور ہوجاتا ہے ۔۔۔ہر طرح کے جرائم میں ملوث ہوجاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی مضحکہ خیز اور فحش کیوں نہ ہو۔۔۔وہ بس مسروریت حاصل کرنا چاہتا ہے مگر وقتی ۔۔۔کیونکہ یہ دنیا فانی ہے ۔۔۔ایک انسان جتنے گناہ کرتا ہے اس کا ایمان اتنا ہی کمزور ہوتا جاتا ہے۔۔۔آخر جب اس کی پکڑ ہو گئی تو اس کا نفس لوامہ اس کے خلاف گواہی دے گا۔۔۔وہ کہے گا دنیا میں تو نے مجھے چھوڑا ۔۔۔جا آج میں تجھے چھوڑتا ہوں۔۔۔دنیا میں تو نے میری باتوں کو نظر انداز کیا اور نفس امارہ کو اپنایا ۔۔۔جا آج میں تجھے اسی کے حوالے کرتا ہوں۔۔۔نفس لوامہ جس کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے یوں بیان کیا۔۔۔

وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ۔۔۔(القیامہ:2)

ترجمہ:اور نفس کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرنے والا ہے۔۔۔

یہ وہ نفس ہے جو ہر گناہ کے بعد انسان کو اس کے گناہوں پر توبہ کرنے کا کہتا ہے۔۔ملامت، خود کو ملامت کرنے کا نفس۔۔۔

جب انسان نفس لوامہ کو خود پر حاوی کرتا ہے۔۔تو جب وہ کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے۔۔۔تو فوراً معافی مانگتا ہے۔۔۔پھر سے کسی طرح گناہ میں ملوث ہوتا ہے۔۔۔پھر توبہ کرتا ہے۔۔۔تو جب یہ سلسلہ لمبا چلتا ہے تو اس لمحے پر شیطان کو موقع ملتا ہے اسے اللہ سے نہ امید کرنے کا۔۔۔وہ اسے کہتا ہے کیا۔۔۔ فائدہ تمہاری توبہ کا۔۔۔ تمہیں کیا معلوم تمہاری توبہ قبول ہو رہی یا نہیں۔۔۔وہ اسے کہے گا۔۔۔۔دیکھو خدا نے تم سے نماز کی توفیق چھین لی۔۔۔وہ تم سے ناراض ہے۔۔۔وہ تمہاری توبہ قبول نہیں کرے گا

۔۔۔کچھ کمزور لوگ اس کی باتوں میں آجاتے ہیں اور نفس لوامہ سے نفس اماره کا سفر کرتے ہیں ۔۔۔لیکن کچھ لوگ اس کے بہکاوے میں نہیں آتے ۔۔۔وہ کیوں نہیں آتے۔۔ وہ زرا دیر کے لیے روکا اس کے سوال کا مقصد وہی تھا ہر کوئی چپ باندھے ہوئے دلچسپی سے سن رہا تھا۔۔۔اس نے مسکراتی آنکھوں سے ہر ایک کو دیکھا اور پھر بولا۔۔۔کیونکہ وہ نا امید نہیں ہوتے ہیں اپنے اللہ سے۔۔اپنے خالق سے ۔۔۔کیونکہ وہ جانتے ہیں ۔۔۔اللہ انھیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔۔۔وہ اللہ جس نے خود سورت الملک میں فرمایا۔۔۔کیا وہ بھی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا۔۔۔تو اس سے بڑھ کر جاننے اور سمجھنے والا کون۔۔۔۔اللہ کا بندہ اپنے خالق سے کبھی ناامید نہیں ہوتا ہے ۔۔۔غیر مسلموں کے مقابلے مسلمانوں کے اندر خودکشی کا ریشو کم ہے۔۔کیوں کم ہے اس نے سوال کیا۔۔مگر کوئی نہ بولا تو اس نے بات جاری رکھی۔۔کیونکہ ہم مسلمانوں کے پاس امید ہے دو طرح کی امید ۔۔۔جب

بھی ہم کوئی کام کرتے ہیں پہلے وہ کام خدا پر چھوڑتے ہیں پھر اپنی محنت کو ترجیح دیتے ہیں۔۔ ہر کام کرنے کے بعد سب سے پہلے وہ کام خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔۔۔کیوں؟؟۔۔۔کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ سے بہتر جاننے والا کون اگر اللہ نے بہتر جانا تو ہمارے حق میں یہ کام بہتر کرے گا۔۔۔اگر نہیں تو یقیناً اس کام میں ہمارے لیے بہتری نہیں ہو گئی۔۔۔نماز نہ پڑھنا ہر بار خدا کی ناراضگی نہیں ہوتی کہیں بار وہ اک آزمائش ہوتی ہے۔۔۔خدا جاننا چاہتا ہوتا ہے۔۔۔کیا یہ واقعی میرا بندہ ہے۔۔اگر میرا بندہ ہوا تو میری طرف ضرور آئیں گا۔۔۔کیا میرا بندہ مجھے منائے گا اگر میرا بندہ ہوا تو اپنے خالق کو ضرور راضی کرے گا۔۔۔۔یہ میری طرف ضرور آئیں گا۔۔۔یہ ایک محبت کی ادا ہوتی ہے کہ جب ایک محبوب ناراض ہوتا ہے تو عاشق اسے راضی کرنے کی ہر طرح کے طریقے آزماتا ہے۔۔۔۔کیا ہم ایسے لوگ نہیں۔۔۔وہ لوگ جو

شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنے نفس کو خود پر حاوی کر لیتے ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً۔۔فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ۔۔۔۔(الجاثیہ 23)

:کیا تم نے دیکھا نہیں اس شخص کو جس نے اپنے نفس کو اپنا خدا بنا لیا۔۔اور اللہ نے اسے علم سے گمراہ کردیا اور مہر لگا دی اس کے کا اور دل پر اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور کون اسے راہ دکھائے گا اللہ کے بعد؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ؟۔۔۔

اپنے نفس کو اپنا خدا نہ بنائے اپنے نفس کے بتوں کو نہ پوجا کرے ۔۔روز قیامت آپ کا یہی نفس آپ کو سب سے پہلے چھوڑے گا خدا کی بارہ گاہ میں

آپ ہو گئے ۔۔۔۔۔صرف آپ ۔۔۔۔۔۔۔خود اپنے وجود کے ساتھ۔۔۔۔۔۔، اور اپنے اعمال نامہ کے ساتھ ۔۔۔اکیلے۔۔۔۔۔۔ بلکل اکیلے ۔۔۔۔خدا کی بارہ گاہ ۔۔۔کیا اس وقت آپ خدا کا سامنا کر سکے گے۔۔۔۔وہ نرمی سے خوف بھرے لہجے میں بولا۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں آنسو ابھر آئیں۔۔۔اسے اپنا ماضی یاد آگیا۔۔۔مگر یہ آنسوؤں پچھتاوے کے آنسو نہیں تھے۔۔۔عقیدت کے تھے۔۔۔محبت کے تھے۔۔۔خدا نے اسے قبول کیا۔۔۔اور آج وہ ازمیر میں اپنے نانا کی خانقاہ کا درویش ہے۔جو اپنی تربیت کے لیے یہاں آیا ہے۔۔۔۔شاید اگلا وارث بھی۔۔۔یہاں ادن نہیں تھا۔۔۔اس کا خاندان نہیں تھا۔۔۔مگر خدا تھا۔۔۔اس کا خدا۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے حوالے سے کسی کو نہیں صرف خدا کو جوابدہ تھا۔۔۔۔۔اور جس سے خدا سے راضی ہوں۔۔۔لوگ بھی اس سے راضی ہو ہی جاتے ہیں۔۔۔وہ اپنی سوچوں سے نکلا تو بات جاری

رکھی۔۔۔۔۔ انسان کا دل چاہے گا زمین پھٹ جائیں۔۔آسمان اس پر گر جائیں۔۔کہیں سے اور کسی طرح سے وقت پیچھے مڑ جائیں۔۔اور وہ اپنا اعمال نامہ بہتر کر سکے۔۔اپنے آپ کو خدا کے سامنے اس شرمندگی سے بچا لے۔۔۔۔لیکن وہ وقت۔۔۔۔ فیصلہ کا ہوگا۔۔تو دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بہتر ہے خود کو نقصان سے بچائے۔۔۔واللہ انسان جب خود سے پیار کرتا ہے ناں تب وہ خود کو بچانے کے لیے ہر کام کرتا رہتا ہے تو اس لیے خود کو نقصان سے بچانے میں لگائے خود کو شرمندگی سے بچائے۔۔۔خود کو جہنم جیسی بھیانک جگہ سے بچائے۔۔۔۔۔۔دوسروں کو بھی نصیحت کرے اور خود بھی اس نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔۔۔شکریہ۔۔۔وہ اپنے خطبہ کا اختتام کرتے اٹھنے لگا تھا۔۔۔سامنے بیٹھے خصرات میں سے کسی نے اسے آواز دی۔

خضر آفندی صاحب ۔۔۔ایک بوڑھے شخص نے اسے پکارا تو اس نے اس بزرگ شخص کی طرف دیکھا۔۔۔

جی۔۔۔وہ نرمی سے بولا۔۔۔ہم آپ سے اک فیصلہ چاہتے ہیں ۔۔اس بزرگ شخص نے تکلیف سے کہا تو اس شخص کے پیچھے ایک شخص نے جو خانقاہ کا درویش تھا اسے روکنے کی کوشش کی۔۔ مگر وہ اٹھ کر خضر کے سامنے بیٹھ گیا۔۔۔ خضر نے اس شخص کو ہاتھ سے روکنے کا اشارہ کیا تو وہ درویش وہی بیٹھ گیا۔۔ خضر نے اس بزرگ شخص کی طرف دیکھا اور نرمی سے بولا ۔۔۔

جی چچا۔۔میں سن رہا ہوں ۔۔

خضر آفندی صاحب ۔۔میری بیٹی کو اس کے شوہر نے بہت مارا۔۔وہ معصوم ہے ۔۔۔مجھے انصاف چاہیے آپ انصاف کرے۔۔۔وہ کل رات سے ہسپتال ہے

وہ بزرگ شخص روتے ہوئے تکلیف سے بولا تو خضر نرمی سے گویا ہوا۔۔۔استغفراللہ۔۔چچا انصاف کرنے والا صرف اللہ ہے۔۔ہم تو صرف اس کے پیروکار ہیں ۔۔۔آپ آرام سے اپنی بات بتائیں ۔۔میں سن رہا ہوں ۔۔اس کا لہجہ ویسا ہی تھا۔۔ بزرگ چچا نے اپنی ساری بات بتائی۔۔۔۔ تو خضر نے مرسب کو پکارا جس نے اس شخص کو روکنے کی کوشش کی تھی وہ فوراً ادب و احترام سے حاضر ہوا ۔۔۔ان کی بیٹی کے شوہر کو ابھی بلا کر لاؤ یہاں۔۔۔ خضر نے تمہید باندھتے کہا۔۔۔لیکن فجر کا وقت ہے شاید ۔۔۔مرسب دھیرے سے بولا ہی تھا کہ خضر نے اس کو روکا۔۔۔وقت نہیں ہے ۔۔۔مرسب۔۔۔وقت ہی نہیں ہے۔۔۔کسی کی بیٹی ہسپتال میں زخمی ہے ۔۔۔تو وہ لوگ سکون سے سو نہیں سکتے۔۔۔سورج نکلنے سے پہلے لے کر آؤں انھیں ۔۔۔وہ لفظوں پر زور دیتے مرسب کی آنکھوں میں دیکھتے گویا

NOVEL HUT

ہوا۔۔تو وہ بھاگا ۔۔۔کچھ ہی دیر بعد اس شخص کا اہل خانہ درگاہ میں موجود تھا۔۔۔

خیریت ہے آفندی صاحب ۔۔۔اتنی صبح بلوالیا آپ نے۔۔۔وہ احترام سے بولا اس کا نام جواد نقوی تھا۔۔اس نے اپنے سسر کو خضر کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔۔۔۔آپ صبح نماز کے لیے نہیں آئے تو سوچا پوچھ لیں ۔۔۔خیریت ہے۔۔۔۔خضر کا لہجہ ویسا ہی تھا۔۔۔

الحمدللہ آفندی صاحب سب ٹھیک ہے ۔۔۔وہ بھی نرمی سے بولا ۔۔۔لیکن میں نے تو سنا ہے ۔۔۔آپ کی زوجہ رات سے ہسپتال میں ہے ۔۔۔خضر بولا تو اس نے غصے سے اپنے سسر کی طرف دیکھا۔۔۔

خضر آفندی ۔۔۔یہ مسئلہ میرے گھر کا ۔۔۔میرا ذاتی ازدواجی مسئلہ ۔۔۔آپ شامل نہ ہو تو بہتر ہوگا ۔۔۔وہ لفظوں پر زور دیتے بولا۔۔۔آپ کا مسئلہ ہوتا اگر آپ اسے چاد دیواری میں حل کرتے لیکن آپ نے ہی اسے چاد

دیواری سے باہر آشکار کیا۔۔۔اب یہ مسئلہ آپ کا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔خضر نے تھاپر زور دیا

اب یہ مسئلہ میرا ہے۔۔۔خضر نے اس بزرگ شخص کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔۔میرا مسئلہ۔۔۔۔تم کو کس نے اجازت دی ۔۔۔اپنی بیوی کو مارنے کی ۔۔۔۔خضر کے لہجے میں نرمی تھی ۔۔۔مگر اندر سے وہ تپا ہوا تھا ۔۔۔اجازت ۔۔۔مجھے میرے خدا نے اجازت دی ہے ۔۔۔اس نے سراپا اعتماد لیے کہا وہ خود ایک خافظ قرآن تھا۔۔تو اس کے ساتھ کھڑے افراد جو مسجد میں پیچھے رہ گئے تھے بولے۔۔۔ہاں بلکل ۔۔۔قران میں بھی لکھا ہے۔۔۔جی ہاں بلکل اللہ ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے ۔۔۔۔مسجد میں کھڑے افراد اک دوسرے کو بولنے لگے۔۔۔۔خضر نے ہوا میں ہاتھ کھڑا کیا تو سب خاموش ہو گئے ۔۔۔اس نے گہرا سانس لیا اور بولنا شروع کیا۔۔۔۔بلکل قرآن میں لکھا ہے ۔۔۔لیکن۔۔سراپا قرآن۔۔۔۔تفسیر

قرآن۔۔۔مثل قرآن کون ہے۔۔۔۔ہمارا پیر کامل کون ۔۔۔اسوہ حسنہ کون اس نے لفظوں کو گن گن کر زور دیتے پوچھا تو سب سر جھکائے کھڑے تھے ۔۔۔بے شک ختم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔۔کیا کوئی روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا عمل کیا ہو۔۔۔یا اسے صحابہ کو کرنے کی تلقین کی ہوں۔۔۔اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو مارنے سے منع فرمایا ہے بلکہ اس شخص پر تعجب کیا ہے کہ جو ایک وقت میں بیوی کو مارتا ہے اور پھر دوسرے وقت میں اسے اپنے پاس بلاتا ہے۔۔۔۔توبہ استغراللہ ہرگز نہیں ۔۔۔۔قرآن کی بات کرتے ہوں قرآن یہ بھی کہتا ہے اپنی عورتوں سے نرمی برتو۔۔۔۔عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو۔۔۔۔غزوہ احد میں جب منافق لوگوں نے قرآن کا سہارا لے کر غنیمت اکھٹی کرنی چاہیے تو شکست ان کو نصیحت ہوئی ۔۔۔حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا ۔۔۔مگر

وہ غنیمت کے بھوکے تھے۔۔۔کیا ہوا ان کی بھوک سے۔۔۔ہمارے جان سے پیارے آقا دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے تھے ۔۔۔مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی۔۔۔اور خود وہ نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کے مورد ٹھہرائے ۔۔۔۔۔حضر نے ہر ایک کو نظروں کا مرکز بناتے کہا۔۔۔

قرآن کا فیصلہ ہمیشہ اپنے وقت اور حالات کو مدنظر رکھ کر سنجیدگی سے کرنے کے لیے ہے۔۔۔اپنے مطلب اور خودغرضی کے لیے۔۔۔ سمجھے غافل ۔۔اور کبھی۔۔۔ کبھی بھی قرآن کو اپنے ذاتی مفاد پرستی میں مت لانا۔۔۔۔۔خضر نے جواد کو سرد آنکھوں سے گھورا۔۔۔ پھر فیصلہ ہوا ۔۔۔جواد نے سب کے سامنے اپنے سسر سے معافی مانگی اور اپنی بیوی سے بھی معافی مانگنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ اسے خوش رکھے گا

NOVEL HUT

مجاہد فضل اللہ ۔۔۔نام رکھنا۔۔۔بولتے ہی اس نے فون رکھا۔۔اور سامنے دیکھا ۔۔جہاں حماد رائیس کھڑا ناخن چبا رہا تھا ۔۔۔جیسے ہی مجاہد نے اسے دیکھا حماد نے اس کی طرف ناخن چبانے دیکھا ۔۔۔تم نے اسے میرے بارے میں تو نہیں بتایا۔۔حماد فکر مندی سے بولا۔۔

نہیں۔۔۔۔کہتے وہ کرسی پر بیٹھ گیا ۔۔۔حماد پریشان حالت میں چکر لگا رہا تھا ۔۔۔

بیٹھ جاؤ یار۔۔۔فکر نہ کرو۔۔۔۔جب تک قیصر رائیس کا پوتا ہمارے پاس ہے وہ ہماری ہر بات مانے گے۔۔حتی۔۔۔اس نے سوچتے کہا تو حماد نے اسے دیکھا اور پھر مسکرایا ۔۔۔ویسے تم بھی عجیب شخص ہوں مجاہد نے کہا تو حماد بھی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا ۔۔۔عجیب نہیں ۔۔میں ایک

دلچسپ آدمی ہوں۔۔۔چراغ لے کر بھی ڈھونڈوں گے تو مجھ جیسا کوئی نہیں ملے گا۔۔۔حماد نے اترا کر کہا

چراغ کی اس زمانے میں کس کو ضرورت ہے ۔۔فلش لائٹ یوز کرو گا۔۔۔اس نے ہنس کر کہا تو حماد بھی ہنس پڑا۔۔اک دم مجاہد سنجیدہ سا ہوا۔۔اور دیکھو مجھے کیا ہیرا ملا ہے جو کہ نور جیسا منور ہے۔۔مجاہد کی مسکراہٹ سمٹی۔۔۔مجھے حماد رائیس کا بیٹا خضر رائیس ملا ہے۔۔۔مجاہد کے کہتے ہی حماد جو مسکرا رہا تھا اس کی کی مسکراہٹ سمٹی اور اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔

کون ۔۔کون حماد نے حیرت سے بوکھلا کر پوچھا۔۔۔

او۔۔۔حماد اب یوں نہ کرو ۔۔۔مجاہد نے کہا تو حماد نے اس کا گریبان پکڑ لیا ۔۔۔میرا بیٹا ۔۔تمہارے پاس کیا کر رہا ہے ۔۔۔وہ دھاڑ کر چلایا ۔۔۔

پورا ایچ ڈی بلب استعمال کر کے ڈھونڈا ہے۔۔۔مجاہد دانت نکال کر مسکرایا۔۔۔کیا بکواس کرر ہے ہوں حماد نے اس کے کالر کو دبوچتے غصے سے کہا

کیا ۔۔۔۔۔ خضر کے پاس ایک خاص جینز نہیں ہے مجاہد نے سوال کیا تو حماد کے ہونٹ پھڑ پھڑائے۔۔۔

کیا خضر کو ایلکستھیمیا نہیں ہے مجاہد نے مسکرا کر پھر سوال کیا تو حماد کو اپنے ہواس قابو سے باہر جاتے محسوس ہوا۔۔۔اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے ابھی تک مجاہد کا گریبان پکڑا ہوا تھا اس نے زور سے اسے اپنا سر دے مارا۔۔۔وہ پھدک کر پیچھے ہوا ۔۔۔ابھی مجاہد ہوش سنبھالتا کہ حماد نے مکا اس کے منہ پر دے مارا وہ لڑکھڑا نیچے گر گیا ۔۔حماد اس پر چڑھ گیا ۔۔۔میرے بیٹے سے اپنی نظریں دور رکھو پاگل انسان ۔۔۔اک ہی جملہ زور بولتے اس نے مجاہد پر مکوں کی بارش کردی ۔۔۔عاقب کمرے سے چیخنے چلانے

کی آواز سن کر اندر آیا تو ۔۔حماد مجاہد پر چڑھے اس کو مکے مار رہا تھا جبکہ مجاہد نیچے گرا پڑا تھا ۔۔عاقب نے اپنے آدمیوں کو آواز دی ۔۔۔اور پھر انھوں نے حماد کو مجاہد سے دور کیا۔۔۔حماد کو بڑی مشکل سے انھوں نے قابو کیا ہوا تھا ۔۔۔مجاہد خون سے لت پت چہرہ لیے دانت نکالتا اٹھا اور زوردار مکا حماد کو دے مارا ۔۔جیسے ہی اس نے حماد کو مارا اسے اپنے ہاتھ میں درد محسوس ہوا۔۔۔۔آہہہہ۔۔۔کیسے کر لیتوں ہوں یہ ڈُشم ڈُشم اس نے حماد کے بال کھینچتے مضحکہ خیز لہجے میں کہا تو حماد نے اسے غصے سے گھورا۔۔۔

تمہیں کیا لگا تھا حماد۔۔۔تم کسی اور کے بچہ کو اپنے نام سے دوں گئے اور میں راضی ہو جاؤ گا اس پر۔۔۔اس نے غصے سے لال آنکھوں سے حماد کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔تمہیں لگا مجھے معلوم نہیں پڑے گا۔۔۔۔۔میں ایک جنیاتی سائنسدان ہوں حماد۔۔۔مجھے تمہارا نام کا بچہ نہیں ۔۔وہ بچہ چاہیے جس کے اندر وہ خزانہ چھپا ہے جو میری کامیابی کی چابی ہے اور وہ صرف تمہارے

بیٹے کے پاس ہے حماد۔۔۔مجاہد نے کہا۔۔۔۔۔خدا کے لیے مجاہد چھوڑ دوں میرے بیٹے کو۔۔۔تم جتنے لوگ۔۔۔جتنے بچے کہوں گے میں دوں گا۔۔۔چاہیے اس کے لیے مجھے پوری دنیا کے بچوں کو تمہارے قدموں میں کیونکر نہ گرانا پڑے۔۔۔۔۔وہ منت کرتے اس سے بولا۔۔۔لوگوں کے بچوں پر ظلم کروں گئے اور سوچتے ہوں تمہارا اپنا بچہ بھی محفوظ رہے گا۔۔۔۔۔وہ غرا کر بولا

اصل میں مجھے لگتا ہے تمہاری جگہ تمہارے بچے کو سزا ملی ہے۔۔۔تمہارے گناہوں کی سزا وہ بھگتے گا

تمہیں جو چاہے میں دوں گا مجاہد۔۔۔میرے بیٹے کو چھوڑ دوں۔۔۔اس نے منت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے کہا تو مجاہد زوردار قہقہہ لگا کر ہنسا چار دیواروں اس کا قہقہہ گونجا ۔۔۔۔مجھے کیا چاہیے۔۔۔۔مجھے خضر حماد رائیس چاہیے۔۔۔ دوں گے ۔۔۔۔۔۔ دوں گے ۔۔وہ تمسخرانہ ہنس کر

بولا۔۔۔مجاہد خدا کے لیے ۔۔۔وہ بولا تو مجاہد نے عاقب کی طرف اسے لے جانے کا اشارہ کیا ۔۔۔ اس کی اچھی طرح خاطر مدارت کر کے اسے گھر چھوڑ آنا۔۔۔اب میں اتنا ظالم نہیں کہ دوست کو مار ہی دوں تو سوچا دوست کے بیٹے کو پکڑ لیتے ہیں وہ کرسی پر رعب سے بیٹھتے بولا۔۔۔

مُجھے نہیں جانا آج سکول۔۔وہ سات سال کی بچی جو اپنی ماں کے آگئے کھڑی ہوئی ان سے پونی کروا رہی تھی ۔۔منہ بناتے بولی ۔۔۔اس کی ماں اس کو ان سنی کیے بس اس کے بالوں کو سمیٹ رہی تھی۔۔

سالگرہ والے دن کون سکول جاتا ہے وہ تپی ہوئی اپنی ماں سے بولی

آئیزل حیسن شاہ اس کی ماں پونی باندھتی بولی

بابا ۔۔۔اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔۔۔

رہنے دوں۔۔مریم اگر وہ نہیں جانا چاہتی ۔۔۔اس کے باپ نے اپنی بیٹی کی سائیڈ لیتے کہا تو وہ جو پونی باندھ رہی تھی ۔۔آنکھیں نکالتی اپنے شوہر کو دیکھا تو وہ وہی ہونٹ ہلاتا رہ گیا۔۔۔

آئیزل ۔۔۔اس کے باپ نے اسے پیار سے پکارا جو اپنی آنکھیں مسل رہی تھی ۔۔۔جس سے صرف نام کے آنسو نکل رہے تھے۔۔

جب آپ سکول سے آئی گئی۔۔تو آپ کے لیے آپ کی ماما نے اک سرپرائز پلان کیا۔۔۔وہ نہیں چاہتی آپ کو پتا چلے۔۔اس لیے۔۔ حیسن صاحب نے آئیزل کو اپنی گود میں بیٹھایا۔۔۔وہ چاہتی ہے آپ سکول جائے۔۔۔تاکہ وہ اچھی طرح پلاننگ کر سکے۔۔۔وہ جو اپنی بیٹی کے بال سہلاتےپیار سے کہہ رہا ۔۔۔اپنی بیوی کی طرف جو اپنے شوہر کے جھوٹ کو دلچسپی سے سن رہی تھی ۔۔۔آئیزل کو سرپرائز سے کوئی لینا دینا نہیں تھا ۔۔اس نے کھینچ کر اپنی پونی

اتاری ۔۔اور اپنی ماں کی طرف پھینکی ۔۔۔اس کی ماں نے غصے سے وہ پونی اٹھائی اور ان دونوں باپ بیٹی کے آگے کھڑی ہوگی ۔۔۔میں بتا رہی ہوں حسین صاحب اگر یہ سکول پونی لگا کر نہ گئی تو نہ اس کے سر پر بال بچے گئے ۔۔۔نہ آپ کے سر ۔۔۔گنجے بن کر پھر برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنا ۔۔۔ اس کی ماں نے غصے سے کہا تو جہاں حسین صاحب کو اپنا اگلا خشک ہوتا محسوس ہوا وہی آئیزل نے اپنے باپ کی طرف پھر آنسو سے بھری آنکھوں سے دیکھا۔۔جس کی ٹینکی ہمشہ فل رہتی تھی۔ اور وہ موقع پاتے ان کا استعمال کرتی تھی۔۔۔ اس کی ماں کہتی چلی گئی ۔۔۔

وہی حسین صاحب کو سمجھ نہیں آئی ۔۔۔ مسئلہ پونی کا ہے یا سکول۔۔۔

بیٹا مجھے لگتا ہے آپ کو پونی کر لینی چاہیے ۔۔آپ کے بابا کا اس عمر میں گنجا ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔۔۔۔اس کے باپ نے مسکرا کر کہا

بابا آپ کیسے پراسیکیوٹر ہے ۔۔۔اپنی بیوی سے ہار جاتے ہیں ۔۔اس نے رگڑ کر اپنا منہ صاف کرتے کہا جو غیبی آنسو سے بھیگا ہوا تھا۔۔

بیٹا میں ۔۔۔اپنی بیوی سے نہیں ۔۔۔آپ کی امی جان سے ڈرتا ہوں۔۔۔اک ماں کی دھمکی سے ڈرنا چاہیے ۔۔۔حسین صاحب نے ڈرنے کی اداکاری کرتے کہا ۔۔۔

مجھے آپ کی بیوی بلکل بھی پسند نہیں ۔۔۔اس نے منہ بناتے کہا۔۔۔

مجھے بھی نہیں پسند بیٹا۔۔۔انھوں نے آئیزل کے ساتھ ہائی فائی کرتے کہا۔۔۔لیکن مجھے میری بیوی پسند ہے ۔۔۔وہ مسکرا کر بولے۔۔۔

اس سے پہلے آپ کی ماما ہم دونوں کو گنجا کردے۔مجھے لگتا ہے آپ کو سکول چلے جانا چاہیے میں خود آپ کو آج سکول چھوڑ کر آؤ گا۔۔۔۔۔۔انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔۔

بابا ہم لیٹ ہو گئے ہیں۔۔دل کب کی چلی گئی ہے۔۔۔اس نے آخری کوشش کی شاید کوئی بات بن جائیں۔۔۔۔

کوئی لیٹ ویٹ نہیں ہوئے۔۔۔تم اپنی آنکھیں بند کرو ۔۔۔میں جادو سے تمہیں سکول چھوڑ آؤ گا ۔۔۔کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔۔۔۔انھوں نے جادوگر اداکاری کرتے کہا۔۔۔

سچی ۔۔۔۔۔۔وہ چہک کر بولی۔۔۔۔

ہاں بلکل ۔۔۔۔آج میری بیٹی کی سالگرہ ہے ۔۔۔ سپیشل ٹریٹمنٹ تو بنتا ہے ۔۔۔۔چلو آنکھیں بند کرو ۔۔۔کھولنا مت صحیح ۔۔۔حسین صاحب نے اسے اٹھا لیا اور باہر کے دروازے کی طرف رخ کیا۔۔۔

وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے ۔۔۔وہ سوچ رہا تھا شاید ماہین بھی اس سے وہی سوال کرے کیوں کیا ایسا ۔۔۔اس رات کیا ہوا تھا ۔۔۔ماہ جبین کو کیوں مارا ۔۔۔جبکہ ماہین کا خیال تھا۔۔۔

اسے وقت دینا چاہیے ۔۔۔آخر وہ اتنے لمبے عرصے بعد ہوش میں آیا ہے ۔۔۔آخر پھر اس نے ہی اپنے درمیان خاموشی کو توڑا ۔۔۔عالیان۔۔۔ ماہین نے پکارا ۔۔۔تو عالیان کو لگا ۔۔۔اس پر پھر سے سوالوں کی بوچھاڑ ہونے لگی ہے ۔وہ اندر سے گھبرایا ہوا تھا ۔۔مگر باہر سے وہ پراعتماد دیکھائی دے رہا تھا ۔۔۔کیسے ہوں تم۔۔۔ماہین بولی تو عالیان نے جواب نہ دیا ۔۔۔وہ کیا جواب دیتا ۔۔ان اندھیروں میں وہ خود کو کتنا اکیلا محسوس کرتا تھا۔۔۔اس کا یہاں کب اور کتنا دم گھٹتا تھا۔۔۔اس کو جب بجلی کے جھٹکے دئیے جاتے تو وہ کیسا درد محسوس کرتا ہے۔۔۔اسے ماہین کا سوال پسند نہ آیا تو وہ نہ بولا۔۔۔جب وہ نہ بولا تو ماہین نے اگلا سوال کیا۔۔۔

کیا تم چاہتے ہوں عالیان میں تمہاری مدد کرو۔۔۔وہ بولی تو پھر نہ بولا۔۔اک دم ماہین کو بھی احساس ہوا اس نے غلط سوال پوچھ لیا ہے۔۔وہ کرسی پر بیٹھی تھوڑا جھک کر آگئے ہوئی عالیان نے اس کی طرف اپنی مرجھائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔جو نظریں جھکائے فرش کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔۔عالیان میں تم سے یہ نہیں کہو گئی کہ ہر شے بھول جاؤ۔۔۔کیونکہ کچھ لمحوں کا، کچھ یادوں کا ، کچھ باتوں کا ہم سے زندگی بھر تک کا ساتھ ہوتا ہے۔۔۔ان سے میں کچھ خاص ہوتے ہیں اور کچھ دردناک۔۔۔آپ اپنے خاص لمحوں میں دوبارہ جی نہیں سکتے۔۔۔۔اور اپنے دردناک لمحوں کو موڑ نہیں سکتے۔۔۔۔کیونکہ یہ آپ کے اختیار میں نہیں۔۔۔کچھ چیزیں آپ کے اختیار میں نہیں ہوتی تو ان پر راضی ہو جانا بہتر ہوتا ہے۔۔اپنی قسمت پر راضی ہو۔۔۔وہ بولتی جا رہی تھی اور وہ اسے سنتا جا رہا تھا۔۔۔انسان کو خود سے بہتر صرف اس کے بنانے والا جانتا ہے۔۔کیونکہ وہ غیب کا علم رکھتا ہے

۔۔۔وہ جب کوئی فیصلہ کرتا ہے۔۔تو راضی ہونا مومن کا فرض ہے۔۔۔عالیان۔۔۔تم بولے ۔۔۔مجھے خوشی ہوئی۔۔میں بہت بڑے بڑے بول۔بول کر آئی تھی یہاں۔۔۔خدا نے میرے ان لفظوں کا لاج رکھ لی اور تم نے پاس رکھ لیا۔عالیان بس ماہین کو دیکھے جارہا تھا۔۔میں پہلے خدا کی اور پھر تمہاری شکر گزار ہوں ۔۔تم بولے۔۔۔ سچ میں خوشی ہوئی ۔۔۔وہ آرام سے بولی

مجھے شکریہ تو تمہارا کرنا چاہیے۔۔۔وہ بولا تو ماہین نے اس کی طرف دیکھا ۔۔۔

تم آئی ۔۔۔میرے لیے۔۔۔صرف میرے لیے۔۔۔اس نے صرف پر زور دے کر کہا۔۔۔

کیا اس سے فرق پڑتا ہے وہ اسی طرح نظریں جھکائے بولی

ہر شے ۔۔۔۔ہر شے کا فرق پڑا ۔۔۔ماہین حماد رائیس ۔۔۔۔وہ نرمی سے بولا تو ماہین نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔۔

میں چاہتا ہوں تم مجھے سمجھو ۔۔۔مجھے سمجھو ۔۔۔آخر میں کیسا محسوس کرتا ہوں۔۔۔وہ دھیمی آواز میں پلکیں جھپکائیں بولا

میں یقین کرنا چاہتی ہوں ۔۔۔مجھے یقین ہے تمہاری ہر بات پر۔۔۔۔ وہ بولی۔۔۔ایک سائیکریسٹ کے لیے سب سے مشکل کام اپنے موکل کو اعتماد میں لینا ہوتا ہے اگر اس نے اسے اعتماد میں لے لیا تو بازی جیت جیتا ۔۔۔

تمہیں مجھ پر یقین ہے۔۔۔وہ بولا تو ماہین نے اس کے لہجے سے محسوس کیا یہ کوئی سوال نہیں تھا شاید اس کا خدشہ تھا۔۔۔ماہین نے سر ہلایا ۔۔۔ہاں مجھے یقین ہے ۔۔۔مجھے تم پر پورا یقین ہے عالیان ہے۔۔۔وہ پھر بولی

ماہین جب تم اگلی بار آو تو میری ڈائری لے کر آنا۔۔

اس نے کہا تو ماہین نے اس کی طرف دیکھا اسے سمجھ نہ آئی کیسی ڈائری ۔۔۔

تم میرے گھر جانا اور ایک کالی رنگ کی ڈائری ہو گئی۔۔۔۔تم وہ ڈائری لے کر آنا ۔۔۔تم۔۔لے کر آوں گئی نہ۔۔۔اس نے پھر اپنا خدشہ دور کرنے کے لیے پوچھا۔۔۔

ہاں بلکل ۔۔۔میں لے کر آو گی۔۔۔اس نے بھی اس کی تسلی کے لیے کہہ دیا۔۔۔اسے غازیان ہاؤس بلکل پسند نہیں آیا تھا۔۔لیکن اب عالیان کے لیے اسے پھر جانا پڑے گا۔۔اس نے سوچوں کو جھٹکا دیا اور بولی

تو ہم کیا بات کرے ۔۔۔یعنی تم کس بارے میں بات کرنا چاہتے ہوں۔۔۔ماہین نے پوچھا۔۔۔میں نہیں جانتا۔۔۔میں صرف بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔وہ بھی بولا۔۔۔پھر انھوں نے بات کی۔۔عالیان نے اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر ماہین کے گھر والوں کے بارے میں زیادہ بات کی۔۔۔اس نے اس کے کرئیر ۔۔۔اس کی فیلڈ کے متعلق سوال کیے۔۔۔۔اس کے بھائی خضر اور باقی سب کے بارے میں معلومات حاصل کی۔۔۔ماہین کو لگا

شاید وہ اپنے گھر والوں کو پسند نہیں کرتا اس لیے ان کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا ۔۔۔جبکہ وہ اپنے مطلب کی ہر بات اس سے نکلوا رہا تھا۔۔اسے اپنے دشمنوں اور دوستوں سب کی خبر رکھنی تھی۔۔۔

ساحر یہ کب تک چلے گا۔۔۔ساحر اس وقت اپنے ڈیپارٹمنٹ میں اپنے ہیڈ کے آفس میں ان کے سامنے والی نشست پر بیٹھا ہوا چِل موڈ میں تھا جبکہ اس کا ہیڈ تنے ہوئے احساسات کے ساتھ ہیڈ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

کیا مطلب میں۔۔۔ سمجھا۔۔۔نہیں وہ ہڑبڑا کر بولا۔۔اس کو سب پتا تھا وہ کس بارے میں بات کرے ہیں مگر وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا ۔۔۔

ساحر کتنا عرصہ ہو گیا ہے تمہیں یہ جاب کرتے ہوئے۔۔۔۔ انھوں نے نرمی سے پوچھا مگر انکے لہجہ میں سختی واضح تھی

پانچ سال۔۔۔اس نے کندھے اچکا کر بولا۔۔۔پانچ سال میں تم کتنی بار معطل ہو چکے ہوں۔۔۔انھوں نے اپنے پہلے والے لہجے میں سوال پوچھا۔۔۔جبکہ ساحر مطمئن تھا اسے کوئی فکر نہیں تھی۔۔۔اس نے نرمی سے جنھجھلا کر کہا

اللہ اللہ۔۔۔سر یہ سوال کہاں سے آگیا

یہ سوال آیا نہیں ہے۔۔۔تم نے پیدا کیا ہے انھوں نے ساحر کی انگلی سے اشارہ کیا۔۔۔

توبہ استغفار۔۔۔۔پیدا کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔۔۔۔ہم تو صرف وسیلہ بنتے ہیں۔۔۔اس نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا

ساحر الیاس ابراہیم میرا صبر مت آزماؤ ۔۔۔وہ چلا کر بولے تو وہ سہم کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا جو ٹانگ پر ٹانگ چھڑا کر بیٹھا ہوٗا تھا۔۔۔

بتاؤ کتنی بار معطل ہوئے ہوں۔۔۔۔انھوں نے پوچھا تو اس نے انگلیوں پر گننا شروع کیا۔۔۔

پانچ سال میں۔۔۔۔پانچ سال میں۔وہ سوچ رہا تھا ۔۔۔شاید دس بارہ بار۔۔۔اس نے پرسکون ہوتے کہا جیسے کوئی بڑی بات نہ تھی ۔۔۔

تم خود بتاؤ مجھے۔۔۔۔ پانچ سال میں بارہ۔۔ بار کون سا نمونہ اپنی نوکری سے معطل ہوتا ہے۔۔۔

ساحر ابراہیم ۔۔۔وہ دانت نکالتے ہنستے ہوئے بولا۔۔۔جیسے بڑا کارنامہ انجام دیا۔۔۔۔وہ اپنے پھڈوں کی وجہ سے پچھلے پانچ سالوں سے بارہ بار معطل ہو چکا تھا۔۔آئیں دن اس کی کسی بڑے آفسر یا کاروباری شخص سے لڑائی ہو جاتی

وہ ان کے کیسز کو کھینچ کھینچ کر باہر لاتا تھا۔۔اور وہ اسے معطل کروا دیتے تھے۔۔

میں نے یہ تمہیں آخری وارننگ دی تھی۔کہتے وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تو اسے لگا معملہ واقعی ہی سنجیدہ ہے۔۔۔میں نے کہا تھا ساحر اگر اس بار تم نے کوئی الٹا سیدھا کام کیا۔۔کسی کے کام میں اپنی ٹانگ انگڑائی۔۔۔کسی سے پنگا یا پھڈا ڈالا تو میں ساتھ نہیں دوں گا ۔۔۔تم اپنے نوکری سے پوری طرح جاؤ گے ۔۔۔کہا تھا کہ نہیں ۔۔۔وہ ساحر کے بلکل سامنے آکر بیٹھ گئے۔۔۔لیکن میں نے اس بار کیا کیا۔۔۔۔وہ معصوم سا چہرہ بنا کر بولا

میں نے تم سے کہا ناں اس ریپ کیس سے دور رہو۔۔۔۔۔وہ لفظوں پر زور دیتے بولے۔۔۔

اللہ اللہ ۔۔۔۔اس کیس کا آپ کے امیر ساتھیوں سے کیا تعلق ۔۔۔یہ تو ایک معمولی سے مکان مالک کا کیس تھا۔۔۔وہ بھی ہڑبڑاتا ہاتھ جھاڑتے بولا۔۔۔۔

آج تک تم نے کون سے کیس کو معمولی سمجھا ہے ۔۔۔۔ ہر کیس میں ۔۔۔ہر کیس کو تم نے ٹی وی پر نشر کروایا اور اسے وی آئی پی بنایا۔۔۔انھوں نے کہتے اس کے سامنے فائل رکھی۔۔۔یہ کیا ہے اک نظر اس کو دیکھتے ساحر نے کہا۔۔۔

تمہارا ٹرمینیشن ۔۔۔۔انھوں نے دو لفظوں پر بات ختم کی

وائی ۔۔۔وائی۔۔۔۔اب آپ ایسا کرے گے ۔۔۔۔اس نے معصوم بچے کی طرح اس کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔

دفع ہو جاؤ ساحر ۔۔ جب تک واپس نہ بلاؤ ۔۔۔شکل نہ دیکھنا مجھے اپنی۔۔۔۔ان کی بات سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔ٹھیک ہے آپ کی جو

مرضی اس نے وہ فائل اٹھا لی۔۔۔لیکن میں اپنے چچا کو ملنے آتا رہوں گا ۔۔۔آخر آپ ہماری واحد فیملی ہے۔۔۔ساحر نے آگئے جھک کر ان کے سر پر پیار کیا۔تو انھوں نے اسے پرا دھکیلا۔۔۔پرے دفع ہوں۔۔۔۔نظر نہ آنا۔۔دفع ہوں۔۔۔وہ ہنستا مسکراتا کمرے سے نکل گیا

کال کوٹھری میں خضر گم سم سا بیٹھا اپنے سامنے بچوں کو کھیلتا دیکھ رہا تھا۔۔اک بچہ اس کے پاس آیا۔۔۔تو اس نے گھور کر اسے دیکھا۔۔اسے اس بچہ کا اپنے پاس آنا ناگوار گزرا۔۔جبکہ وہ مسکراتا اس کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔ اسے پرواہ نہ تھی۔۔۔وہ اسے گھورے یا مارے وہ تو بیٹھے گا۔۔۔جگہ کون سا اس کے نام لگی ہے۔۔

تمہارا نام کیا ہے۔۔۔وہ اپنے معصومانہ لہجے میں بولا۔۔۔اس نے جواب نہ دیا۔۔۔

کہاں سے آئے ہوں۔۔۔وہ بچہ پھر بولا۔۔۔اس نے ہھر جواب نہ دیا

اوو۔۔تمہارے تو لڑکیوں سے بھی زیادہ نکھرے ہیں۔۔۔اس نے ہونٹوں کو گول کرتے اسے زچ کرتے کہا

میں لڑکی نہیں ہوں۔۔۔۔خضر نے تیوری چڑھا کر اسے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔اچھی بات ہے۔۔۔میں بھی نہیں ہوں۔۔۔وہ دانت نکالتا بولا۔۔۔خضر کو باقی سب کی نسبت وہ الگ لگا تھا۔۔۔تو انھوں نے تم سے کہا۔۔۔تم میں کیا خاص ہے۔۔۔اس نے سوال کیا تو خضر نے ڈراؤنا سامنہ کر بنا کر کہا۔۔۔

میں ایک مونسٹر ہوں۔۔۔مجھے تنگ نہ کرو۔۔۔میں تمہیں مار دوں گا۔۔۔خضر کی کوشش اسے ڈرانے کی تھی ۔۔۔مگر وہ اس کے یوں مضحکہ خیز ڈرانے پر وہ

ہنسنے لگا۔۔۔وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔۔۔اس کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔اس نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ لیا تھا مگر ہنسنے سے نہ روکا۔۔۔ اس کمرے میں ہر کوئی ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔

کیا ہوا ہے ساحر۔۔۔اک بچہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔۔۔وہ اس سے کم عمر تھا۔۔۔۔اس کو یوں ہنستا دیکھ کر باقی سب بھی ہنسنے لگے۔۔۔مگر خضر کو سمجھ نہیں آرہی تھی یہ کیوں ہنس رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

دوستوں اس سے ملوں یہ مونسٹر ہے۔۔۔اتنا یونیک مونسٹر دیکھا ہے کبھی ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کی نقل اتارتے ہنستے ہوئے بولا

ساحر بس کرو۔۔۔اک لڑکے نے اسے غصے سے کہا تو وہ وہی خاموش ہو گیا ۔۔۔عمر میں وہ وہاں سب سے بڑا تھا۔۔۔لگ بھگ تیرہ چودہ سال تھا۔۔۔جبکہ خضر دس سال کا اور ساحر بھی دس سال کا تھا۔۔۔۔۔"بھائی"۔۔۔وہ معصوم سا منہ بنا کر بولا۔۔۔

اسے اکیلا چھوڑ دوں۔۔۔ سمجھے اس لڑکے نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔۔۔

دن گزر گیا رات چڑھ آئی ۔۔۔۔سارے بچہ اپنے اپنے بستر پر لیٹے سو رہے تھے ۔۔۔ ساحر نے ذرا سا اٹھ کر نظر دوڑائی ۔۔۔سب سو چکے تھے ۔۔۔اس نے اپنی چادر اٹھائی اور خود سے پانچ بستر دور خضر کے پاس چل پڑا۔۔۔اور اس کے ساتھ لیٹ گیا ۔۔تو اس نے اس کی طرف ہڑبڑا کر اٹھتے دیکھا۔۔۔

یہاں کیا کر رہے ہوں ۔۔اپنے بستر پر سوؤں جا کر۔۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے ۔۔۔وہ معصوم سا منہ بنا کر بولا۔۔۔"تم چاہتے کیا ہوں مجھ سے" ۔۔۔اس نے ساحر کو کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔۔۔دو دونوں دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے ۔۔کیونکہ سب سو رہے تھے ۔۔۔"مجھے اپنے ساتھ سونے دوں ۔۔۔میں اپنی چادر میں ہی رہوں گا ۔۔۔پلیززززز "۔۔۔۔وہ پھر دنیا جہاں کی معصومیت منہ پر لیے بولا۔۔۔وہ اسے گھورتا اپنی چادر خود پر لیتے

دوسری طرف رخ کر کے لیٹ گیا۔۔۔جبکہ ساحر اپنی چادر میں اس کے ساتھ چپک کر لیٹ گیا۔۔۔

کڑکتی دھوپ میں آنا سکول کے اندر کی جانب داخلی دروازے پر پڑے بینچ پر بیٹھی اپنے باپ کا انتظار کررہی تھی ۔۔۔اس نے وین والے کو یہ کہہ کر بھیج دیا تھا کہ وہ آج اپنے بابا کے ساتھ جائے گے ۔۔۔۔

ادریس دادا میرے بابا آگئے ہے کیا؟۔۔۔۔۔وہ اپنے سامنے چوکیدار سے پوچھ رہی تھی جو لگ بھگ اس کے دادا کی ہی عمر کے تھے ۔۔۔

نہیں بچے ۔۔۔ابھی تک نہیں آئیں۔۔۔آپ کو گرمی لگ رہی ہے تو اندر چلی جائے۔۔۔وہ نرمی سے بولے تو وہ اٹھ کر ان کے چھوٹے سے گارڈ روم میں چلی گئی ۔۔جس کے اوپر گارڈ روم لکھا ہوا تھا۔۔۔۔اس کمرے میں مشکل

سے دو کرسیاں لگتی تھی ۔۔۔ایک وہ لے کر باہر بیٹھے ہوئے تھے دوسری کمرے میں ہی تھی۔وہ جا کر اس پر بیٹھ گئی۔۔۔اس کی ادریس دادا سے اچھی دوستی تھی وہ گھر سے لایا لنچ ان کو دے دیتی تھی ۔۔۔بدلہ میں ان سے پیسے لیتی تھی ۔۔۔اور کینٹین سے اپنی پسند کی چیزیں کھاتی تھی۔۔۔یم یم۔۔۔۔۔یمی۔۔۔۔ابھی وہ بیٹھی تھی کہ دروازے کے سامنے اک کالی رنگ کی گاڑی رکی۔۔۔گاڑی سے جو دو افراد اترے تھے انھوں نے منہ پر ماسک چڑھائے ہوئے تھے ۔۔۔جب وہ ان کی جانب بڑھے تو اس نے کمرے میں بنی چھوٹی سی کھڑکی سے دیکھا کہ ۔۔۔ادریس دادا اپنی بندوق اٹھائے ان کی جانب بڑھ رہے تھے۔۔۔اس نے دیکھا کہ پہلے پل وہ دونوں دادا سے کچھ پوچھ رہے تھے شاید کوئی فوٹو وغیرہ ان کو دیکھائی تو دادا نے اس کی طرف دیکھا۔۔۔ان دونوں نے بھی دادا کی نظروں کا تعاقب کرتے آنا کی جانب دیکھا ۔۔۔تو وہ جونہی آگئے بڑھے ادریس دادا نے انھیں روکنے کی

کوشش کی۔۔۔ان میں سے ایک شخص نے وہی ان سے بندوق کھینچ کر ان کے سر پر دو تین ضربیں لگائی تو وہ وہی گر گئے۔۔۔۔آنا نے خوف اور حیرت سے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔۔۔وہ اپنی جگہ پر گم سم ہو کر بیٹھی رہی۔۔۔سات سالہ بچی کی حالت کیا ہی ہوگی۔۔جس کے سامنے انھوں نے اک انسان کی جان لی تھی۔۔۔۔۔اس نے ان آدمیوں کو اپنی جانب بڑھتے پایا۔۔۔۔وہ اس کو بیگ سے پکڑ کر باہر لے گئے۔۔اب ان میں سے ایک شخص گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔۔

تم وجدان ذوالفقار کی بھانجی ہوں۔۔۔۔اس نے پوچھا۔۔

اپنے ماموں کا نام ان کے منہ سے سن کر وہ چونک گئی۔۔ان برے لوگوں سے اس کے ماموں کا کیا تعلق ۔۔۔وہ برے تھے۔۔اس کے ماموں کو الفا تھے خفاظت کرنے والے۔۔۔حالانکہ انھوں نے ایک بزرگ شخص کو بندوق کی ضربیں لگا کر مار ڈالا تھا۔۔۔۔اس نے دور زمین پر پڑے ادریس دادا کو

دیکھتے سوچا۔۔۔ اس نے اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑائے ۔۔وہ شاک میں چلی جانے والی نہیں تھی ۔۔۔وہ شاک دینے والی ۔۔۔اور یہ بات سامنے گم کھڑے آدمیوں کو تھوڑی دیر بعد پتا چلنے لگی تھی ۔۔۔۔اس کے ذہن میں اس کے ماموں کی گئی نصیحت گردش کی۔۔۔جب تم کسی مشکل میں پھنس جاؤ تو اپنے اردگرد اشیا کو اپنے ڈیفینس کے لیے استعمال کرنا۔۔۔کیونکہ جب انسان مشکل میں پھنستا ہے تو خود کو بچانے کے لیے اپنی طاقت سے زیادہ زور لگاتا ہے ۔۔۔اس کے جسم میں گردش تیز ہوگئی ۔۔۔اس نے جھٹکے سے اپنا بیگ سامنے والے کی طرف زور سے پھینکا ۔۔۔وہ لڑکھڑا نیچے گر گیا ۔۔۔جبکہ دوسرے کو اس نے ادریس دادا کی سٹیک سر پر دے ماری۔۔اور بھاگ اٹھی۔۔۔۔وہ اس کے اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے۔۔۔۔انہیں امید نہیں تھی اس سات سالہ بچی سے۔۔انھیں دن میں تارے دیکھا کر بھاگ جائے گی۔۔۔۔زمین سے اٹھتے اس نے بندوق نکالی تو جس کے سر پر چھڑی

لگی تھی اس نے اسے روک دیا۔۔۔اصغر ہمیں وہ زندہ چاہیے۔۔۔اس نے تمہید کی تو اس نے بندوق اندر کرلی۔۔۔

اب ہم کیا کرے گے ضمار۔۔۔اصغر نے ضمار کو دیکھتے کہا جو آنا کی طرف دیکھ رہا تھا جو اندھا دندھ بھاگتی جا رہی تھی

اس نے پتا دیا وہ وجدان ذوالفقار کی بھانجی ۔۔۔ضمار نے کہتے ہی اس کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔۔۔وہ بھی اس کے پیچھے لپکے۔۔۔۔وہ انھیں تنگ گلیوں میں لے آئی ۔۔۔وہ اس جگہ کی تھی۔۔۔۔ان گلیوں کو اچھے سے جانتی تھی ۔۔۔۔اپنے باپ کے ساتھ اس نے کئی بار ان کا دورہ کیا تھا۔۔۔۔۔وہ انًا فانًا بھاگ رہی تھی وہ بھی احتیاط برتتے بڑھی دوپہر میں اس کا پیچھا کررہے تھے ۔۔۔وہ اس سے چند قدم دور تھے۔۔۔اچانک ایک گاڑی زوردار بریک لگا کر رکی۔۔۔اسی پل عنائیہ اچھلتی ہوئی سر کے بل زمین پر گر گئی۔۔۔جس کی گاڑی تھی وہ حیرت اور مضطرب ہوئے نکلا۔۔۔اردگرد لوگ اکھٹا

ہو گئے۔۔۔آنا کے سر سے خون رسنے لگا ۔۔۔اصغر اور ضمار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔اور قدم پیچھے ہٹا لیے۔

وہ اسٹریچر پر لیٹا ایک چمڑے کے بیلٹ سے بندھا ہوا تھا اس کے سامنے مجاہد کھڑا تھا ۔۔۔جس کے ساتھ عاقب اور اک دو لوگ کھڑے تھے خلیے سے وہ ڈاکٹر لگ رہے تھے۔۔۔پہلے کم کرنٹ سے شروع کرے گے ۔۔۔پھر آہستہ آہستہ اس کی مقدار بڑھا دے گئے ۔۔۔مجاہد کے ساتھ کھڑا ڈاکٹر بولا۔۔۔وہ اس پر شاک دینے والی مشین کے ذریعے تجربہ کرنے لگے تھے ۔۔آج پہلا تجربہ اس کے ایلکستھمیا تھا۔۔۔سائیکوپیتھک جین کا تجربہ بعد میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

نہیں۔۔۔۔۔ ۔مجاہد بولا تو ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔سب سے زیادہ مقدار سے شروع کرو۔۔۔مجاہد نے خضر کو دیکھتے کہا

کیا کہہ رہے ہوں مجاہد ۔۔۔وہ بچہ ہے۔۔۔وہ ڈاکٹر ہڑبڑا کر بولا۔۔اس کی بات مجاہد کو بیکار لگی۔۔۔مجاہد نے سامنے پڑی چھری اس کی گردن پر رکھ دی۔۔۔وہ وہی لرز گیا۔۔۔یہ میری جگہ ہے۔۔۔یہاں کے فیصلے میں کرتا ہوں ۔۔۔مجاہد فضل اللہ ۔۔۔۔ سمجھے۔۔۔۔تم اس کے پیسے لے رہے ہوں۔۔۔زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ۔۔۔ہاتھ چلاؤ ۔۔۔۔اس نے وہی سر ہلایا اور مشین چلائی ۔۔۔۔ڈاکٹر نے بٹن دبایا۔۔۔۔خضر کے اندر کرنٹ سرکنے لگے۔۔۔۔اس کے سارے جسم کا درجہ حرارت بڑھ گیا ۔۔۔۔وہ وہی اسٹریچر پر بے ہوش ہو گیا ۔۔۔۔

کیا ہوا ۔۔۔اسے ۔۔۔مجاہد فکرمندی سے بولا۔۔۔اس کو فکر خضر کے حوالے سے نہیں، اپنے تجربے کے حوالے سے تھی۔۔۔

دروازے پر بیل بج رہی تھی ۔۔۔۔براق دیکھو کون ہے ۔۔میں کیچن میں ہوں۔۔۔زرتاشہ کیچن سے چلا کر بولی ۔۔۔۔براق نے اٹھ کر ٹی وی بند کیا۔۔۔اور دروازے کی جانب بڑھا ۔۔۔۔جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا ایک نا آشنا سا چہرہ لیے ایک شخص کھڑا تھا ۔۔۔اس کے چہرے پر احساسات کڑے بھپرے ہوئے تھے ۔۔۔مگر وہ ایک آنکھ سے زخمی تھا۔۔اس کی پٹی تازہ تھی۔۔۔

کس سے ملنا آپ کو۔۔۔۔۔براق نے پوچھا تو وہ شخص پھیکا سا مسکرایا ۔۔۔۔تمہارے سامنے کھڑا شخص اس گھر کا عزرائیل ہے۔۔۔کہتے ہی اس نے چاقو نکالا اور اس کی پسلیوں میں دھنسا دیا ۔۔۔براق کو سمجھ نہ آئی

۔۔۔اسے اپنی اندر درد سا ابھرتا محسوس ہوا ۔۔۔اس نے پہلے اپنے جسم سے نکلتے سرخ مائع کو دیکھا پھر ۔۔۔سامنے کھڑے شخص کو جو اسے دھکا دیتے اندر داخل ہو گیا۔۔۔اس کے پیچھے آدمیوں نے براق کو گھسیٹ کر اندر کیا اور دروازہ بند کیا۔۔۔۔

زرتاشہ ہاتھ چادر سے صاف کرتی آئی تو سامنے صوفے پر سکندر ٹانگ پر ٹانگ چھڑا کر بیٹھا ہوا تھا ۔۔۔اس نے پہلے حیرت سے سکندر کو پھر چونک کر اس کے ساتھ اپنے شوہر کو زخمی حالت میں دیکھا جو درد سے تڑپ رہا تھا جس کے سر پر دو افراد بندوق لے کر کھڑے تھے۔۔۔اس کے لب ہلے وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔۔۔اللہ تمہیں برباد کرے یہ کیا کر دیا تم نے ۔۔۔وہ اپنے شوہر کی طرف بھاگی تھی کہ

سکندر صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے بیچ کھڑا ہو گیا ۔۔۔

تم لوگوں کی انھی بد دعاؤں کی وجہ سے آج میں یہاں آیا ہوں ۔۔۔اس نے تپ کر زرتاشہ کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔۔کسی کی بددعا ہی مجھے تم تک لائی ہے۔۔۔وہ تلخی سے مسکراتے اس سے گویا ہوا

کیوں کیا تم نے ایسا ۔۔۔کیا بگاڑا ہے ہم نے تمہارا ۔۔۔وہ روتی ہوئی بولی۔۔۔۔جان لی ہے ۔۔۔تمہارے بھائی نے جان لی ہے ۔۔۔وہ بولا۔۔۔۔زری نے تعجب بھری نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔۔اس نے مجھ سے میری قیمتی شے چھینی ہے۔۔۔۔اور میں اس کی انمول چیزیں چھین لوں گا۔۔۔۔۔اور سب سے قیمتی شے میں۔۔۔وہ وقفہ لینے کے لیے روکا۔۔۔تو زری نے نفی میں سر ہلایا جیسے منت کر رہی ہوں۔۔۔۔ خاندان آتا ہے۔وہ اس کی حالت پر مسکراتا بولا ۔جس میں تم ہوں اس کی آپا زرتاشہ۔۔۔۔۔۔ ماں۔۔۔یہ شتر مرغ اس نے براق کی طرف اشارہ کیا ۔۔۔جس کی حالت بری ہوگئی تھی

اس کی بھانجی ۔۔۔۔نہیں ۔۔۔۔نہیں سکندر تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔۔۔سکندر کے منہ سے اپنے بیٹی کا ذکر سنتے وہ تڑپ کر بولی۔۔۔وجدان نے جو کچھ کیا ہے ۔۔۔ہمیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ۔۔۔۔وہ کیوں مارے گا تمہاری بیوی کو۔۔۔۔وہ تو تمہارا خاص دوست تھا۔۔۔وہ ایسا کیوں کرے گا۔۔۔۔دماغ سے سوچو ۔۔۔خدا کے لیے ہمیں چھوڑ دوں۔۔۔وہ پھر تڑپ کر روتی ہوئی بولی۔۔۔وہ سکندر کی بیماری سے واقف تھی اگر اس نے ان کے خاندان کو مارنے کا سوچ لیا ہے تو مار کر ہی جائے گا۔۔۔۔میری بیوی مری ہے ۔۔۔میری بیوی ۔۔۔۔میری زندگی۔۔۔میں تم سب کو مارے بغیر نہیں جاؤ گا۔۔۔۔ سکندر چلا اٹھا اس نے زری کو بالوں سے پکڑا اور دیوار کے ساتھ دے مارا۔۔۔ وہ دیوار کے ساتھ لگے شیشہ سے جا لگی۔۔۔شیشہ فرش پر کرچی کرچی ہو گیا۔۔۔اس کے سر سے خون بہنے لگا۔۔۔جو اس کے چہرے پر واضح تھا۔۔وجی یہاں نہیں ہے

۔۔۔وہ۔۔براق چلا کر بولا ۔۔۔مگر درد کی وجہ سے اس کی آواز دب گئی۔۔۔وہ دوسرے شہر گیا۔۔۔کہاں گیا اس نے نہیں بتایا۔۔۔۔زری کو چھوڑ دوں۔۔۔۔وہ درد سے کراہتا بامشکل بولا۔۔۔میں نے تم سے پوچھا۔۔۔۔سکندر نے اس کی طرف رخ کرتے تپ کر کہا۔۔۔۔۔شترمرغ جب تم سے بولا نہیں جا رہا تو رہنے دو ۔۔۔کیوں تھک رہے ہوں۔۔۔۔سکندر اس کے سامنے بیٹھا اپنی بندوق کی نوک اس کے منہ کے اندر ڈالتے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔۔۔میں تمہاری بیوی سے بات کررہا تھا ۔۔۔تم سے زیادہ ہمت میں اس میں۔۔۔سچ میں زری تم اس سے بہتر ریزرو کرتی تھی۔سکندر نے زری کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔۔وہ بات کر کے اٹھا ہی تھا کہ انھیں دروازے کے کھلنے کی آواز آئی۔۔۔وہ سب چوکنا ہو کر کھڑے ہو گئے ۔۔۔ایک نے زری کے سر پر بندوق رکھ لی ۔۔۔تو دوسرے نے براق نے۔۔۔سکندر خود دیوار کے پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا ۔۔۔وہ اس کی قریب آتی

آہٹ کو محسوس کر سکتے تھے ۔۔۔جیسے ہی وہ ان تک پہنچی وہ اپنے گھر والوں کو یوں اسلحہ کی گرفتوں میں دیکھ کر صدمہ میں چلی گئی۔۔۔۔

سرپرائز۔۔۔۔۔اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر کہا۔۔۔۔۔اور سب کو بندوق نیچے کرنے کا اشارہ کیا۔۔

اف۔۔۔خالہ میں نے آپ کو بہت یاد کیا۔۔۔اس نے ان کا ہاتھ احتراماً چومنا چاہا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔۔۔یہ۔۔براق۔۔۔۔زری۔۔یہ سب کیا ہے ۔۔۔انھوں نے اردگرد کا جائزہ لیتے اس نے صدمے کی کیفیت میں پوچھا۔۔

میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ۔۔۔خالہ۔۔۔مرنے کے بعد سکون سے اپنی بیٹی سے پوچھ لینا۔۔۔سرد آنکھوں سے کہتے اس نے اپنی جیب سے چاقو نکال کر اپنی سامنے خالہ کے دل میں گھونپ دیا۔۔۔آہستہ آہستہ اس کو گھما رہا تھا سامنے والے کی درد کی کیفیت کا اندازہ لگاتا وہ مسکرایا۔۔۔وہ شیطان کو خود پر

NOVEL HUT

حاوی کیسے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ مسکرا رہا تھا ۔۔اس نے اپنے نفس لوامہ کو مار دیا تھا اب وہ نفس امارہ کے ساتھ تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا ۔۔۔اپنی ماں کو یوں تڑپتے دیکھ کر زری اپنے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر خوف اور درد سے زور دار چلائی۔۔۔۔۔آہہہہہ۔۔۔۔۔اللہ تمہیں تباہ کرے سکندر یہ کیا کردیا تم نے ۔۔۔وہ زوروقطار رونے لگی ۔۔سکندر کو اب بد دعاؤں سے فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ اب اس کے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں ہے۔۔۔مجھے فرق نہ پڑے گا۔۔وہ چاقو مروڑتے طیش بھری آنکھوں سے سرد لہجے میں بولا۔۔۔براق خاموش ہکا بکا ہوا بیٹھا سارا منظر دیکھ رہا تھا ۔۔اس کے اوپر کھڑا شخص اس کو ہلنے تک کی اجازت نہیں دے رہا تھا ۔۔۔زری کو لگا یہ سب اک فریب ہے ۔۔۔سب جھوٹ ہے خواب ہے سکندر یہاں موجود نہیں ہے ،اس کی ماں زندہ ہے۔۔۔وہ نہیں مر سکتی ۔۔۔جبکہ اس کی ماں اس کے سامنے فرش پر مردہ حالت میں گری ہوئی تھی۔۔۔

زری ۔۔۔زرتاشہ سکندر کی آواز سن کر وہ ہوش کی دنیا میں آئی۔۔۔افسوس کرو ۔۔۔اپنی قسمت پر ۔۔۔وجدان جیسے بھائی پر۔۔۔۔اس شترمرغ جیسے انسان سے شادی کر کے۔۔۔زری نے اپنی سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔جن سے آنسو بے اختیار بہے جا رہے تھے۔۔۔

تم درندے ہوں۔۔۔وحشی پاگل انسان ۔۔**** زری نے اسے گالیاں نکالی ۔۔۔ایسا کون کرتا ہے۔۔تم تو انھیں اپنی ماں مانتے تھے۔۔۔اپنی ماں کے ساتھ ایسا کون کرتا ہے۔اللہ تمہیں برباد کرے ۔۔۔وہ ہاتھوں کو سر میں دیے ۔۔۔چیخ چیخ کو بولی۔۔۔اس کی چیخیوں سے گھر کی درودیوار گونج گئی۔۔۔

NOVEL HUT

اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا کہنا۔۔۔میں نے اپنی سگھی ماں کو اپنے ہاتھوں سے مارا تھا۔۔یہ تو پھر منہ بولی تھی۔۔۔وہ دھیرے سے بولا۔۔۔

اللہ کا قہر ناظر ہوں تم پر۔۔۔۔

تمہیں کبھی سکون نہیں ملے گا سکندر۔۔۔تم ایسا کیسے کر سکتے ہوں۔۔۔وہ پھر چلا کر بولی

کیا کر رہی ہوں۔۔۔زری پورا محلہ میرے ہاتھوں ختم کروانا چاہتی ہوں۔۔۔۔پھر نہ کہنا۔۔۔سکندر تم ظالم ہوں۔۔۔

میری بیوی سے دور رہو۔۔۔جو کہنا ہے مجھ سے کہو۔۔۔براق بلند آواز میں بولا۔۔۔سکندر نے تپے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔۔۔شترمرغ کی شکل والے تمہیں نظر نہیں آرہا۔۔۔کتنی مشکل صورت حال میں ہے وہ اور تمہیں اپنی مردانگی دیکھانے کی پڑی ہے۔۔۔زری کو وہ وہی چھوڑ کر براق کی جانب بڑھا اور ہاتھ میں پکڑے چاقو سے اس نے براق کی پہلی والی جگہ پر دو تین دفع چاقو کی ضربیں لگائی۔۔۔وہ وہی ڈھے گیا۔۔۔براق کو ختم کرنے کے بعد وہ اس کے سر کھڑے شخص سے مخاطب ہوا۔۔۔اتنا سا کام تھا اکبر کیا کر رہے

تھے کب سے۔۔۔سکندر نے اٹھتے اکبر کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔تو وہ خاموش رہا اور نظریں جھکا لیں۔۔۔حالت دیکھو میری باجی کی ۔۔۔اس نے برف کی مانند جمی ہوئی زری کی طرف اشارہ کیا جو گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی ۔۔۔اس کا چہرہ ٹھنڈا اور جسم منجمد ہوا پڑا تھا ۔۔۔اس نے اپنے دو عزیزوں کو اپنے سامنے بے رحمی سے مرتے دیکھا تھا۔۔۔اس کے آنسو خشک ہو گئے ۔۔۔

زرتاشہ اتنی پریشانی کی ضرورت نہیں ۔۔۔بہت جلد تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ گئی۔۔۔۔پھر تمہاری بیٹی۔۔۔تمہارا بیٹا۔۔۔

وہ اس کی نہیں سن رہی تھی اس کی نظروں کے دائرے میں اس کی ماں اور شوہر تھے۔۔۔جو دم باندھے ہوئے زمین پر مردہ حالت میں تھے ۔۔

یعنی تمہارے بیٹے کو جلدی نہیں پہنچا سکتے ۔۔۔وہ سوچتے ہوئے بولا۔۔۔۔وہ طاقتور لوگوں کے پاس ہے ۔۔۔۔لیکن سکندر کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں

۔۔۔سکندر نے کہیں ایسی طاقتوں کو اپنے پیروں تلے روندا ہے ۔۔۔زری نے اک تھکی ہوئی نظر سے اسے دیکھا ۔۔۔چلو میں تمہیں اک راز بتاتا ہوں ۔۔۔وہ راز یہ ہے کہ تمہارا بھائی جلتا ہے مجھ سے ۔۔۔میری کامیابیوں سے ۔۔۔میری خوشیوں سے۔۔۔اس لیے ۔۔۔اس لیے ۔۔سکندر کا لہجہ طیش سے بھر گیا۔۔۔اس نے ۔۔۔اُس *** نے مار دیا میری بیوی کو ۔۔۔میری زندگی سے خوشی نامی شے نکال دی۔۔۔۔جو مری ہے ۔۔وہ صرف میری بیوی نہیں تھی۔میری خوشیاں اس کے ساتھ تھی۔۔۔۔میں نے تو سب چھوڑ کر اس کے ساتھ اک خوشگوار زندگی کا وعدہ بھی کیا تھا۔۔وہ آرام سے بولا اپنی بیوی کا ذکر کرتے وقت اس کے لہجے میں محبت اور نرمی تھی۔۔۔۔سکندر حجازی نے زندگی میں صرف اک شے دل و جان سے چاہی تھی۔۔۔۔وہ تھی نساء سکندر حجازی۔۔۔۔یعنی میری بیوی ۔۔۔میرے اندر کچھ نہیں بچا زرتاشہ ۔۔۔میں مر رہا ہوں۔۔۔ایک لاش بنا ۔۔۔اپنی بیوی

کے قاتل کو سزا دینے نکلا ہوں۔۔دیکھو میری حالت۔۔۔ لفظوں پر زور دیتے غصہ سے بھری آنکھوں سے کہے جارہا تھا وہ اس کے قریب بیٹھا کسی سر پھرے عاشق کی طرح لگ رہا تھا ۔۔۔زری نے اک تلخ نگاہ سے اسے دیکھا۔۔۔

غلط ۔۔۔تم ایک پاگل انسان ہوں۔۔۔۔تم ایک جانور ہوں ۔۔۔تم کسی سے محبت کیا خاک کرو گے ۔۔۔وہ غراتی کر بولی ۔۔۔۔ محبت تو جانور بھی کرتے ہیں ۔۔۔وہ دھیمی آواز میں بولا ۔۔۔تم شروع سے ایک پاگل انسان تھے ۔۔۔تم نے اپنے ماں باپ کو جان سے مار ڈالا تھا۔۔۔سب سے پہلے میں نے تمہیں اپنایا تھا۔۔۔اپنا بھائی بنایا ۔۔۔وجی اور تم میں کبھی فرق نہیں کیا۔۔۔تم نے مجھے تباہ کردیا۔۔۔۔مجھے فخر ہے وجی پر وہ میرا بھائی ہے ۔۔۔وہ کبھی کوئی غلط کام نہیں کرسکتا ۔۔۔وہ تم نہیں ہوں ۔۔۔وہ وجی ہے۔۔۔وجدان ذولفقار ۔۔۔وہ دھیمی آواز میں اسے سنا رہی تھی اس کی چیخ

و پکار سے اس کا گلا درد کر رہا تھا ۔۔۔۔۔سکندر ۔۔اس نے اسے پکارا تو اس نے اپنا کان آگئے کیا۔۔ بولو زرتاشہ میڈم پھر کوئی بددعا دینا چاہتی۔۔۔۔۔ مجھے معلوم ہوگیا ہے اب تم پر بددعاؤں کا اثر نہیں ہوگا اور کوئی بہن مرتے وقت اپنے بھائی کو بددعا نہیں دیتی۔۔۔۔۔۔۔میری دعا ہے کہ تمہیں اپنے گناہوں کا احساس ہو جائیں اور اس زرہ زمین پر تمہیں منہ چھپانے کی جگہ نہ ملے۔۔۔۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔۔۔۔تم پل پل مروں اپنے گناہوں کا کفارہ کرنا چاہو مگر تمہارا وقت ختم ہو جائے ۔۔۔۔وہ کہہ کر خاموش ہو گئی

اچھی دعا ہے ۔۔۔آمین۔۔۔۔وہ کہتا اٹھ کھڑا ہوا ۔۔۔اکبر میری بہن کو کم اذیت والی موت دینا۔۔۔اب اپنی بہن کی اتنی اچھی دعا پر اتنا تو کر سکتا ہوں ۔۔۔اکبر ایک رسی ہاتھ میں پکڑے زری کی جانب بڑھا اور اس کے گلے کے اردگرد باندھ کر دبانا شروع کی۔۔۔وہ نہیں روکا وہ چلنے لگا تو زری کی آواز پھر اس کے کانوں میں گونجی ۔۔۔۔سکندر تمہیں لگتا ہے تم سب سے پاگل

ہوں۔۔۔مگر شاید خدا نے تم سے بھی پاگل شخص کو تمہارے خاتمے کے لیے چن رکھا ہوں تو انتظار کرنا ۔۔۔اک بھیانک موت تمہاری بھی منظر ہے۔۔۔اس کی بات سن کر وہ پلٹا مجھے انتظار رہے گا۔۔۔پیاری بہناں۔۔۔وہ دوسری جانب کھڑے شخص کی جانب بڑھا ۔۔۔اس نے اس کے کان میں کچھ کہا۔۔۔وہ سر ہلاتا رہ گیا۔۔۔سکندر چلا گیا ۔۔۔پیچھے اک کہانی ختم کرگیا۔۔۔جب کے دوسری شروع ہوگئی تھی۔۔۔وہ اپنے انتقام کا درخت لگا کر گیا تھا۔۔۔مگر انتقام کا اک اور بیج بو گیا تھی جس کی جڑیں اس کے انتقام کے درخت سے زیادہ مضبوط اور پھیلی ہوئی تھی ۔۔۔۔اور وہی بیج جب بڑھا ہو کر درخت بنے گا تو اس کے درخت کو اکھاڑ پھینکے گا۔۔۔۔

چاند رات کی تاریکی میں اپنی چاندنی بکھرے راہ گیروں کو راستہ دیکھاتا اپنا حق ادا کررہا تھا۔جو اس چیز کی امید تھی کہ تاریکیوں میں بھی اجالا نمایا ہوتا ہے ان لوگوں کے لیے جو اسے رستے تلاش کررہے ہوتے ہیں۔۔ وجدان ڈھلوان سڑک پر برق رفتار سے گاڑی بھاگا رہا تھا گاڑی ایک سو بیس کی سپیڈ پر بھاگ رہی تھی اسے یہ بھی کم تھی کہ اس نے سپیڈ پر اپنا بوٹ دبایا اس کا بس نہیں چل رہا تھا گاڑی کو اڑا کر لے جائیں۔۔۔گاڑی ایک ٹنل کے اندر داخل ہوئی تو اسے راستے میں چند گاڑیاں رکی ہوئی نظر آئی اس نے جھٹکے سے بریک لگائی۔۔۔وجی نے غصے سے پہلے گاڑیوں کو گھورا پھر اپنے پیچھے بیک مرر سے دیکھا ایک گلوسری ٹرک اس کے بلکل پیچھے کچھ فاصلہ ٹھہر گیا۔۔۔اس نے گہرا سانس لیا گاڑیوں اور ٹرک سے چند آدمی نکلے۔۔۔اس نے سپیڈپیڈل کو دباتے گاڑی سامنے والی گاڑیوں میں ٹھونک دی۔۔۔وہ افراد جو گاڑیوں کے سامنے کھڑے تھے۔۔۔بچاو میں اردگرد گر گئے ۔۔۔جب کہ ایک دو عدد افراد

اندر ہی تھے۔۔۔ وجی کی ٹکر سے گاڑی کا شٹر کھل گیا جس میں دھواں کا بہاؤ بہا گاڑی کے اندر افراد اپنا ہوش کھو بیٹھے جبکہ باہر گرے پڑے آدمیوں کو کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔ پیچھے ٹرک کا پچھلا دروازہ کھولا وہاں سے ایک فرد سگریٹ سلگاتا باہر نکلا۔۔۔وہ الیاس تھا۔۔۔جیسے ہی وہ آگئے بڑھا۔۔اگلی جانب سے گولیاں برس پڑی وہ سارے بندوقیں تانیں چوکنا ہو گئے کچھ ٹرک کے پیچھے ہو گئے کچھ وہی گر کر زخمی ہو گئے۔۔۔دوسری طرف وجی گاڑی کے پیچھے سے ان پر گولیاں چلا رہا تھا وہ ان کی ہی گاڑی کے پیچھے تھا۔۔۔گاڑی کے اندر آدمی مر چکے تھے۔۔۔

وجی ایک ایک کو نشانہ باندھے گولیاں چلا رہا تھا۔۔۔ان کے فرد گن گن کر نیچے گر رہے تھے ۔۔۔جو ٹرک کے پیچھے چھپ گئے تھے وہ بچ گئے۔۔۔الیاس جو ٹرک کے پیچھے چھپا جھکا ہوا تھا۔ سگریٹ کو ایک گش میں ختم کیا اور اسے زمین پر پٹخا۔۔۔اور اپنی جانب سے گولیاں چلائیں ۔۔۔۔الیاس نے سب کو

سامنے سے گولیاں چلانے کا اشارہ کیا ۔وجی نیچے جھک گیا۔۔اک لمحے کے لیے وجی اوپر کی طرف جھکا۔۔وہ گولیاں چلانے سے روکے نہیں ۔۔۔گاڑی کے شیشے ٹوٹ گئے جیسے ہی اس نے گولیوں کی آواز کی کمی محسوس کی۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور ایک ایک پر نشانہ لے کر اس نے دو تین افراد کو زخمی کردیا تھا۔۔پھر جب الیاس کی طرف فائرنگ تیز ہوئی تو وہ پھر جھک گیا۔۔۔وہ ایک بہترین سنائپر تھا نشانہ کب کیسے باندھنا ہے اسے سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا ۔۔۔اور اس کے سامنے سارے کرایے کے آدمی تھے جو صرف چند پیسوں کے لیے بندوق ہاتھ میں لیے کھڑے تھے۔۔۔اس کے پاس ایک ہی بندوق تھی جس کی رینج ختم ہو گئی شِٹ وہ افسوس کرتا رہ گیا۔۔اور یہ بات الیاس اور اس کے آدمیوں کو معلوم ہو چکی تھی ۔۔۔وہ بے فکری سے اس کی جانب بڑھے۔۔۔یکدم ہی وہ ان کے سامنے اے کے 47 پکڑے کھڑا تھا وہ ان کی ہی بندوق تھی جو اس نے ان کی گاڑی سے چرائی تھی۔۔۔وہ

ایک ایک کر کے زمین پر گر گئے۔اس نے ان کی طرف قدم بڑھے اس کا رخ زمین پر پڑے الیاس کی طرف تھا جو اپنے آدمیوں کے ساتھ زمین پر لیٹا ہوا تھا ۔۔۔اس کے پیچھے ایک آدمی نے زخمی حالت میں بندوق پکڑے وجی پر نشانہ باندھنا چاہا اس نے ٹریگر پر ہاتھ رکھا۔۔۔ٹنل میں گولی کی آواز گونجی وجی کے قدم وہی رک گئے ۔۔۔اس نے پیچھے دیکھا تو الیاس نے اس شخص کو گولی ماری تھی جو اس پر نشانہ باندھے ہوئے تھا۔۔وجی نے تعجب اور حیرت سے الیاس کی طرف دیکھا ۔۔۔وہ وہی گھٹنوں کے بل گرا ۔۔۔وجی اس کے سر پر کھڑا ہو گیا اور اسے کالر سے زور سے کھینچ کر غصے سے پھنکارا۔۔۔

کیوں۔۔۔تم کیوں۔۔۔الیاس ۔۔۔تم نے ایسا کیوں کیا۔۔۔

مجھے معاف کر دے وجی سر وہ پچھتاوے لیے بولا اس کی معافی پر وجی کو اور غصہ آگیا۔۔۔وجی نے اس کے زخم کی جگہ پر زور سے دبایا۔۔۔

انھوں نے کہا آپ نے سکندر سر کی بیوی کو قتل کیا۔۔۔الیاس نے کہا تو وجی نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔

کیا اس نے بتایا نہیں ۔۔۔اس نے اپنی بیوی کو رکھا کیسے ہوا تھا ۔۔۔وجی نے تپ کر کہا۔۔۔۔

وہ لوگ۔۔۔وہ درد سے چلا اٹھا۔۔۔وہ لوگ میری فیملی کو جان سے مار دیتے۔۔۔وہ تکلیف سے بولا۔۔

مجھے معاف کر دے یہ سب میں نے اپنے خاندان کے لیے کیا ۔۔۔۔وہ آنکھوں میں پچھتاؤا لیے درد بھری آواز میں بولا۔۔

تمہارا خاندان۔وجی نے طنزیہ افسوس سے کہا۔۔میرے خاندان کا کیا۔۔۔وجی بھی چلا اٹھا۔وجی نے اس کا بازو کھینچ کر زمین پر رکھا پھر اس کے اوپر چاقو زور سے اس کے ہاتھ کے اندر دھنسا دیا۔۔۔الیاس کی زور دار درد سے بھری چیخ گونجی۔۔۔وجی اس کے کان کے قریب ہوا۔۔۔کوئی

دوسروں کا خاندان تباہ کر کے اپنا خاندان نہیں بسا سکتا ۔۔۔تم میں سے ہر کوئی ۔۔۔وجی نے ہر کوئی پر زور دیا۔۔۔ہر کوئی اپنا حساب برابر دے گا۔۔۔وہ کہتا اٹھ کر چلا گیا ۔۔۔

جب آنا کی آنکھ کھولی تو اس نے خود کو ہسپتال میں پایا۔۔اس کے سر پر گہری چوٹ آئی تھی ۔۔۔بروقت ہسپتال لے آنے کی وجہ سے وہ بچ گئی۔۔۔اک لمحہ لگا اسے سب یاد کرنے میں وہ جھنجھلا کر اٹھ گئی پھر اپنے سامنے وجی کو دیکھتے پرسکون ہوگئی۔۔۔وہ کرسی سے اٹھ کر اس کی جانب بڑھا ۔۔۔تم ٹھیک ہوں ۔۔۔اس نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا

ماما۔۔۔بابا کہاں ہے ۔۔۔نانو ٹھیک ہے ۔۔۔پوچھتے اس کی آواز روند سی گئی اور آنکھوں سے آنسو روانہ ہوئے ۔۔

تم آرام کرو ۔۔میں آرہا ہوں ۔۔اس نے سرد سے لہجے میں کہا اور اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔۔۔وہ سمجھ گئی ۔۔۔جو اس تک پہنچ سکتے ہیں وہ اس کے ماں باپ تک بھی پہنچ سکتے ہیں ۔۔۔۔مگر کیوں ۔۔۔وہ سکتے میں چلی گئی۔۔اس نے ایک لمحے میں اپنا سارا خاندان کھو دیا تھا۔۔۔

روشنیوں کے گلستان میں سب ہنس رہے تھے وہ کسی کی برتھ ڈے پارٹی تھی۔۔۔تبھی ایک شخص دروزاہ پھاڑ دار کھولتے اندر داخل ہوا تو سامنے وجی اس بچی کو اٹھائے کھڑا تھا جس کی برتھ ڈے پارٹی تھی ۔۔۔وجی نے کوئی

بات کی تو سب ہنس پڑے ۔۔۔سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وجی نے بچی کو نیچے اتار دیا اور اس شخص کو سامنے دیکھ کر مغرور سا مسکرایا۔۔۔

میجر صاحب آپ نے کبھی بتایا نہیں ۔۔۔آپ کی کمانڈ میں اتنا دلچسپ کیپٹن بھی تھا۔۔یہ پوچھنے والی شاید میجر صاحب کی بیوی تھی۔۔۔

میجر صاحب نے اسے خفگی بھری نظروں سے دیکھا۔۔۔اور اسے اپنے ساتھ آنے کا کہہ کر چل پڑے۔۔۔۔وہ سب کو خدا حافظ کرتا میجر صاحب کے پیچھے چل پڑا۔۔۔۔وہ دونوں اب لائبریری میں تھے ۔۔۔تم اس وقت میرے گھر کیا کررہے ہوں۔۔۔۔۔ میجر صاحب نے تپ کر پوچھا۔۔کیونکہ وہ اچھے سے جانتے تھے سکندر نے اس کے خاندان کے ساتھ کیا کیا ہے اور کہیں انھیں یہ بھی ڈر تھا۔۔۔کہیں وجی ان کے خاندان کو نقصان نہ پہنچا دے۔۔۔

زندہ دیکھ کر افسوس ہورہا ہے۔۔۔بس یہ افسوس دیکھنے آیا تھا۔۔۔اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔۔۔وہ اس مقام پر تھا کہ کوئی اس سے اس کا حال پوچھے

اور دیمک سے چاٹے ہوئے دروازے کی طرح ڈھے جائے۔۔۔۔اسے اس وقت ایک مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔۔ اس نے ایک لمحے میں اپنے سارے پیاروں کو کھویا تھا۔۔جب وہ گھر پہنچا تھا تو ہر شے جل چکی تھی۔۔قاتلوں نے قتل کے بعد اس کے گھر کو جلا دیا۔۔۔۔اس کے پاس ان کے جنازے تک کا وقت نہیں تھا۔۔۔وہ صرف اپنی بھانجی کو بچانا چاہتا تھا۔۔۔اپنی ڈیڑھ سالہ بھانجی اور سارے خاندان کو کھونے کے بعد وہ آنا کو نہیں کھونا چاہتا تھا اس لیے وہ اس جنگ کو روکنے کے لیے میجر کے پاس آیا تھا۔۔۔کیونکہ صرف وہ جانتا تھا سکندر کو کیسے روکنا ہے۔۔۔۔۔۔میرا تم سے اور سکندر کی لڑائی سے کوئی لینا دینا۔۔میں نے اسے یہ سب کرنے پر نہیں اکسایا۔۔خدا کے لیے چلے جاؤ یہاں سے۔میجر صاحب نے آرام سے بولے۔۔۔۔۔لیکن تم نے اسے روکا نہیں میجر۔۔اس کو لانے والے تم تھے۔۔۔۔تم اچھے سے جانتے ہوں سکندر کی رسی کس کے ہاتھ میں

ہے۔۔۔اس نے میرا خاندان ختم کردیا ۔۔۔مجھے تباہ کردیا ۔۔۔وجی نے تپ کر غصیلے لہجے میں کہا ۔۔۔ میجر اس کی بات سن کر خاموش رہا ۔۔۔

میری بات کان کھول کر سن لوں میجر۔۔۔۔وہ آنکھوں میں آگ بھرے میجر کی طرف دیکھ رہا تھا ۔۔۔سکندر کو اچھے سے سمجھا دوں۔۔۔اگر اس نے یہ جنگ نہ روکی تو میں اس سے بڑی تباہی لاؤ گا۔۔۔۔اگر وہ خود کو شیر سمجھتا ہے تو میں بھی بھیڑیا ہوں۔۔۔۔اور بھیڑیے کبھی اپنے خاندان پر سمجھوتا نہیں کرتے۔۔۔۔

میں کیا کرو۔۔۔ میجر احتجاجاً بولا ہی تھا وجی نے چلا کر اس کی آواز دبا دی۔۔

جو کر سکتے ہوں کرو۔۔۔۔اس کا اپنا کوئی خاندان نہیں ۔۔۔میرا بھی نہیں بچا۔۔۔لیکن تمہارا اور اس کے اردگرد پھرنے والے لگڑبھگوں کا ہیں۔۔۔میں کسی کو معاف نہیں کرو گا۔۔۔اگر میری بھانجی یا بھانجے کو کچھ ہوا۔۔۔۔ سمجھے ۔۔وجی بول کر اس کے جواب میں منتظر کھڑا ہوگیا

۔۔۔۔دھمکی دے رہے ہوں مجھے۔۔۔ میجر نے سرد لہجے میں کہا ۔۔۔۔نہیں ۔۔۔مشورہ دیا ہے عقل ہوئی تو عمل کر لینا۔۔۔لاپرواہی سے کہتے وجی کمرے سے نکل گیا۔۔۔پیچھے نے فون پر نمبر ڈائل کیا اور ملاقات کا وقت طے کیا۔۔۔۔

کیسے بھاگ گیا وہ ضمار۔۔۔۔ مجھے جواب دوں ۔۔۔لائن میں سکندر اپنے سارے آدمیوں کو کھڑا کیے سرفرست ضمار پر چلاتا پوچھ رہا تھا ۔۔۔اچانک اس کی نظر ایک فوٹو ایلبم پر پڑی جو ایک نوکر اٹھائے لے جارہا تھا ۔۔۔روکو روکو ۔۔۔۔وہ اس سے کہتے اس کی جانب بڑھا اور فوٹو کا رخ اپنی طرف کرتے اسے دھیان سے دیکھا۔۔۔وہ ایک فیملی فوٹو تھی ۔۔جس میں نو افراد

مرجھائے ہوئے چہروں کے ساتھ کھڑے تھے۔۔صاف نظر آرہا تھا کوئی بھی خوش نہیں ہے۔۔۔لیکن پھر بھی وہ ایک فیملی فوٹو تھی۔۔۔

'یہ تو وہ اصطبل والا لڑکا ہے۔۔"۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے فوٹو میں سرد آنکھوں والے شخص کی طرف اشارہ کرتے کہا۔۔۔

ہاں لگتا تو وہی ہے۔۔۔بس حلیہ تھوڑا بدلا ہوا ہے۔۔۔ضمار نے جھانک کر فوٹو کو دیکھتے کہا۔۔

یہ کون ہے۔۔۔اس نے فوٹو کو یوں بلند کیا کہ ہر کوئی دیکھ سکتا تھا۔۔۔۔قیصر رائیس کے سب سے چھوٹے پوتے خضر رائیس۔۔۔۔اس کے سامنے کھڑے آدمیوں میں سے ایک کھڑا
شخص بولا۔۔۔سکندر اس کی سنتی سوچ میں پڑھ گیا

یہ فوٹو تمہیں کہاں سے ملی۔۔۔ضمار نے نوکر سے پوچھا۔۔۔

صاحب سٹور روم صاف کر رکھا تھا ۔۔۔عمیر صاحب نے کہا تھا پرانا گند باہر نکال دے۔۔۔۔وہ خوف سے کہتا کانپ سا گیا

ٹھیک ہے ۔۔۔۔ابھی اس نے کہا تھا کہ ایک شخص بھاگتا ہوا آیا ۔۔۔۔سکندر بھائی ۔۔۔سکندر بھائی۔۔۔۔اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھی ۔۔۔۔

کیا ہوا ہے جگن لال۔۔۔۔ضمار نے پوچھا۔۔۔۔ عمیر بھائی کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے ہی اس نے کہا۔۔۔ضمار نے حیران رہ گیا جبکہ سکندر چونک گیا۔۔۔۔اور۔۔۔اور۔۔۔وہ قاصد ابھی سانسیں پھلائے بول رہا تھا کہ ضمار نے اسے ٹوکا۔۔۔آگئے بھی بولوں گئے کچھ۔۔۔۔ضمار نے ہڑبڑاتے کہا۔۔۔اور ہماری ایک لیباٹری میں آگ لگ گئی ۔۔۔۔یہ سنتے ہی سکندر اور ضمار تیش میں آگئے۔۔۔کیسے ۔۔۔۔سکندر تپ کر بولا۔۔۔یہ معلوم نہیں مگر ۔۔۔عمیر بھائی کو بھی لیبارٹری کی جگہ پکڑا گیا ہے اور پوری

لیبارٹری سیل کر دی گئی ہے ۔۔۔۔۔وہ کہہ کر خاموش ہو گیا ۔۔۔سکندر نے غصے سے ضمار کی طرف دیکھا ۔۔۔

ضمار ایک ہی وقت میں ہماری دو دو خاص جگھوں پر حملے ہوئے ہیں ۔۔۔۔کون ہے جو سکندر حجازی کے مقابلے میں کھڑا ہوا ہے ۔۔۔۔ان کی لائن میں وہ کم عمر لڑکا بھی تھا جو اپنے چہرے پر اک خفیہ سی مسکان لیے ہوا تھا ۔۔۔۔تم اپنے وعدے کے سچے سے نکلے قیصر رائیس کے پوتے خضر رائیں۔۔۔۔۔اس نے دل میں سوچتے اپنے لوگوں کو تپتے دیکھ کر خوشی محسوس کی۔۔۔۔

NOVEL HUT

To be Continued.......

CONTACT THE AUTHOR

If you want to contact the author we will mention her instagram here.

Novel-hut at your service

JazakAllah

NOVEL HUT

Writer's instagram : shafa ahmad